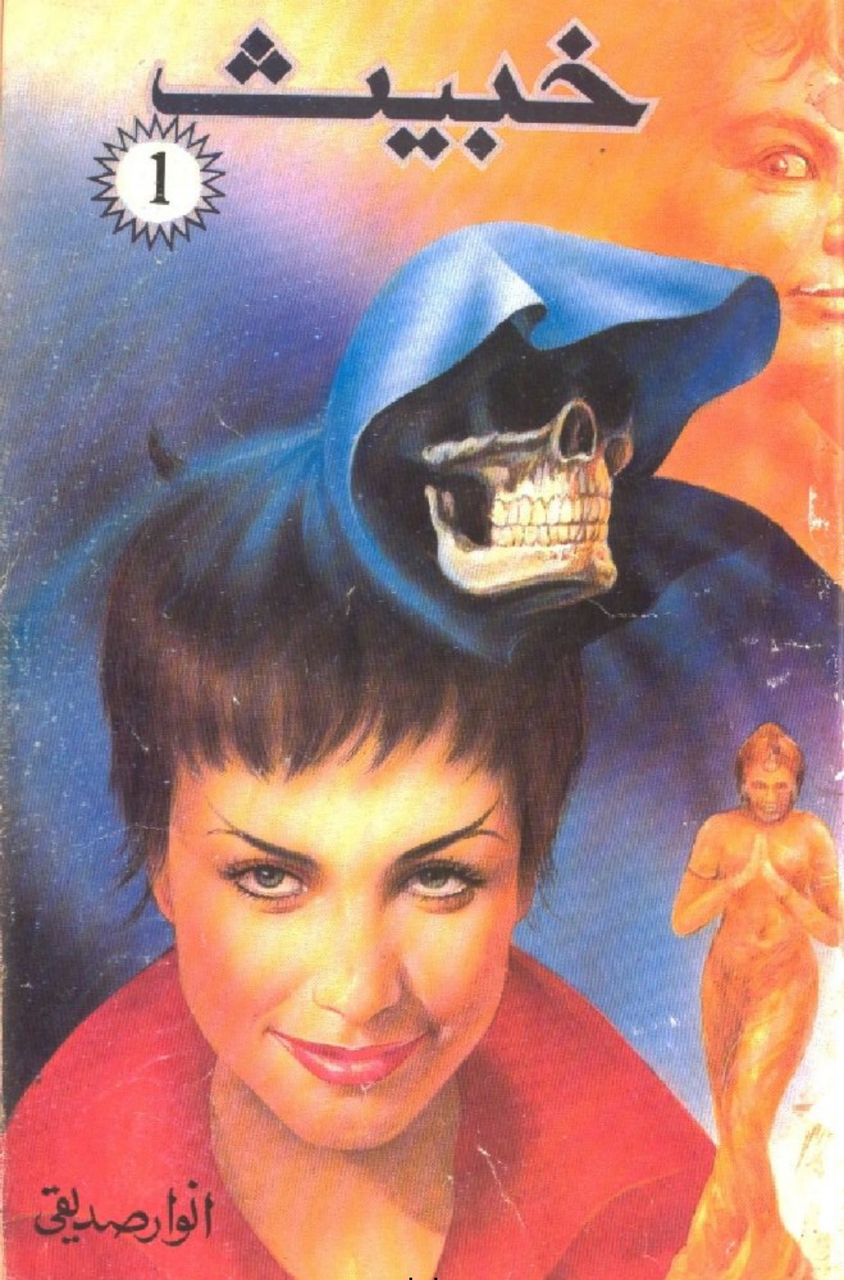

www.urdukorner.com

ایک پراسرار موتی کے حصول کی خاطر ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

2680
Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL.

خبیث

1

انوار صدیقی

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور۲

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

ناشر	:	محمد علی قریشی
باہتمام	:	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	:	نیئر اسد پرنٹرز لاہور
بار اول	:	1997ء
سرورق	:	ذاکر
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	-/40 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

تعارف..........!

اس پر آشوب زمانہ میں کہ جب درس و تدریس کی کتابیں شائع کرنا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں' میرے کرم فرما جناب محمد علی قریشی "مکتبہ القریش" .... کا یہ ارادہ کہ "خبیث" کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے کسی خوشگوار دھماکے سے کم نہ تھا۔ میں نے موصوف کو تمام اونچ نیچ سے آگاہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا ارادہ اٹل تھا چنانچہ میں نے برادرم مشتاق احمد قریشی صاحب سے رابطہ کیا' کتابی صورت میں کسی اور ادارے سے "خبیث" کی اشاعت کے لئے ان کی اجازت ضروری تھی' مجھے خوشی ہے کہ مشتاق احمد قریشی صاحب نے حسب روایت مجھے مایوس نہیں کیا اور "خبیث" کے ساتھ سیاہ و سفید کے مکمل حقوق سے نواز دیا جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

"خبیث" کے سلسلے میں محمد علی قریشی صاحب کا اصرار ہے کہ میں بطور تعارف کچھ تحریر کروں۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ آپ میں سے بیشتر خواتین و افراد "خبیث" کی خباثتوں کو ماہ بہ ماہ اپنے دلچسپ اور تفریحی میگزین "نئے افق" کراچی میں پڑھ چکے ہوں گے۔ قسط وار کہانی کا یہ سلسلہ تقریباً" تین سال تک جاری رہا اور اس طویل عرصے میں آپ کی قیمتی آراء اور تجاویز میرے ذوق و شوق کو مہمیز کرتی رہیں۔ مجھے اس سلسلے کے بارے میں جو خطوط موصول ہوئے اس میں ایک بات مشترک تھی کہ میں "انکا" .... "اقابلا" اور "سوناگھاٹ کا پجاری" کے پراسرار ماحول کے حصار سے باہر نہیں نکل سکا۔ آپ کا خیال صرف اس حد تک درست ہے کہ میں نے "خبیث" کا سلسلہ برادرم مشتاق احمد قریشی کے صاحب زادے برخودار عمران احمد کی فرمائش پر لکھنا شروع کیا تھا اور ان کی پہلی شرط یہی تھی کہ یہ سلسلہ بھی مافوق قوتوں' ماورائی طاقتوں اور دیومالائی ماحول کے پیچ و خم سے ہو کر اپنی منزلیں طے کرے چنانچہ میں "حسب فرمائش" کی پاداش میں آپ کی تنقید کا شکار ہو گیا۔

بہرحال ایک بات بغیر کسی شک و شبے کے حقیقت پر مبنی ہے کہ مافوق قوتوں اور

www.urdukorner.com
www.urdukorner.com

دیومالائی ماحول کے پس منظر میں اب تک جتنے سلسلے شائع ہوئے ہیں وہ سب بے حد کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ ان کی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا "انکا"....... "اقابلا"......اور........ "سوناگھاٹ کا پجاری" کے سلسلے میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے اب تک پاکستان اور ہندوستان کے بہت سارے ادارے اور ان کے کہنہ مشق لکھاری ان ہی مقبول عام سلسلوں کو سہارا بنا کر اپنا نام اور دکانداری چمکانے کی کوشش کر چکے ہیں۔

گزشتہ دنوں علاج کی غرض سے امریکہ جانا ہوا تو وہاں بھی نیو یارک سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "ایشیاء انٹرنیشنل" میں "اقابلا" کو بغیر کسی اجازت کے بڑے دھڑلے سے شامل اشاعت پایا۔ "خبیث" کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ ہندوستان سے شائع ہونے والا "ہماؤ ڈائجسٹ" نہایت دیدہ دلیری سے بغیر کسی اخلاقی اجازت نامہ کے "نئے افق" کے شانہ بشانہ شائع کرتا رہا ہے۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ برصغیر میں میری دوسری قسط وار کہانیوں کی طرح "خبیث" کو بھی قارئین کی پسندیدگی کی سند حاصل ہے؟

انوار صدیقی

۳۰ مارچ ۱۹۹۷ء

سحر و اسرار کا سلسلۂ خاص، رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستان

ازل ہی سے خیر و شر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں اور جب تک یہ جہانِ رنگ و بو قائم ہے یہ قوتیں بھی برسرِ پیکار رہیں گی کہ انجمنِ جہان کی رنگینی اور رعنائی بھی اسی کشاکش کی مرہونِ منت ہے؛ حق و باطل کی جنگ کے درمیان جنم لینے والی کتھا جو اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بدی کی قوتوں کا دائرۂ اثر کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو، خیر کی ایک لرزتی کرن بھی اس تاریک دنیا میں حشر برپا کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

قدم قدم ایک منظرِ حیرت آثار، لمحہ لمحہ رنگ بدلتے اطوار
گناہ کی داسیوں کی مستیاں، حرص و ہوس کے پجاریوں کے چمتکار

ایک پُراسرار مورتی کے حصول کی خاطر ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

انکا، اقابلا، سوناگھاٹ کا پجاری اور غلام روحیں جیسی لازوال کہانیوں کے خالق کا نیا ہنگامہ۔ ایک چونکا دینے والی اچھوتی کہانی :

آخری دسمبر کی وہ سرد رات مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں اپنے ریشمی لحاف میں گھسا لیٹا سرد ہواؤں سے خود کو محفوظ کیے ہوا تھا۔ مقابلے کا امتحان دینے کے بعد راوی نے میرے حق میں چین لکھ دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اس امتحان میں ضرور کامیابی حاصل کر لوں گا۔ جس کے بعد مجھے اپنی عملی زندگی کا آغاز کرنا تھا۔

سونے سے پیشتر کسی کتاب یا کہانی کا مطالعہ کرنا میری عادت تھی بالخصوص ہندو دیومالائی کہانیوں سے مجھے جنون کی حد تک شوق تھا جبکہ میرے والد میرے اس لگاؤ کو ہمیشہ ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے اس لیے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھے چنانچہ متعدد بار وہ مجھے سختی سے تلقین کر چکے تھے کہ میں اس قسم کے لغو اور بیہودہ قصے کہانیوں کو پڑھنے سے گریز کروں مبادا کہ میں گمراہ ہو جاؤں۔ والد صاحب کی دلجوئی کی خاطر میں نے دیومالائی قصے کہانیوں کی کتابیں چھپا کر رکھی تھیں اور انہیں ہمیشہ کمرہ بند کر کے چھپ کر پڑھا کرتا تھا۔

اس رات بھی میں دیومالائی کہانیوں کی ایک کتاب کے اوراق الٹ پلٹ رہا تھا جب میری نظری گنیش دیوتا کی عجیب الخلقت تصویر پر جم کر رہ گئی۔ اس تصویر میں گنیش دیوتا کا جسم انسانوں جیسا دکھایا گیا تھا جبکہ سر ہاتھی کا تھا۔ اس موٹے پیٹ والے دیوتا کے چار ہاتھ تھے اور ایک عدد ہاتھی دانت تھا ایک روایت کے مطابق وہ چڑھاوے کے پھل [illegible] کھاتا تھا۔

گنیش دیوتا کی شخصیت اور ہاتھی والے سر کے بارے میں مختلف روایات تھیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ مشہور تھا کہ شیوا جی کی عادت تھی کہ وہ پاروتی دیوی کو نہاتے وقت بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ شیوا کی یہ عادت پاروتی کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ چنانچہ ایک روز پاروتی نے رگڑ رگڑ کر اپنے جسم کا میل کچیل جمع کیا جسے تیل اور مختلف روغنیات سے گوندھ کر ایک انسانی پتلے کی شکل میں ڈھالا گیا پھر پاروتی نے اپنی مہان شکتی کو بروئے کار لاتے ہوئے گنگا جل چھڑک کر اس پتلے کے اندر روح پھونک دی جس کے بعد اسے غسل خانے کے دروازے پر تعینات کر دیا گیا تاکہ نہاتے وقت کوئی پاروتی کو پریشان نہ کر سکے۔ روایت کے مطابق جب شیوا جی نے ایک نوجوان کو اپنے راستے میں حائل دیکھا تو غصے میں آ کر گنیش دیوتا کا سر قلم کر دیا۔ پاروتی کو جب حالات کا علم ہوا تو اسے سخت افسوس ہوا چنانچہ شیوا جی نے آدمی دوڑائے کہ وہ کسی دوسرے سر کا بندوبست کریں پھر جب پہلا سر ایک ہاتھی کا دستیاب ہوا تو شیوا جی نے اسے اپنی ماورائی طاقت کے ذریعہ اس ہاتھی کے سر کو پاروتی کے تخلیق کردہ نوجوان کے جسم پر لگا کر اس میں نئے سرے سے روح پھونک دی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق پاروتی ایک مدت سے شیوا جی سے ایک عدد بچے کی خواہش کا اظہار کر رہی تھی چنانچہ جب وہ اس دولت سے نوازی گئی تو اس کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اس نے تمام دیوتاؤں کو جمع کر کے حکم دیا کہ وہ اس بچے کی پیدائش پر خوشی منائیں چنانچہ دیوی کے حکم پر تمام دیوتاؤں نے اس کے خوبصورت بچے کو بغور دیکھا لیکن ساتی دیوتا (Saturn) کی نظر اس وقت بھی زمین پر جمی ہوئی تھی اس لیے [illegible] کی دھرم پتنی نے کسی بات پر جل کر یہ بددعا دی تھی کہ وہ جس چیز کو بھی نظر بھر کر دیکھے وہ جل کر خاکستر ہو جائے۔ پاروتی کا خیال تھا کہ اس کی اولاد پر ساتی دیوتا کی نگاہوں کا کوئی اثر نہیں ہو گا چنانچہ اس نے ساتی کو حکم دیا کہ ساتی بھی اس کے بچے کو دیکھے۔ ساتی نے ڈرتے ڈرتے نظر اٹھا کر پاروتی کے اس خوبصورت بچے کی جانب غور سے دیکھا۔ پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا ساتی کی نظر پڑتے ہی پاروتی کے حسین بچے کا سر جل کر راکھ کا

www.urdukorner.com
www.urdukorner.com

زہر بن گیا۔ پاروتی غصے سے دیوانی ہو گئی اس نے بددعا دی کہ سانپ لنگڑا ہو جائے لیکن برہما (Brahma) نے پاروتی کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر کہا کہ اگر پہلا ملنے والا کوئی دوسرا سر اس کے بیٹے کے جسم پر لگا دیا جائے تو وہ دوبارہ حیات پا سکتا ہے۔ چنانچہ وشنو مہاراج نے پرندوں کے دیوتا گرودا (Garuda) کو کسی سر کی فوری تلاش کا حکم دیا۔ گرودا کو جو پہلا سر دستیاب ہوا وہ ایک ہاتھی کے بچے کا تھا جو دریا کے کنارے محو خواب تھا اور اسی سر کو وشنو مہاراج نے گنیش دیوتا کے مردہ جسم پر لگا کر اسے اپنی شکتی کے زور سے ایک نئی زندگی بخش دی۔ ان دو روایتوں کے علاوہ کچھ اور روایتیں بھی اس کتاب میں درج تھیں لیکن نیند کا خمار چونکہ میری آنکھوں کے پپوٹوں کو بوجھل کر رہا تھا اس لیے میں نے کتاب سائڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ ٹیبل لیمپ آف کیا اور ایک طویل جماہی لے کر لحاف کو سر تک کھینچا اور سونے کے زاویے سے آنکھیں موند لیں لیکن میرے ذہن کے گوشوں میں عجیب الخلقت گنیش دیوتا کا تصور اور اس سے منسوب روایتیں گونج رہی تھیں۔

مجھے اپنی یادداشت پر ہمیشہ بڑا اعتماد رہا ہے۔ مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے کہ بتی بند کرنے کے کچھ دیر بعد ہی میں محو خواب ہو گیا تھا گہری نیند سونے کے باوجود شاید دیومالائی کہانیوں کا اثر میرے لاشعور پر قابض تھا چنانچہ میں نے دیکھا کہ میں ایک لق و دق صحرا میں سفر کر رہا ہوں۔ پیاس کی شدت سے میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ سراب کے دھوکے میں میں ادھر ادھر بھٹک رہا تھا کہ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھا کہ جو میرے سر کے اوپر آکر مسلط ہو گیا پھر بارش شروع ہو گئی اور میں نے جی بھر کر اپنی پیاس بجھائی۔ میری پیاس ختم ہو چکی تھی لیکن گرمی کی حدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تپتی ہوئی زمین پر قدم جما کر چلنا میرے لیے دشوار ہو رہا تھا لیکن میں تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا وہاں میرے سوا کوئی آدمی یا آدم زاد نہیں تھا ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی منزل کا کوئی نشان دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی کہ میں اچانک بھٹک کر اس صحرا میں کس طرح آ گیا۔ سورج جوں جوں بلند ہو رہا تھا گرمی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی پھر اچانک ہی ہواؤں اور فضا میں اڑتے تپتے ذرات کا زور و شور ایک لمحے کے لیے رک گیا میں نے آستین سے اپنی آنکھیں صاف کیں پھر دوبارہ قدم آگے بڑھانے کے لیے خود کو آمادہ کر رہا تھا کہ یکلخت میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، میری آنکھوں سے خوف و دہشت کے ملے جلے تاثرات عیاں ہو گئے۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے اس کوبرا سانپ کو دیکھ رہا تھا جو عین میرے سامنے دو قدم کے فاصلے پر کنڈلی مارے بیٹھا فضا میں اس طرح لہرا رہا تھا جیسے اسے اپنا شکار مل گیا ہو۔

کسی لق و دق ویران صحرا میں موت کا تصور بھی میرے لیے بڑا ہولناک ثابت ہو رہا تھا۔ میں نے سانپ پر نظریں جمائے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا پھر کچھ فاصلہ زیادہ ہونے کے بعد میں تیزی سے پلٹا اور میں نے دیوانوں کی طرح بھاگنا شروع کر دیا۔ میں کب تک اور کس طرح ریت کے تپتے ذرات پر دوڑتا رہا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن جب میں یہ سوچ کر رکا کہ میں موت کو بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں تو میرے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔ موت کا وہی ہرکارہ سیاہ رنگ کا کوبرا عین میری نگاہوں کے سامنے بیٹھا مجھے غضبناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی مکروہ زبان تیز تیز لپلپا رہی تھی میرے اندر اب بھاگنے کی ہمت نہیں تھی لیکن اس بے سروسامانی کی حالت میں مجھے خاموشی سے مر جانا بھی گوارا نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر پلٹنا چاہا لیکن اس کوبرا کو جیسے میرے ارادے کا علم ہو گیا تھا، وہ تیزی سے ریت کے ذروں پر سرسراتا ہوا لپکا، میرے قریب آ کر اس نے پھن کاڑھا پھر میری پنڈلی پر ڈس کر اپنی فتح کا جشن منانے کی خاطر ایک بار پھر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور فضا میں جھومنے لگا۔

جو لوگ سانپ کی اقسام سے واقف ہیں وہ یہ بھی بخوبی جانتے ہوں گے کہ کوبرا کے کاٹے کا منتر تقریباً ناممکن ہی ہوتا ہے پھر اس ویرانے میں کسی جنتر منتر یا علاج معالجے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ سانپ کے ڈس لینے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ذہن بڑی سرعت کے ساتھ غنودگی کی کیفیتوں سے دوچار ہو رہا ہے۔ میں جانتا تھا کہ وہ منحوس کوبرے کا زہر تھا جس کے اثرات تیزی سے میری رگ و پے میں سرایت کر رہے تھے۔ میرے منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو گیا۔ میرے لیے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا دشوار ہو رہا تھا۔ میں کسی لمحے بھی چکرا کر گر سکتا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تو میرے قدم ڈگمگانے لگے۔ میری غنودگی کی کیفیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ میں شدید نشے کی حالت میں لڑکھڑانے لگا۔ میری بینائی رفتہ رفتہ دھندلانے لگی تھی۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ موت اور زندگی کی کشمکش ابھی جاری تھی کہ میں نے سانپ کو ریت پر گر کر تڑپتے دیکھا جیسے وہ شدید کرب سے دوچار ہو پھر وہ بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید میرا ڈوبتا ذہن میری بینائی کو تسلی دینے کی خاطر کوئی حسین فریب دے رہا ہو، مجھے اس سانپ کی جگہ اب ایک خوبصورت اور حسین عورت کا ہیولا فضا میں لہراتا نظر آ رہا تھا۔ میں ابھی اپنی جگہ کھڑا خود کو گرنے سے بچانے کی خاطر لڑکھڑا رہا تھا کہ اس عورت نے تیزی سے آگے بڑھ کر اپنے خوبصورت ہونٹ میری پنڈلی پر عین اس جگہ جما دیے جہاں سانپ نے ڈسا تھا شاید وہ اپنی زندگی موت کے حوالے کر کے مجھے بچانے کی خاطر سانپ کا زہر میرے جسم سے چوس رہی تھی میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا، کچھ دیر بعد ہی میرے ذہن پر طاری غنودگی کے اثرات زائل ہونے لگے، میرے قدموں کی لڑکھڑاہٹ بھی رفتہ رفتہ دور ہوتی چلی گئی، ایک لمحے بعد میں ہوش میں آیا تو مجھے اپنی قوت بینائی پر یقین نہیں آ رہا تھا، شاید میں مر چکا تھا اور مرنے کے بعد خواب کی کیفیت سے دوچار تھا۔ میری نظریں اس خوبصورت اور نازک اندام عورت پر مرکوز تھیں جو میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ تپتے صحرا میں گرمی کی ناقابل برداشت شدت کے باوجود اس کے تراشیدہ ہونٹوں پر کھیلنے والی ہوش ربا مسکراہٹ جیسے مجھے زندگی کی نوید دے رہی تھی میں چند ساعت گم صم کھڑا اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر میرے خشک ہونٹوں میں آہستہ سے جنبش ہوئی۔

"کون ہو تم......؟" میں نے مدھم آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"تم نے نہیں پہچانا مجھے" وہ مترنم آواز میں بولی۔ "تعجب ہے...... حالانکہ ابھی کچھ دیر پہلے تم میرے وجود کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا تھے۔ تمہارا خیال تھا کہ میرا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا وجود صرف دیومالائی قصے اور کہانیوں تک محدود ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ مجھے غور سے دیکھو میں تمہارے سامنے جیتی جاگتی حیثیت میں موجود ہوں۔"

"ہم...... میں تمہاری باتوں کا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"گنیش دیوتا کے بارے میں مشہور روایات پر غور کرو۔ شاید اس کے حوالے سے تم جان لو کہ میں کون ہوں؟"

"پاروتی......" میں نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں......" وہ مسکرائی "میں پاروتی ہوں لیکن میرے بہت سارے روپ ہیں جن کے بارے میں تم ابھی زیادہ نہیں جانتے لیکن اس وقت میں تمہارے سامنے اوما (Uma) کے روپ میں موجود ہوں جسے محبت کی دیوی کہا جاتا ہے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے موت کے منہ سے بچا لیا ورنہ......"

"تمہارا انت (خاتمہ) ہو جاتا اور اس ویرانے میں پڑے پڑے تمہارا کومل شریر جل بھن کر کوئلے کا روپ دھار لیتا۔" وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑے پیار سے بولی۔ "ایک اپرادھی نے ناگ کی شکل میں تمہیں ڈس لیا تھا۔ تم انت کال کی کیفیت سے دوچار تھے۔ میں ادھر سے گزر رہی تھی مجھے تمہاری حالت پر دیا آ گئی اور میں نے تمہارے شریر سے سارا زہر نکال کر تمہیں ایک نیا جیون دان کر دیا ہے...... کیا تم میرا شکریہ بھی ادا نہیں کرو گے۔"

"میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم نے مجھے موت کے منہ سے بچا لیا لیکن......" میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"تم خاموش ہو گئے پر تو میں جانتی ہوں کہ تمہارے من میں کیا ہے۔" پاروتی نے مسکرا کر کہا۔ "تم اس وچار میں گم ہو کہ اس تپتے صحرا سے کون تمہیں مکتی دلائے گا۔"

"ہاں...... ہاں......" میں نے تیزی سے کہا "میں یہی سوچ رہا تھا۔"

"چنتا مت کرو......" وہ بڑی اپنائیت اور محبت سے بولی۔ "جب میں تمہیں ایک نیا جیون دان کر سکتی ہوں، تمہاری بیاکل آتما کو چین پہنچا سکتی ہوں تو تمہیں اس نرک (دوزخ) سے مکتی بھی دلا سکتی ہوں۔"

"لیکن تم یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو۔" میں نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔ "جب میرا تمہارے دھرم سے کوئی تعلق نہیں تو پھر تم مجھ پر اس قدر مہربان کیوں ہو......"

"ابھی تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "کل کیا ہو گا...... یہ کیول دیوتاؤں کے اور کوئی نہیں جانتا تم صرف اتنا سمجھ لو کہ دھرم کا دھرم سے نہ سہی لیکن شریر کا شریر سے کوئی نہ کوئی سمبندھ ضرور ہوتا ہے جو چیز اچھی لگتی ہے منش اسے حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے...... یہی ایک کارن تھا کہ مجھے تم پر دیا آ گئی۔"

"اور وہ کوبرا......" میں نے جھرجھری لے کر سوال کیا۔

"وہ شیش ناگ تھا جسے دیوتاؤں نے کشٹ دیا ہے اسی کارن وہ تمہیں ڈس کر اپنے من کو شانتی دینا چاہتا تھا لیکن دیوتاؤں کی کچھ اور ہی اچھا تھی اس لیے مجھے تمہاری سہائتا کے لیے بھیج دیا گیا۔"

پاروتی کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں ایسی باتیں کر رہی تھی اور میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اس صحرا سے نجات کس طرح حاصل کروں گا۔ پاروتی کی خوبصورت آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں وہ اپنے وجود میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک کسی ماہر سنگتراش کا ایک انمول شاہکار نظر آ رہی تھی کوئی اور وقت ہوتا تو شاید میں اس کی شان میں قصیدے لکھنے بیٹھ جاتا اور اس کے حسین قرب سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہ رہ سکتا لیکن اس وقت تپتے صحرا میں موت کا تصور مجھے پریشان کر رہا تھا وہ میرے دل کا بھید سمجھ رہی تھی چنانچہ ایک دل ربا انداز میں تھرکتی بل کھاتی میرے اتنے قریب آ گئی کہ میں اس کی سانسوں کو اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا۔

"تمہیں شاید ابھی تک میرے پاروتی ہونے پر وشواس نہیں آیا۔" اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"یہ...... شاید اس لیے کہ مجھے دیومالائی قصے کہانیوں پر کبھی یقین نہیں آیا۔"

"تم مورکھ ہو جو ایسا سوچتے ہو" پاروتی نے اس بار قدرے

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

سنجیدگی سے کہا۔ "ہم شاید ابھی تک انگریزوں کی غلامی سے اپنی سوچوں کو آزاد نہیں کر سکے۔ وہ بڑے سے بڑا جھوٹ لکھ دیں ہم اس پر آنکھ بند کر کے وشواس کر لیتے ہیں۔ ان کے الٹے سیدھے قصے اور بے سروپا کہانیاں ہمارے من کو موہ لیتی ہیں اس لیے کہ ہم انہیں خود سے زیادہ بلوان اور سچا سمجھتے ہیں پر تو اصلیت یہ نہیں ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے ذہنوں پر ان ہی سفید چمڑی والوں کا راج ہے۔ ہم نے ابھی تک وہ شکتی پراپت نہیں کی ہے جو تمہیں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کا طریقہ بتا سکے...... ہم ان کی تمام باتوں پر آنکھ بند کر کے وشواس کر لیتے ہیں لیکن اپنے سچے قصے اور کہانیوں کو جھوٹ جان کر ٹھکرا دیتے ہیں۔"

وہ مجھے سچ اور جھوٹ کا فلسفہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی اس کی باتیں اپنی جگہ درست تھیں لیکن اس وقت مجھے غلامی اور آزادی کے فلسفے سے زیادہ اپنی زندگی کی فکر لاحق تھی۔ دھوپ کی شدت اور تپتی ریت کی حدت میرے وجود کو جھلسائے دے رہی تھی۔ میں پاروتی کی قوت کے بارے میں کتابی صورت میں بہت کچھ پڑھ چکا تھا لیکن مجھے ان بے سروپا باتوں پر یقین کبھی نہیں آیا تھا یہ اور بات ہے کہ اس قسم کی کہانیوں کو پڑھنے میں مجھے ایک خاص لطف محسوس ہوتا تھا۔ میں ابھی اپنے خیالات میں محو تھا کہ پاروتی کی مترنم آواز میرے کانوں میں رس گھولتی ہوئی سنائی دی۔

"میں تمہارے من کا بھید دیکھ رہی ہوں...... تمہیں دیوی دیوتاؤں کے قصے کہانیوں سے زیادہ اپنے جیون کی چنتا پریشان کر رہی ہے...... تم بڑے بھاگوان ہو جو تمہیں میری سہائتا حاصل ہو گئی۔ میں تمہیں وشواس دلاؤں گی کہ میری شکتی اپرم پار (لامحدود) ہے اور میں سندر سپنوں کو بھی سچائی کا روپ دے سکتی ہوں...... تم میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر آنکھیں بند کر لو پھر شاید تمہیں پاروتی کی قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر اس کا نرم و نازک ہاتھ تھام لیا جس میں زندگی کی تمام تر حرارتیں موجود تھیں۔ مجھے جھرجھری سی آ گئی۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون نے لاوے کی شکل اختیار کر لی جو بے اختیار پھٹ کر ابل پڑنے کو بے چین تھا مگر یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔

میں پاروتی کی قوت آزمانا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اس کا ہاتھ پوری قوت سے تھام کر آنکھیں بند کر لیں دوسرے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں فضا میں اڑ رہا ہوں کچھ دیر تک میں اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر میرے قدم دوبارہ زمین پر پڑے اس کے ساتھ ہی میں نے پاروتی کے کہنے پر آنکھیں دوبارہ کھول دیں۔ مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا اس لیے کہ اب میں کسی تپتے ہوئے صحرا کے بجائے ایک قبرستان کے اندر موجود تھا

رومانی ناول

لڑکی اس گلی کی	اسلم راہی ایم-اے	100/-
اس جلتے جہاں میں	اسلم راہی ایم-اے	100/-
خدا کہاں ہے	اسلم راہی ایم-اے	75/-
جلتے بجھتے لوگ	اسلم راہی ایم-اے	75/-
سیرا	اسلم راہی ایم-اے	75/-
روتے کنول	اسلم راہی ایم-اے	75/-

جہاں بے شمار کچی پکی اور مسمار قبریں نظر آ رہی تھیں اور درختوں کے جھنڈ بھی موجود تھے جن کی ہوا میرے جسم کو تازگی بخش رہی تھی۔

"کیا اب بھی تمہیں پاروتی کی شکتی کا وشواس نہیں آیا۔"

اس کی آواز سن کر میں چونکا میں نے نظریں گھما کر اس کی طرف دیکھا تو دہشت سے میرا برا حال ہو گیا۔ پاروتی کے حسن میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا لیکن وہ منظر ناقابل یقین ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا کربناک تھا۔ اس کا سر جسم سے علیحدہ تھا جسے پاروتی نے بالوں سے پکڑ کر سیدھے ہاتھ میں تھام کر فضا میں معلق کر رکھا تھا۔ اس کی کٹی ہوئی گردن سے خون کے تازہ تازہ قطرے ٹپک رہے تھے لیکن اس کے چہرے کے حسن اور خوبصورت آنکھوں کے سحر میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کے تراشیدہ ہونٹ اس وقت بھی مسکرا رہے تھے۔ میں اس کی کیفیت اور اس وحشت ناک منظر کو بھی پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اس کے ہونٹوں میں دوبارہ جنبش ہوئی۔

"میں اب تمہیں چھوڑ کر جا رہی ہوں پر تو اتنا دھیان میں رکھنا کہ دھرتی کی کوئی شکتی بھی مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہے۔"

پھر وہ نگاہوں کے سامنے سے ہوا کے کسی شریر جھونکے کی طرح غائب ہو گئی۔ ایک ثانیے تک میں گنگ کھڑا رہا پھر میں نے قبروں کے درمیان سے گزرنا شروع کیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ جگہ زمین کے کس خطے پر واقع تھی۔ زندگی بچانے کی فکر نے میرے قدموں کی رفتار تیز کر دی۔ میں جلد از جلد کسی آبادی تک پہنچنا چاہتا تھا اس لیے کہ بھوک اور پیاس کی شدت نے مجھے پھر پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے اور تاریکی کی چادر اپنا تسلط قائم کر

رہی تھی۔ میں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ گھپ اندھیرا پھیل جانے کی وجہ سے مجھے ہر چیز واضح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں اب قدم سنبھال سنبھال کر اٹھا رہا تھا مگر اچانک اندھیرے میں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں میرا تعاقب کر رہا ہو۔ قبرستان کے ویرانے اور گھپ اندھیرے میں اس بات کا احساس ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز کر دینے کے لیے بہت کافی تھا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ کون ہو سکتا تھا؟ کوئی چور' ڈاکو' لٹیرا یا پھر وہ کوئی بدروح تھی جو مجھے' اپنے کسی انتقامی جذبے کا نشانہ بنانے کو مضطرب تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں۔ میں نے تاریکی کے باوجود اپنی رفتار بڑھانے کی کوشش کی لیکن ناکام" وہ کسی لاوارث قبر کا ٹوٹا ہوا کتبہ ہی تھا جس سے ٹکرا کر میں اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ میں نے برق رفتاری سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن تاریکی میں ابھرنے والے ایک مکروہ قہقہے کی آواز سن کر اچھل پڑا۔ میں نے بیٹھے ہی بیٹھے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ اندھیرے میں کوئی نامعلوم شخص میرے سامنے کھڑا قہقہہ لگا رہا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے مجھے ٹھیک طور پر اس کے خدوخال نظر نہیں آ رہے تھے مگر میں نے یہ ضرور دیکھ لیا تھا کہ وہ دبلا پتلا اور دراز قد کا مالک تھا۔

"تم...... کون ہو تم۔" میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

"میں کون ہوں اس کا اندازہ تمہیں وقت آنے پر ہو گا۔" وہ سنسناتے ہوئے انداز میں بولا۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو۔" میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

"میں چاہوں تو ایک پل میں تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لیے کہ ایک طویل مدت کے بعد مجھے وہ شخصیت مل گئی جس کی مجھے ایک عرصے سے تلاش تھی۔"

"مت...... تمہیں...... کس کی تلاش تھی۔"

"تمہاری......"

"میری......" میں سہم کر بولا۔ "تمہیں میری تلاش کس لیے تھی۔"

"اس لیے کہ تم میرے لیے دنیا کے سب سے کار آمد آدمی ثابت ہو سکتے ہو۔"

"ہم...... میں...... سمجھا نہیں۔" میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ میں پاروتی کے مقابلے میں زیادہ پراسرار اور خطرناک قوتوں کا مالک ہوں۔" اس کی سنسناتی ہوئی خوفناک آواز ابھری۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں دھوکا ہوا ہے۔" میں نے ہمت کر کے کہا۔ "میں وہ شخص نہیں ہوں جس کی تمہیں تلاش ہے ممکن ہے تاریکی کی وجہ سے تم مجھے شناخت کرنے میں غلطی کی ہو......"

"نہیں......" وہ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ نحوس آواز میں بولا۔ "تاریکی اور گھپ اندھیرے میرے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے میں فاصلوں کی قید سے آزاد ہوں۔ میرا علم میرے لیے کسی طاقت ور روشنی سے بھی زیادہ کار آمد ثابت ہوتا رہا ہے۔ میں زمین کے اندر اور گہرے سمندروں میں غوطہ لگائے بغیر بھی اس کے تحت الثریٰ کا احوال جان سکتا ہوں۔"

"میں تمہاری قوتوں پر شبہ نہیں کر رہا لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ میں کس طرح تمہارے لیے کار آمد ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "میرے علم نے آج تک کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا...... اگر پاروتی نے درمیان میں آ کر تمہیں موت سے نجات دلانے کی کوشش نہ کی ہوتی تو میں تمہارے کام آتا...... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس نے میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کیوں کی ہے۔ وقت آنے پر میں اس کے ساتھ بھی پنجہ لڑانے سے دریغ نہیں کروں گا۔"

"یہ تمہارا اور پاروتی کا ذاتی معاملہ ہے لیکن میں کس جرم کی پاداش میں چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پیسا جا رہا ہوں۔" میں نے عاجز آ کر کہا۔

"ابھی رات کا اندھیرا طاری ہے۔ پو پھٹنے دے پھر تجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" اس نے میری پریشانی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا پھر یکلخت کہیں دور سے کھٹ...... کھٹ...... کھٹ کی آواز سنائی دی تو تلملا کر بولا...... "یہ...... یہ اس وقت کہاں سے آ گیا۔" اس کے لہجے میں اضطراب تھا پھر اس کا ہیولا اندھیرے میں بل کھاتا ہوا گم ہو گیا۔

کھٹ کھٹ کی آوازیں بدستور میری قوت سماعت سے ٹکرا رہی تھیں میں نے آواز کی سمت پلٹ کر دیکھا تو اندھیرے میں ٹمٹماتی ہوئی روشنی کا ایک مختصر سا دائرہ فضا میں معلق میری جانب بڑھ رہا تھا میں جلدی سے کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا مجھے اس بات کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ سنسناتی آواز میں بولنے والا نامعلوم شخص اسی کھٹ کھٹ کی آواز سے گھبرا کر تاریکی میں گم ہو گیا تھا۔

میری کیفیت اس وقت کسی خوفناک اور ہولناک فلم کے اس ہیرو سے مختلف نہیں تھی جسے حالات کے پراسرار گورکھ دھندوں میں الجھا کر فلم بینوں کے دلوں کی دھڑکنوں سے کھیلا جاتا ہے فرق صرف اتنا تھا کہ ہیرو اپنے چہرے کے مصنوعی تاثرات سے تماش بینوں کو نقل کو اصل اور جھوٹ کو سچ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ میں واقعی ایسے حالات سے دوچار تھا جنھوں

www.urdukorner.com

نے مجھے بری طرح خوفزدہ کر دیا تھا۔

میری نگاہیں اس روشنی پر جم کر رہ گئی تھیں جو میری طرف بڑھ رہی تھی پھر جب فاصلے ختم ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک سفید ریش بوڑھا شخص تھا جس نے سردی کی شدت سے بچنے کی خاطر اپنے جسم کو ایک پھٹے پرانے کمبل سے لپیٹ رکھا تھا اور وہ روشنی اس دیے کی لو کی تھی جسے بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا مجھے اسے دیکھ کر تقویت ہوئی اس لیے کہ نہ تو وہ کوئی دیو مالائی کردار تھا نہ ہی اندھیرے میں چھپ کر وہ مجھے خوفزدہ کرنے والی کوئی شخصیت تھی' البتہ مجھے اس بات پر تعجب ضرور ہوا تھا کہ وہ ننھا سا چراغ سرد ہوا کے یخ بستہ جھونکوں کے باوجود کس طرح روشن تھا۔ میرے قریب آکر وہ بوڑھا ٹھہر گیا۔ اس کی عمر پچھتر اور اسی سے تجاوز کرتی نظر آرہی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک اور عجیب سی کشش موجود تھی۔ چند لمحے تک وہ چراغ ہاتھ میں لیے کھڑا مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا پھر نرم آواز میں بولا۔

"اتنی رات گئے بستی سے دور اس ویران قبرستان میں کیا کر رہا ہے۔"

"ممم...... میں شاید راستہ بھٹک کر ادھر آنکلا ہوں۔" میں نے پر امید آواز میں کہا۔ "کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔"

"بندہ ہیں...... بندہ" بوڑھے نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "بندہ ہو کر بندے سے مدد مانگ رہا ہے۔ مدد مانگنی ہے تو اس سے طلب کر جس نے مجھے' تجھے اور اس کائنات کو تخلیق کیا ہے...... کائنات' جس میں ہزاروں پر اسرار رموز واشارے موجود ہیں...... بس دیکھنے والی آنکھیں ہونا شرط ہے۔"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں لیکن اس کے باوجود مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت درپیش ہے۔"

"تو نے بھٹکنے کی کوشش ہی کیوں کی تھی۔ جو اب رہنمائی کے لیے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔" اس بار بوڑھے نے نفرت سے کہا۔

"آپ کا ارشاد بجا ہے قبلہ لیکن بھول چوک بھی تو انسانوں ہی سے ہوتی ہے۔"

"آیت الکرسی کا ورد کیا کر......" بوڑھے نے ایک بار پھر الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "جس مکان کی چار دیواری منہدم ہو جائے وہاں چوری اور ڈکیتی کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔"

"محترم...... اس وقت مجھے آپ کے وعظ کی نہیں بلکہ مدد کی ضرورت ہے۔" میں نے قدرے ناخوشگوار انداز اختیار کیا۔

"روشنی دیکھ کر بدک رہا ہے بدبخت" بوڑھے کا لہجہ اور خشک اور حقارت آمیز ہو گیا۔ "اندھیرے میں قلانچیں بھرتے ہوئے تجھے ڈر نہیں لگا تھا...... اپنی اوقات بھول گیا تھا اور اب وعظ سے کترا رہا ہے۔"

"گستاخی معاف قبلہ محترم لیکن اس عمر میں آپ کو اس قسم کی باتیں زیب نہیں دیتیں۔" میں نے بوڑھے کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ اگر میری رہنمائی نہیں کر سکتے تو اپنی راہ لیں' میں اپنا راستہ خود ہی تلاش کر لوں گا۔"

"گھر واپس جانا چاہتا ہے...... جا' واپس پلٹ جا۔" بوڑھے نے جلال کی کیفیت میں کہا پھر اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں جو ٹیڑھی میڑھی لکڑی پکڑ رکھی تھی گھما کر اچانک اتنے زور سے میرے سیدھے پاؤں کی ہڈی پر ماری کہ میں درد سے بلبلا اٹھا۔

پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی' میں نے سائڈ لیمپ روشن کر کے سہمی سہمی نظروں سے ماحول کا جائزہ لیا۔ میں اس وقت اپنے کمرے میں ہی اپنے بستر پر موجود تھا البتہ سردی کے باوجود میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا میں نے اٹھ کر تھرماس سے پانی نکال کر پیا پھر اس خیال سے کہ ہندو دیو مالائی کہانیاں پڑھنے کے سبب شاید میں نے سوتے میں کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور دوبارہ سونے کے ارادے سے لحاف میں دبک گیا۔ میرے ذہن سے خواب کی تمام باتیں مٹ چکی تھیں لیکن میں اپنی داہنی ٹانگ میں اس جگہ ہلکا ہلکا درد ضرور محسوس کر رہا تھا جہاں خواب میں نظر آنے والے بوڑھے نے لکڑی ماری تھی...... شاید وہ بھی اس بھیانک خواب کا نفسیاتی رد عمل تھا جسے میں نے کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔

□

مقابلے کے امتحان کا نتیجہ نکلا تو میرے علاوہ میرے گھر والوں کی بھی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے پورے صوبے کے طلبا اور طالبات میں تیسری پوزیشن حاصل کی تھی۔ والد صاحب ڈی آئی جی کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے تھے اس لیے ان کی دیرینہ آرزو تھی کہ میں بھی پولیس سروس میں نام روشن کروں جبکہ میری والدہ نہ جانے کیوں اس ملازمت کے خلاف تھیں۔ بہرحال پولیس سروس میں ایک الگ رعب' دبدبہ' شان و شوکت' تجسس اور پھر سب سے بڑا صاحب اختیار ہونے کا نشہ ہوتا ہے چنانچہ میں بھی ایسے نشے سے سرشار تھا اور نتیجہ دیکھنے کے بعد ہی میں نے طے کر لیا تھا کہ قانون کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لوں گا خواہ اس کے لیے مجھے بڑی سے بڑی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ لیکن یہ وقتی جذبہ تھا جو غالبا" میرے علاوہ دوسرے تمام کامیاب ہونے والے طلباء کے دل میں بھی ضرور ابھرتا ہوگا لیکن مستقبل کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگر انسان کو آنے والے کل کا حال قبل از وقت ہو جائے تو شاید دنیا کے تمام جھگڑے ختم ہو جائیں اور یہ دنیا جنت کا گہوارہ بن جائے۔

www.urdukorner.com

بہرحال بزرگوں کی دعاؤں اور اپنی لگن سے میں نے زبانی امتحان میں بھی جس میں اکثر طلبا یا تو کوئی تگڑی سفارش نہ ہونے کے سبب ناکام ہو جاتے ہیں یا پھر صوبائیت کا گھناؤنا جراثیم ان کے مستقبل کو دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے لیکن مجھے خدا کی ذات سے پوری امید تھی اور اسی کی کرم نوازی تھی جو اس نے ایک بار پھر مجھے سرخرو کیا تھا اس روز خاص طور پر میرے والد بہت مسرور تھے۔ دن بھر محلے کے لوگوں اور غریب غرباء میں مٹھائی تقسیم ہوتی رہی پھر شام کو جب گھر کے سارے فرد جمع ہو کر بیٹھے تو میرے والد صاحب نے کہا۔

"شہباز بیٹے' خدا کا شکر ہے کہ تم بغیر کسی سہارے کے آج اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے ہو لیکن میری دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا ایک تو یہ کہ پولیس کی ملازمت صرف پھولوں کی سیج نہیں ہوتی' اس میں خار دار راستوں سے بھی ہو کر گزرنا پڑتا ہے' جس کے لیے بڑے حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے' فرض کی ادائیگی کرتے وقت ایک سچے پولیس آفیسر کو اپنے اور پرائے کی شناخت کیے بغیر قانونی تقاضوں کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ جرم اور قانون کا رشتہ بہت نازک ہوتا ہے ایک ذرا سی غفلت انسان کو کامیابیوں سے قریب تر لا کر اکثر بہت دور لے جاتی ہے۔ اس لیے جب بھی کوئی فیصلہ کرنا بہت سوچ سمجھ کر کرنا اور ان فیصلوں میں بھی کوئی لچک نہ آنے دینا۔ ہمیشہ ثابت قدم رہنا' آہنی ارادے ہمیشہ کامیابی اور کامرانی کی دلیل ثابت ہوتے ہیں اور دوسری بات یہ کبھی نہ بھولنا کہ تم ایک ریٹائرڈ ڈی آئی جی کی اولاد ہو جس نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے سر کو سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے جھکانا نہیں سیکھا۔"

"ایک بات اور اس کی کھوپڑی میں بٹھا دو۔" میری والدہ نے جنہیں میری پولیس کی نوکری کی ملازمت ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی قدرے تنک کر کہا۔ "یہ کہ تم ایک خالص پٹھان کی اولاد ہو جس کی رگوں میں پٹھانی خون دوڑ رہا ہے اور پٹھان وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ سینے پر گولی کھاتا ہے' پیٹھ دکھانا مردوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ چاہے توپ کے دہانے میں بھی چھلانگ لگانی پڑے اور زندگی خود اپنی موت کو خدانخواستہ دعوت کیوں نہ دیتی پڑے۔"

"مردانگی اور شجاعت کے کاموں میں خطرات سے تو بہرحال کھیلنا پڑتا ہے۔" والد صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔

"لیکن خدا نے عقل بھی دی ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ مصلحت اور وقت کی نزاکت کو بھی پیش نظر رکھو' عقل کو استعمال کرنا سیکھو اور خوامخواہ ہر معاملے میں ٹانگ نہ پھنساتے رہا کرو۔" میری والدہ نے کہا۔

"تم تو شاید ... عملی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے ہی روکنا چاہتی ہو۔"

"ضروری تو نہیں ہے کہ ڈاکٹر کا بیٹا ہمیشہ ڈاکٹر یا حکیم کی سند کی خاطر لازمی لیے اس کے پیچھے دوڑتا رہے۔" والدہ نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "دنیا میں اور بھی ہزاروں راستے ہیں جن پر چل کر انسان نام اور روزی دونوں کما سکتا ہے۔ جان بوجھ کر خطرات سے کھیلنا بھلا کہاں کی دور اندیشی ہے پھر تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں امی جان۔" میں نے ماں کا دل رکھنے کی خاطر کہا۔ "میں پولیس کی ملازمت کے دوران ہمیشہ آپ کی نصیحت کو فوقیت دوں گا اور اس بات کا وعدہ بھی کرتا ہوں کہ بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم کبھی نہ اٹھاؤں گا۔"

بہرحال جب تک میری تعیناتی کے حکم نہیں آگئے تب تک یہ چشمک ابو اور امی کے درمیان برابر جاری رہی۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ زبانی امتحان میں کامیابی کے بعد مجھے پولیس ٹریننگ کا کورس بھی مکمل کرنا پڑا تھا اور خدا کے فضل و کرم سے میں نے اس میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔

میں نے جب والد صاحب سے اپنے پوسٹنگ آرڈر کا ذکر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں تحصیل روپ نگر میں تعینات کیا گیا ہوں تو وہ ایک لمحے کو کسی سوچ میں گم ہو گئے۔

"خیریت تو ہے ابو۔" میں نے پوچھا۔ "کیا آپ کو اس بات کی خوشی نہیں ہوئی کہ آج میری عملی زندگی کا پہلا دن ہے۔"

"میں بہت خوش ہوں شہباز بیٹے۔" والد صاحب نے فورا ہی اپنے چہرے کے تاثرات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "روپ نگر یوں تو ایک چھوٹی سی تحصیل ہے جو پچیس تیس مربع میل کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے یہ بھی ایک فائدے کی بات ہے کہ اس تحصیل میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ہی اپنے محکمے کا سربراہ ہوتا ہے ہر طرف اس کی بادشاہت ہوتی ہے لیکن......" میرے والد صاحب کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئے تو میں نے پر تجسس لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے ابو...... آپ خاموش کیوں ہو گئے۔"

"کوئی خاص بات نہیں لیکن میں چاہتا تھا کہ تمہاری پہلی پوسٹنگ شہر کے اندر ہی ہوتی تو زیادہ مناسب تھا۔" والد صاحب نے بڑی خوبصورتی سے بات ٹالنے کی کوشش کی تھی لیکن میری رگوں میں ان ہی کا خون دوڑ رہا تھا اس لیے میں نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو والد صاحب مجھ سے چھپانا چاہتے تھے۔

"کیا آپ ملازمت کے دوران کبھی روپ نگر میں ڈیوٹی سر انجام دے چکے ہیں۔" میں نے والد صاحب کو کریدنے کی خاطر بھولپن سے دریافت کیا۔

"نہیں...... اس کا اتفاق نہیں ہوا لیکن اس تحصیل کا نام

روپ نگر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہاں قدرتی مناظر قدم قدم پر بکھرے پڑے ہیں' آبادی کے ساتھ ساتھ پہاڑ اور جنگلات کا سلسلہ بھی ہے' ان جنگلات میں خاص طور پر ہرن کا شکار کرنے کی خاطر شکاری حضرات دور دراز کے علاقوں سے آتے رہتے ہیں۔ ایک بڑی جھیل بھی ہے جو آبادی کے ساتھ ہی واقع ہے۔ ڈاک بنگلہ بھی ہے جہاں افسران جا کر ٹھہرتے ہیں اس تحصیل میں مسلمانوں کے مقابلے میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے تمہیں ہر معاملے میں بڑی دور اندیشی سے کام لینا ہوگا۔" والد صاحب نے آخری جملہ نہایت سنجیدگی سے کہا پھر یکلخت مسکرا کر بولے۔ "تحصیل سے ملحق پہاڑی سلسلوں کے بارے میں وہاں کے مقامی لوگوں نے عجیب و غریب پراسرار قصے اور کہانیاں گھڑ رکھی ہیں۔"

"مثلاً......"

"مثلاً یہ کہ ان پہاڑیوں کے اندر کہیں انگریزوں کے دور کا سونے اور چاندی کا بہت بڑا ذخیرہ دفن ہے جو کسی ادب جی ہندو کی ملکیت ہے لیکن جب انگریزوں نے اس ریاست پر بھی اپنا تسلط جمایا تو اس ہندو ادب جی نے اس خوف سے کہ کہیں گوری چمڑی والے اس کے مال و زر کو بھی سرکاری تحویل میں نہ لے لیں اس پہاڑی سلسلے میں کہیں چھپا دیا..... میرے خیال میں یہ سب من گھڑت کہانیاں ہیں۔ لیکن آج بھی بے شمار لوگ اس خزانے کو حاصل کرنے کی خاطر سرگرداں اور پریشان سنگلاخ چٹانوں پر مارے مارے پھرتے ہیں۔"

"پھر تو روپ نگر کی پوسٹنگ میرے لیے کافی ایڈونچرس ثابت ہوگی۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"ایک بات پوچھوں اگر آپ برا نہ مانیں۔" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"پوچھو......"

"ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ روپ نگر میں میری تعیناتی کے حکم سے خوش نہیں ہیں۔"

"ایک حد تک تمہارا خیال درست بھی ہے۔" والد صاحب نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"کوئی خاص وجہ......"

"مجھے براہ راست ان واقعات سے واسطہ نہیں پڑا لیکن میں نے سن رکھا ہے کہ روپ نگر کے باسی نہ صرف یہ کہ جادو ٹونے پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ان لوگوں سے بھی بہت زیادہ خوفزدہ نظر آتے ہیں جنہوں نے خود کو گندے عملیات کا ماہر بنا کر روزی کمانے کا ایک پراسرار طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔"

"کیا اس میں کوئی اصلیت بھی ہے۔" میں نے تجسس بھرے انداز میں کہا۔ "ظاہر ہے کہ ریاست میں کوئی نہ کوئی ایسے

عظیم مدبر عظیم قائد (زاہد حسین انجم) 150/-

(قائداعظم محمد علی جناح کے حالات زندگی)

قائد ملت لیاقت علی خان (زاہد حسین انجم) 150/-

(پاکستان کے پہلے وزیراعظم کے حالات زندگی)

مکتبہ القریش اردو بازار- لاہور 2

پراسرار واقعات ضرور رونما ہوئے ہوں گے جس کی وجہ سے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہوا ہوگا۔"

"میں نے اس سلسلے میں بھی زیادہ دلچسپی نہیں لی لیکن اس کے باوجود تمہیں میرا مشورہ ہے کہ ریاست میں رہ کر تمہیں بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔ ویسے میں کوشش کروں گا کہ تمہارا تبادلہ کسی مناسب جگہ ہو جائے اور ہاں..... ان جادو ٹونے اور پراسرار واقعات والی بات کا ذکر اپنی ماں کے سامنے زبان پر نہ لانا ورنہ وہ تمہیں کسی قیمت پر روپ نگر جانے کی اجازت نہیں دیں گی۔"

"مجھے معلوم ہے کہ وہ ماں ہونے کے ناتے میرا ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خیال رکھتی ہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ مطمئن رہیں' اس وقت جو باتیں ہمارے درمیان ہوئی ہیں اس کا علم کسی اور کو نہیں ہوگا۔"

"ڈیوٹی جوائن کرنے کے لیے تمہیں کتنی مہلت دی گئی ہے۔" والد صاحب نے دریافت کیا۔

"ایک ہفتہ' لیکن میرا خیال ہے کہ میں ایک دو روز پہلے ہی وہاں پہنچ جاؤں تاکہ اچھی طرح سے تمام [illegible] لے سکوں۔"

www.urdukorner.com

"نہایت مناسب خیال ہے..... میں بھی تمہیں یہی مشورہ دینے والا تھا۔" والد صاحب نے میری رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا پھر کچھ یاد کرتے ہوئے بولے۔ "روپ نگر میں ایک شخص تمہارے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے..... دھرم داس کسی زمانے میں میرے ماتحت ایس پی کی حیثیت سے کام کر چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کچھ عرصے کے لیے اس ریاست میں

بھی اپنے فرائض منصبی انجام دے چکا ہے۔ اگر میری یادداشت مجھے دھوکا نہیں دے رہی تو شاید اس نے ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد روپ نگر ہی میں اپنا ڈیرہ جما رکھا ہے اور وہاں کے بااثر زمینداروں میں شمار کیا جاتا ہے اسے یقیناً یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تم نادر خان کے بیٹے ہو۔"

چار روز تک میں اپنی روانگی اور پرانے ساتھیوں سے ملنے جلنے میں مصروف رہا۔ پھر جب چلتے وقت میں نے اپنی ماں کی خواہش پر پہلی بار وردی پہنی اور اس پر اپنے رینک بیج لگا کر ماں کو زوردار سیلوٹ کیا تو ان کی آنکھیں خوشی کے احساس اور ممتا کے جذبوں سے چھلک اٹھی تھیں۔ انہوں نے مجھے ہزاروں بلائیں لینے اور دعائیں دینے کے بعد رخصت کیا تھا پھر ان ہی کے بے حد اصرار پر مجھے آخری وقت پر اپنے پرانے ملازم احمد علی کو بھی ساتھ لینا پڑا تھا۔

✣

والد صاحب کی اطلاع کے عین مطابق روپ نگر کی تحصیل میرے لیے ایک پرفضا اور دلچسپ مقام ثابت ہوئی۔ میں چونکہ والد صاحب کے ساتھ اکثر شکار پر بھی جایا کرتا تھا اس لیے مجھے خوشی تھی کہ اب میں روپ نگر سے ملحق جنگلات میں تنہا بھی شکار کے شوق سے لطف اندوز ہو سکوں گا جہاں والد صاحب کی اطلاع کے مطابق ہرن کثرت سے پائے جاتے تھے۔

روپ نگر چونکہ زیادہ بڑی جگہ نہیں تھی اس لیے میں نے تین روز کے اندر اندر گھوم پھر کر اس کا بخوبی جائزہ لے لیا۔ ان دنوں میرا قیام ایک اوسط درجے کے ہوٹل میں تھا۔ اسی دوران میں نے والد صاحب کے دوست دھرم داس جی سے بھی ملاقات کی جو زمینداری کے کاموں میں مصروف تھے اور ان کا شمار بلاشبہ بڑے زمینداروں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا تھا۔ دھرم داس جی کا اصرار تھا کہ میں ان کے ساتھ قیام کروں بلکہ انہوں نے اس بات کا شکوہ بھی کیا تھا کہ میں نے ان کے ہوتے ہوئے ہوٹل میں قیام کے بارے میں کیوں سوچا۔

بہرحال چوتھے روز میں نے اپنے عہدے کا چارج سنبھال لیا اور اس رہائش گاہ میں منتقل ہو گیا جو میرے لیے مخصوص تھی۔ اس عمارت میں جو ایک بڑے بنگلے کی شکل میں تھی کل پانچ کمرے تھے جن میں سے تین کمرے میری رہائش کے لیے تھے جبکہ ایک کمرہ بطور آفس استعمال ہوتا تھا اور پانچویں کمرے میں جو خاصا وسیع و عریض تھا وہاں میرے عملے کے افراد بیٹھتے تھے۔ پولیس چوکی میری رہائش گاہ سے تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔

میرا عملہ کل آٹھ افراد پر مشتمل تھا جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ انسپکٹر کا نام بدر اقبال تھا جو ابھی حال ہی میں تعینات ہوا تھا اس کے علاوہ ایک اے ایس آئی رام دیال تھا جو تقریباً دو سال سے وہاں ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا' چھ عدد پولیس والے تھے جس میں موہن لال بطور اردلی میرے کاموں پر مامور تھا بقیہ پولیس والوں میں سے تین ہندو اور دو مسلمان تھے۔

میرے لیے ملازمت کا وہ پہلا تجربہ تھا۔ میں مردم شناس ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتا لیکن ہر شخص کے اندر ایک چھٹی حس ضرور ہوتی ہے جو اسے اچھے اور برے کی نشاندہی کرتی رہتی ہے چنانچہ میں نے بہت جلد اس بات کا اندازہ لگا لیا کہ رام دیال کو وہاں میری تعیناتی شاق گزری تھی بظاہر وہ ایک اچھے اور فرمانبردار ماتحت کی طرح میرے حکم کی تعمیل کرتا تھا لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں یہ احساس میرے دل میں پختہ ہوتا چلا گیا کہ وہ کچھ پراسرار شخصیت کا مالک ہے لیکن میں نے اس سلسلے میں زیادہ کھوج لگانے کی ضرورت یوں محسوس نہیں کی کہ ہر شخص کو کسی چیز کو پسند یا ناپسند کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ چھ سپاہیوں میں چار ہندو اور دو مسلمان تھے اور مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ اپنا فرض نبھانے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیتے تھے۔

دو مہینے کے اندر اندر میں نے پوری تحصیل کو نہ صرف یہ کہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا بلکہ تحصیل دار' اس کے عملے اور دیگر مقامی افسران سے بھی اچھی خاصی صاحب سلامت پیدا کر لی تھی اور اس سلسلے میں والد صاحب کے پرانے دوست دھرم داس نے خاص طور پر میرا بہت ساتھ دیا تھا روپ نگر تحصیل میں جو واحد اسسٹنٹ سٹی مجسٹریٹ' راکیش ورما تعینات تھے' وہ بھی میرے والد کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے وہ بھی جلد مجھ پر مہربان ہو گئے۔ راکیش ورما ویسے تو ذات پات کے اعتبار سے ہندو تھے لیکن بے حد ملنسار اور نیک آدمی تھے۔ کشادہ ذہن کے مالک ہونے کی وجہ سے انہوں نے کبھی خود کو نہ تو کسی کیس میں پارٹی بنایا نہ ہی صوبائیت اور فرقہ پرستی کا مظاہرہ کیا۔ مجھے موہن لال نامی جو اردلی ملا تھا وہ روپ نگر کے باسیوں کے علاوہ وہاں کے چپے چپے سے واقف تھا اور ہر معاملے میں اپنی حد کے اندر رہتے ہوئے میری رہنمائی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا' میرے لیے کھانا پکانا اور گھریلو کام کاج میرے دیرینہ ملازم احمد علی نے سنبھال رکھا تھا غرضیکہ مجھے روپ نگر میں کسی قسم کی کوئی دشواری نہیں تھی۔ پندرہ روز میں ایک بار میں موہن لال کو ساتھ لے کر جنگلات کی طرف نکل جاتا اور ایک آدھ خرگوش مار لیتا۔

ایک روز میں شام کی وقت شکار سے واپس لوٹ رہا تھا کہ ایک نوجوان عورت نے جس کی عمر پچیس سال اور چہرے کے نقوش تیکھے اور جاذب نظر تھے میرا راستہ روک لیا' مگر پاتھ جا کر اس نے ایک لمحے کو مجھے گھورا پھر بڑی روکھائی سے قدرے درشت لہجے میں بولی۔

www.urdukorner.com

"مجھے تم سے ایک شخص کی شکایت کرنی ہے جو کئی بار میرا راستہ روک کر مجھے تنگ کر چکا ہے' ایک نمبر کا ۔۔۔ آدمی ہے۔"

"اے مورکھ ۔۔۔ ہٹ راستے سے۔" میرے اردلی نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ "اگر تجھے کسی کے خلاف پرچی کٹوانی ہے تو دفتر آ کر بات کرنا۔"

"میں جانتی ہوں ۔۔۔ تو بھی اس کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لیے کہ وہ سیٹھ ساہوکار ہے ۔۔۔ کا پاپا' دوسروں کی طرح تیری مٹھی بھی گرم کرتا ہوگا۔ جبھی تو بھی مجھ پر غرا رہا ہے۔"

"ہٹتی ہے راستے سے یا لگاؤں ایک الٹے ہاتھ کا۔" موہن لال غصے سے بولا۔ "بڑی آئی کہیں کی ستی ساوتری بن کر۔"

قریب تھا کہ اس عورت اور میرے اردلی کے درمیان تو تو میں میں طول پکڑ جاتی لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر دونوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر عورت کو گھورتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کس کی شکایت کرنی ہے۔"

"پٹواری کے ۔۔۔ منشی پریم چندر کی۔" وہ ایک بار پھر گندی زبان میں بولی۔ "آئے دن مجھے اکیلا پا کر اس ۔۔۔ کو مستی سوجھنے لگتی ہے' کسی دن میرا دماغ پلٹ گیا تو اس کے کھوپڑی کی سارے کیڑے جھاڑ کر رکھ دوں گی۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔" میں نے معاملہ وقتی طور پر رفع دفع کرنے کی خاطر کہا۔ "میں کل ہی کسی وقت پریم چندر کو بلا کر سختی سے سمجھا دوں گا۔ وہ آئندہ تمہیں تنگ نہیں کرے گا۔"

"سبق تو اسے میں بھی ٹھیک ٹھاک پڑھا سکتی ہوں لیکن تم نئے آئے ہو اس لیے میں نے سوچا کہ تمہیں بھی آزما لوں۔"

"تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"عورت جوان ہو اور غریب ہو تو اسے کسی کا وشواس نہیں کرنا چاہیے۔" وہ بغیر میری شخصیت یا عہدے سے مرعوب ہوتے ہوئے بڑی نفرت اور حقارت سے بولی۔ "تم سے پہلے جو بڑا افسر یہاں آیا تھا وہ ۔۔۔ بھی مجھے دیکھ کر اپنی مونچھوں کو بل دینے لگتا تھا۔"

"کیا تم بغیر گالی بکے کوئی بات نہیں کر سکتیں۔" میں نے اس بار قدرے سختی سے کہا۔

"تم نے ابھی یہاں صرف انسانوں کو دیکھا ہے ان ۔۔۔ کتوں کو نہیں دیکھا جو کسی اکیلی عورت کو دیکھ کر زبان لپلپانے لگتے ہیں۔" اس نے پھر ایک گندی گالی بکتے ہوئے جواب دیا۔

"شٹ اپ ۔۔۔" میرا لہجہ یکلخت درشت اور افسرانہ ہو گیا "اب کی بار اگر تم نے فضول بکواس کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

جواب میں اس نے مجھے گھور کر دیکھا' وہ میرے لب و لہجے سے مرعوب نہیں ہوئی تھی لیکن اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا مجھے سر سے پاؤں تک عجیب نظروں سے گھورتے ہوئے کولہے مٹکاتی جھیل کی سمت قدم اٹھانے لگی۔ میں نے بھی کچھ دیر تک خاموشی سے اپنا سفر جاری رکھا پھر موہن لال کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کون تھی یہ عورت ۔۔۔"

"جمنا ۔۔۔" موہن لال نے دبی زبان میں کہا۔ "بڑی ہی گندی اور خرانٹ عورت ہے۔ قصبے کے بھلے مانس تو اسے دور سے دیکھ کر ہی اپنا راستہ بدل دیتے ہیں۔"

"کرتی کیا ہے ۔۔۔؟"

"جھیل کے کنارے اپنی ایک اندھی اور بوڑھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔" موہن لال نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "کوئی کام دھندا بھی نہیں کرتی لیکن اچھے سے اچھا کھاتی اور پہنتی ہے' بڑی کم ذات عورت ہے سرکار' جب چاہتی ہے بھرے بازار میں کسی کی بھی پگڑی اچھال دیتی ہے ۔۔۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا۔"

"ہوں ۔۔۔" میں نے مختصراً جواب دیا اور بولا۔ "پٹواری کے منشی پریم چندر سے اس کا کیا جھگڑا ہے؟"

"جس زمین پر جمنا نے جھونپڑی بنا رکھی ہے وہ سرکاری زمین ہے سرکار' وہ چاہتی ہے کہ کاغذوں میں الٹ پھیر کر کے وہ زمین کا ٹکڑا اس کے نام کر دیا جائے اسی کارن اس کمینی نے پریم چندر کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی لیکن وہ شادی شدہ آدمی ہے اور ایماندار بھی ۔۔۔ جب سے اس نے جمنا کو ٹکا سا جواب دیا ہے وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"تمہارا اپنا کیا خیال ہے جمنا کے سلسلے میں؟"

"میں سمجھا نہیں سرکار۔" موہن لال نے کہا۔

"کسی مرض کے جراثیم جب زیادہ پھیلنے لگیں اور دوسروں کے لیے مہلک ثابت ہونے لگیں تو اس کا کوئی نہ کوئی علاج تو کرنا چاہیے۔"

"اب میں سمجھ گیا سرکار ۔۔۔ لیکن میں آپ کے چرنوں کی دھول ہوں اس لیے ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہوں کہ آپ اس کم ذات کو اسی کے حال پر چھوڑ دیں۔"

"اس طرح تو وہ اور زیادہ خود سری پر اتر آئے گی۔"

"آپ مالک ہیں ۔۔۔ مجھ سے زیادہ برے اور بھلے کی جانکاری رکھتے ہیں لیکن ۔۔۔"

"لیکن کیا ۔۔۔" میں نے وضاحت چاہی اس لیے کہ موہن لال کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تھا۔

"مجھ سے اگر کوئی بھول ہو جائے تو شما کر دیجیے گا سرکار پر تو میں نے اپنے بڑوں کو بھی یہی کہتے سنا ہے کہ گند میں پتھر مارنا اچھا نہیں ہوتا ۔۔۔ منش کے اپنے اجلے اور پوتر کپڑے بھی خراب ہو جاتے ہیں۔"

www.urdukorner.com

"اوکے ۔۔۔ میں سوچوں گا اس سلسلے میں۔" میں نے جمنا کے ذکر کو ختم کرتے ہوئے کہا۔

گھر آ کر میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا پھر اس ورانڈے میں آ کر بیٹھ گیا جس کے سامنے ایک مختصر مگر ہرا بھرا لان موجود تھا احمد علی نے میری پسند کے مطابق کافی تیار کر کے برتن میرے سامنے بیت کی میز پر سجا دیے۔ میں بہت تھکا ہوا تھا اس لیے غسل کرنے کے بعد جب میں نے کافی کا پہلا گھونٹ لیا تو بڑی فرحت محسوس ہوئی۔ کافی ختم کرنے کے بعد میں اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ موہن لال نے آ کر اطلاع دی کہ انسپکٹر بدر اقبال کسی کام سے آئے ہیں' میں نے انسپکٹر کو وہیں ورانڈے میں بلا لیا اور احمد علی کو کافی بنانے کا اشارہ کیا۔

بدر اقبال ایک کم سخن مگر بے حد ذہین افسر تھا اور قانون کی پیچیدگیوں کے علاوہ اپنے فرائض سے بھی بخوبی واقف تھا' مجھے سلیوٹ کرنے کے بعد وہ دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ کافی پینے کے دوران ہمارے درمیان رسمی بات چیت کا سلسلہ جاری رہا پھر بدر اقبال نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"میں اس وقت آپ تک ایک پیغام پہنچانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔" اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اے سی ایم راکیش ورما صاحب نے آپ کو رات کے کھانے کی دعوت دی ہے۔"

"کوئی خاص بات ۔۔۔"

"ان کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ وہ آپ پر خاصے مہربان ہیں شاید اس لیے کہ وہ آپ کے والد کے پرانے واقف کاروں میں سے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو ایک اہم ذمہ داری سونپنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"اہم ذمہ داری سے آپ کی کیا مراد ہے۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہی ثابت ہو مگر ہو سکتا ہے کہ وہ پٹواری اوم پرکاش کی کیس فائل تفتیش کی غرض سے آپ کے سپرد کرنا چاہتے ہوں۔"

"پٹواری اوم پرکاش۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "روپ نگر کے پٹواری کا نام تو منوہر ہے پھر یہ اوم پرکاش ۔۔۔"

"منوہر کو یہ ذمہ داری اوم پرکاش کی پراسرار موت کے بعد سونپی گئی ہے۔"

www.urdukorner.com

"پراسرار موت سے آپ کی کیا مراد ہے۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کے یہاں آنے سے کوئی دو ماہ پیشتر کی بات ہے کہ اوم پرکاش ایک صبح اپنے بستر پر مردہ پایا گیا تھا۔ عام خیال یہی تھا کہ وہ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے مرا ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے ایک عجیب و غریب کہانی بیان کی ہے۔"

"وہ کیا ۔۔۔؟"

"رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش جسم میں خون کی کمی کے سبب ہلاک ہوا تھا۔"

"آئی سی ۔۔۔ مگر اس میں پراسرار بات کیا ہے؟"

"اوم پرکاش کی لاش جس بستر پر پڑی ملی تھی وہیں تقریباً سولہ فٹ لمبا ایک کچا دھاگا بھی ملا تھا جو خون سے تر تھا اور میڈیکل رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش کے جسم میں ایک قطرہ خون بھی باقی نہیں بچا تھا۔"

"کیا مطلب ۔۔۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ کچا دھاگا اس کے جسم کا تمام خون چوس گیا تھا؟"

"جی ہاں ۔۔۔" بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "بذات خود میں بھی کالے علم پر یقین نہیں رکھتا لیکن اوم پرکاش کی موت سے مقامی لوگوں میں یہ تاثر لیا گیا ہے کہ وہ سفلی کے گندے علم کا شکار ہوا ہے ۔۔۔ مقامی پنڈت اور پجاریوں کا بھی یہی خیال ہے کہ سفلی کے علم کے کسی ماہر نے اس کچے دھاگے پر کوئی ہلاکت خیز منتر پڑھ کر دم کیا ہوگا پھر اسے کسی طرح اوم پرکاش کے جسم پر ڈال دیا تھا اور وہ دھاگا رات بھر میں اوم پرکاش کے جسم کا سارا خون پی گیا۔"

"پولیس کی تفتیش کیا کہتی ہے۔"

"اوم پرکاش صبح سویرے اٹھ کر نہانے اور پوجا پاٹ کرنے کا عادی تھا۔" بدر اقبال نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "وقوعہ والے روز جب وہ دن چڑھے تک اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تو گھر والوں کو تشویش لاحق ہوئی۔ انہوں نے بند دروازے کو پیٹا لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں ملا چنانچہ انہوں نے پولیس سے مدد کی اپیل کی۔"

"پھر ۔۔۔" میں نے تجسس سے دریافت کیا۔

"پولیس کی تفتیشی رپورٹ میں بھی یہی درج ہے کہ اوم پرکاش کی خوابگاہ کا دروازہ پولیس نے توڑا تھا جس کے بعد مرنے والے کی لاش ہی دستیاب ہو سکی تھی۔ قرب و جوار میں سوائے اس خونی دھاگے کے اور کوئی ایسے نشانات نہیں مل سکے تھے جو اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کار آمد سمجھے جاتے۔ پولیس نے پوری طرح چھان بین کی پھر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملنے کے بعد فائل کو داخل دفتر کر دیا گیا۔"

"آپ نے ذاتی طور پر کیا اندازہ لگایا تھا۔"

"میں اس حادثے کے دس بارہ روز بعد یہاں تعینات کیا گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔ لیکن کیا آپ نے بعد میں اس بات کی تفتیش کی تھی کہ اوم پرکاش کی موت کے اور کیا اسباب ہو سکتے تھے۔"

"مجھے اس کام پر مامور نہیں کیا گیا تھا لیکن میں نے اپنے

www.urdukorner.com

طور پر کچھ چھان بین ضرور کی تھی۔" بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"اوم پرکاش کی موت واقعی پراسرار تھی کوئی ایسی شہادت یا نشان بھی نہیں ملے تھے جن کے سہارے قاتل یا قاتلوں تک پہنچا جا سکتا مگر اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ اسے قتل کیا گیا ہے۔"

"قتل ـــــ" میں نے تعجب سے کہا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"روپ نگر میں جادو ٹونا' جنتر منتر اور عمل کرنے والے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کیا دھرا کسی عمل کے ماہر ہی کا کرشمہ ہو لیکن اوم پرکاش کو کسی نے بلاوجہ محض تفریح طبع کی خاطر تو نہیں مارا ہو گا' اس کے موت کی پشت پر یقیناً کوئی مقصد کارفرما ہو گا۔ جس کی خاطر کسی کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کرا دی جاتی ہے' بہرحال ایسے کیسز میں کسی کو شبے کی بنیاد پر تفتیش کی خاطر حراست میں تو لیا جا سکتا ہے مگر بغیر کسی شہادت یا عینی گواہ کے پھانسی کے پھندے تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔"

"ون منٹ" میں نے پوچھا۔ "کیا اوم پرکاش کے علاوہ بھی روپ نگر میں اس قسم کی پراسرار اموات ہوتی رہی ہیں۔"

"جی نہیں' میری معلومات کے مطابق یہ پہلا واقعہ ہے لیکن اس کے محرکات کو بھی بہرحال نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"گڈ ـــــ" میں نے بدر اقبال کو تعریفی نگاہوں سے دیکھا۔ "میں بھی ان ہی خطوط پر سوچ رہا تھا مگر آپ کو یہ خیال آیا کہ راکیش ورما نے مجھے اسی فائل کو ڈسکس کرنے کی خاطر کھانے کی دعوت دی ہو گی۔"

"میرا خیال یہی ہے جناب۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ بھی ہو گی۔"

"جی ہاں ـــــ ابھی کوئی دس روز پہلے کی بات ہے جب ورما صاحب نے اس فائل کو ریکارڈ روم سے نکلوا کر اپنی تحویل میں لیا ہے' ہو سکتا ہے کہ اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کوئی نوٹ ان کی فہرست پر آگیا ہو اور وہ اس مشکوک فرد کے بارے میں تفصیلی چھان بین کا ارادہ رکھتے ہوں۔"

"یہاں کل کتنے زمیندار ہیں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"بڑے زمیندار تو دو تین ہی ہوں گے لیکن ـــــ"

"لیکن یہ ممکن نہیں ہے اوم پرکاش کی موت کے پیچھے کسی زمیندار کا ہاتھ ہو۔" میں پرجوش لہجے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "پٹواری چونکہ زمینوں کے حساب کتاب رکھتا ہے اس لیے ممکن ہے کسی نے اپنے کاغذات میں ہیرا پھیری کرانے کی خاطر اوم پرکاش کو خریدنے کی کوشش کی ہو۔ اور اس کے انکار کے بعد اسے راستے سے ہٹا دیا ہو۔"

"اور بھی بہت سے امکانات ہو سکتے ہیں جناب لیکن محض

آج سے قریب قریب ڈھائی ہزار سال پرانی تاریخ دیوتاؤں کے شہر بابل کی کہانی

جسے مصنف نے 35 سال کی طویل ریسرچ کے بعد قلم بند کیا۔

چاہِ بابل

--------- قمر اجنالوی

دنیا کی سب سے بڑی داستان محبت جو ایک سراپا جمال عورت اور ایک سراپا عشق نوجوان کے ٹکراؤ سے پیدا ہوئی اور محبت کی تاریخ بن گئی۔ چاہ بابل تاریخی ناولوں کے ذخیرے میں ایک بہت روشن اور بہت اہم اضافہ ہے۔

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

بڑا سائز 800 صفحات قیمت/-300

امکانات کی بنا پر ہم کسی کی آزادی کو قید میں تو نہیں بدل سکتے۔"

انسپکٹر بدر اقبال میری معلومات کے مطابق پولیس کے محکمے میں گزشتہ آٹھ دس سال سے وابستہ تھا اس لیے ظاہر ہے کہ اس کا تجربہ مجھ سے کہیں زیادہ تھا چنانچہ میں نے اس سلسلے میں مزید کسی پہلو کو کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن بدر اقبال کا قیاس اپنی جگہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ رات کو راکیش ورما نے کھانے کے بعد اسی کیس کی فائل کو میرے حوالے کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ذاتی طور پر اس طرح اوم پرکاش کی موت کی چھان بین کرو کہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے کہ تم کیس پر کام کر رہے ہو۔ مجھے وشواس ہے کہ یہ فائل تمہارے لیے دلچسپ ثابت ہو گی بلکہ تمہارے تجربات میں اضافہ بھی کرے گی۔"

"میں اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کروں گا کہ اوم پرکاش کے قاتل یا قاتلوں کو قرار واقعی سزا دلوا سکوں۔" میں نے پراعتماد انداز میں کہا۔

"تمہارے والد بھی اسی قسم کے پیچیدہ کیسز میں خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے اسی کارن میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔" راکیش ورما نے کہا۔ "تہور خان صاحب مجھ سے بہت سینئر افسر ہیں' مجھے ان کے ساتھ کبھی کوئی براہ راست واسطہ نہیں پڑا لیکن میں نے دوسروں کی زبانی تمہارے پتا کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔"

"میں بھی آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔"

"مجھے تمہارے اوپر پورا پورا وشواس ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔" انہوں نے بڑی رازداری سے کہا۔ "اس بات کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے کہ یہ فائل میں نے تمہارے حوالے کی ہے۔"

"میں ایک سوال کرنا چاہوں گا۔"

"پوچھو ـــــ"

"اوم پرکاش کے قتل یا موت کے بارے میں اتنی رازداری کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم کوئی ایسا ہی سوال کرو گے۔" ورما جی نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا پھر بولے۔ "جو لوگ پٹواری جیسی حیثیت کے افسر کو اپنا راز چھپانے کی خاطر ٹھکانے لگوا سکتے ہیں وہ تمہاری جان کے دشمن بھی بن سکتے ہیں۔"

"لیکن ـــــ"

"تم ابھی جوان ہو' تمہاری رگوں میں جوان خون دوڑ رہا ہے۔" ورما نے تیزی سے کہا۔ "لیکن جوانی اور تجربے میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے تم وشواس نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ اوم پرکاش کو کسی پلید اور گندے عمل کے ذریعے ہی موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔"

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

"کیا آپ ان باتوں کے قائل ہیں۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں ایسی پراسرار باتیں اور کہانیاں آئے دن مشہور ہوتی رہتی ہیں جس کا کوئی کارن سمجھ میں نہیں آتا لیکن پھر بھی وہ سچی ہوتی ہیں...... ہم جس دھرتی پر سانس لے رہے ہیں وہاں ہر بات ممکن ہو سکتی ہے اور کھوجی ایسی باتوں کا کھوج بھی لگا لیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ان کھوجیوں کی باتوں پر دھیان نہ دے۔" وما جی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس تحصیل میں بھی کچھ ایسے لوگ بستے ہیں جو اوپر سے کچھ نظر آتے ہیں لیکن اندر سے بڑے بلوان ہوتے ہیں۔ مہان شکتی کے مالک ہمیشہ بہت سادہ اور معصوم نظر آتے ہیں اسی لیے ہر کوئی ان کا بھید بھاؤ نہیں جان سکتا...... انہیں بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کوئی سزا نہیں دی جا سکتی اور مشکل یہ ہے کہ وہ اپنے اچھے یا برے علم کے زور سے تمام ثبوت مٹا دیتے ہیں۔"

وما جی کی باتیں بھی مجھے کچھ عجیب پراسرار سی لگ رہی تھیں لیکن میں نے ان سے اس موضوع پر بحث مناسب نہیں سمجھی اور اوم پرکاش کی کیس فائل لے کر گھر آ گیا۔ فائل کا مطالعہ میں نے اسی رات کیا لیکن جو کاغذات' گواہوں کے بیانات اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ اس میں موجود تھی اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا تھا' فائل کو میں نے پڑھنے کے بعد سیف میں بند کیا اور سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

دوسری صبح میں حسب دستور اپنے آفس میں بیٹھا مصروف کار تھا کہ رام دیال اے ایس آئی نے اندر داخل ہو کر مجھے سلیوٹ کیا پھر سپاٹ آواز میں بولا۔

"سر...... پٹواری کا منشی پریم چندر آیا ہے اس کے ساتھ دو گواہ اور ہمارا ایک سپاہی بھی ہے' پریم چندر کی رپورٹ کے مطابق جمنا نامی عورت نے اس کی جیب کاٹی ہے لیکن بروقت پکڑ لی گئی اور......"

"اور کیا......؟"

"خود جمنا نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے اس نے پریم چندر کی جیب کاٹی ہے۔"

"پھر......" میں نے رام دیال کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر عینی شاہد موجود ہیں اور جمنا نے بھی اقرار جرم کر لیا ہے تو پریم چندر کی رپورٹ درج کر کے جمنا کو گرفتار کر لیجیے' مجھ سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"جو حکم جناب......" رام دیال واپسی کے ارادے سے مڑا تو میں نے اسے روک کر پوچھا۔

"جمنا کے بارے میں آپ کی کیا رپورٹ ہے۔"

"وہ اچھے کردار کی مالک نہیں جناب...... ہم اس سے پیشتر بھی اسے کئی چھوٹی موٹی وارداتوں کے سلسلے میں بند کر چکے ہیں لیکن وہ ہر بار کسی نہ کسی طرح سزا سے بچ جاتی ہے۔"

"کیا مطلب......"

"مطلب تو آج تک ہماری سمجھ میں بھی نہیں آ سکا لیکن بہرحال ہم عدالت کے فیصلے پر عمل کرنے پر مجبور ہیں۔" رام دیال نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "اسی لیے میرا مشورہ یہ ہے جناب کہ آپ اسے ڈانٹ ڈپٹ کر چھوڑ دیں۔"

"نہیں......" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اگر اس نے کسی کی جیب کاٹی ہے اور گواہ موجود ہیں تو اسے سزا ضرور ملنی چاہیے' آپ قانونی کارروائی کریں اور منشی پریم چندر کو میرے پاس بھیج دیں میں اس سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

جواب میں رام دیال نے مجھے دوبارہ سلیوٹ کیا اور دفتر سے باہر چلا گیا اس کے جانے کے تقریباً پینتالیس منٹ بعد منشی پریم چندر میرے کمرے میں داخل ہوا اور میرے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا' بظاہر وہ بہت نیک اور شریف آدمی تھا لیکن اس وقت کچھ گھبرایا گھبرایا سا لگ رہا تھا کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"کچھ دنوں پیشتر جمنا نے مجھ سے شکایت کی تھی کہ آپ اسے چھیڑتے بھی ہیں۔"

"رام...... رام......" پریم چندر نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں بال بچوں والا آدمی ہوں جناب! آپ جس سے چاہیں اس بات کی تصدیق کر لیں کہ میں نے کبھی تحصیل کی کسی لڑکی کو میلی نظر سے نہیں دیکھا۔"

"پھر خاص طور پر جمنا آپ ہی کے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔ "آج اس نے آپ کی جیب پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی۔"

"میں اس واردات کی رپورٹ بھی درج نہیں کرانا چاہتا تھا لیکن آپ کے سپاہی نے مجھے مجبور کر دیا۔" منشی پریم چندر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ منشی جی" میں نے پریم چندر کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "وہ آپ پر الزام تراشی کر چکی ہے۔ اسی نے آپ کی پاکٹ ماری جس کے گواہ موجود ہیں اور ان تمام باتوں کے باوجود آپ اس کے خلاف اپنی مرضی سے رپورٹ درج کرانے کو آمادہ نہیں تھے...... کیا اسکی کوئی خاص وجہ ہے جو آپ اس سے گھبراتے ہیں۔"

"آپ ابھی یہاں نئے نئے آئے ہیں سرکار اس لیے جمنا کے بارے میں آپ کو زیادہ جانکاری نہیں ہے۔" وہ دبی زبان میں بولا۔

"کھل کر بات کریں منشی جی۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر دوستانہ انداز اختیار کیا۔ "آپ مجھے جمنا کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو باتیں میرے اور آپ کے درمیان ہوں گی وہ اس کمرے تک ہی محدود رہیں گی۔"

پریم چندر نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بڑی رازداری سے بولا۔

"جمنا کی رسائی کافی اوپر تک ہے سرکار...... وہ کسی بازاری ویشیا سے بھی زیادہ پلید عورت ہے' بڑے بڑے سیٹھ ساہوکاروں اور زمینداروں کی رکھیل بھی رہ چکی ہے اس لیے بہت زیادہ سر چڑھ گئی ہے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔" میں نے منشی کو اپنے اعتماد میں لینے کی خاطر کہا۔ "پہلی نظر میں میرا بھی یہی اندازہ تھا کہ وہ ایک خوبصورت بازاری عورت ہے لیکن ایک سوال پھر بھی وضاحت طلب رہ جاتا ہے...... تحصیل میں آپ کے علاوہ اور بھی بہت سارے شکار اسے مل سکتے ہیں لیکن وہ خاص طور پر آپ ہی پر دانت کیوں تیز کر رہی ہے۔"

"منش کے من کا بھید کیول بھگوان کے اور کون جان سکتا ہے...... میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں سرکار کہ اس گندی ناری کے دل میں کیا ہے۔"

پریم چندر نے جھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ بظاہر وہ خود کو انجان ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو پریم چندر زبان تک لانے سے کترا رہا تھا۔ میں نے گھنٹی بجا کر سپاہی کو چائے لانے کا آرڈر دیا پھر جمنا کے ذکر کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر کے تحصیل کے بارے میں گفتگو شروع کر دی' بڑی دیر تک میں زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں بات کرتا رہا پھر اچانک میں نے پریم چندر کو معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ اوم پرکاش کے ساتھ بھی کام کر چکے ہیں......؟"

"جج...... جی ہاں" پریم چندر اس طرح سے گڑبڑا گیا جیسے میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

"پولیس کی رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش کی موت [illegible] دی گئی ہے لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر اسے راستے سے ہٹانے کی خاطر کسی شیطانی قوت سے کام لیا ہے۔"

"اوم پرکاش جی بڑے بھلے مانس اور ایماندار منش تھے سرکار' ان کا کسی سے کوئی جھگڑا بھی نہیں تھا پھر نہ جانے کس دشٹ نے ان [illegible] عمل کرا کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"پریم چندر جی......" اس بار میں نے بڑے ٹھوس انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ درست ہے کہ زمینوں کا سارا حساب کتاب پٹواری کے ذمہ ہوتا ہے۔"

"جی ہاں سرکار......"

"اور اگر پٹواری چاہے تو زمینوں کے کاغذات میں ہیرا پھیری بھی کر سکتا ہے۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔

"جج...... جی ہاں۔" پریم چندر نے قدرے سہمے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "مبا مال پانی دے کر تو کسی کا بھی دھرم ایمان خریدا جا سکتا ہے۔"

"کیا اوم پرکاش کو بھی تو ایسی ہی کسی سازش کا نشانہ نہیں بنایا گیا...... میرا مطلب ہے کہ کوئی شخص زمینوں کے حساب کتاب کے سلسلے میں اپنے کاغذات میں الٹ پھیر کرانا چاہتا ہو...... اس نے اوم پرکاش کو پہلے خریدنے کی کوشش کی ہو پھر اس کے انکار پر اپنے راستے سے ہٹا دیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے سرکار......" پریم چندر نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "زر' زن اور زمین کے سلسلے میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔"

"اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کس چیز کو دخل تھا۔ زر' زن یا زمین کو۔" میں نے پریم چندر کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"میں تو چاہتا ہوں سرکار۔" پریم چندر نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کسی اہم نکتے سے واقف ہیں۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" وہ بوکھلا گیا۔

"اگر میں آپ کو تحفظ کی پوری پوری ضمانت دوں تو......"

"مجھ غریب پر دیا کریں سرکار۔" پریم چندر نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر کسی کو اس بات کی بھنک بھی مل گئی کہ میرے اور آپ کے درمیان اوم پرکاش جی کی بات چیت ہوئی ہے تو میرا انجام بہت بھیانک ہوگا اور میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔"

"کیا آپ قاتل یا قاتلوں سے خوفزدہ ہیں۔"

"نہیں...... میں کسی کو نہیں جانتا۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "جس کو مرنا تھا وہ مر چکا...... اس کی آتما دوبارہ اس کے شریر میں نہیں ڈالی جا سکتی اس لیے گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا حاصل ہوگا۔"

"آئی سی......" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "آپ حکومت کے کارندے ہونے کے باوجود قانون کی مدد کرنے سے کترا رہے ہیں...... اس لیے کہ آپ قاتل سے ڈرتے ہیں...... کیوں مسٹر پریم چندر۔"

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

"مجھے کچھ نہیں معلوم جناب......" پریم چندر نے تیزی سے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اب آ گیا چاہتا ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں اسے روکتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا میرے کمرے سے نکل گیا لیکن جاتے جاتے وہ اپنی بوکھلاہٹ اور الجھی الجھی باتوں سے مجھے یہ ضرور باور کرا گیا تھا کہ وہ اوم پرکاش کی موت کی کسی اہم کڑی سے واقف ہے لیکن کسی خوف کی وجہ سے کھل کر سامنے آنے سے گھبرا رہا ہے۔ میں اگر چاہتا تو اسے حراست میں بھی لے سکتا تھا لیکن جان بوجھ کر میں نے اس اقدام سے گریز کیا اس لیے کہ اول تو اس بات کی امید بہت کم تھی کہ وہ اس سلسلے میں موت کے خوف کی وجہ سے زبان کھولے گا دوسرے یہ کہ تحصیل کا معاملہ شہری معاملات سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ پریم چندر کو حراست میں لینے سے قبل مجھے تحصیل دار لالہ بہاری اور اے سی ایم راکیش سے بھی صلاح و مشورے کرنے ضروری تھے۔ فرضیکہ ایک بات میرے ذہن میں بیٹھ چکی تھی کہ اوم پرکاش کی پراسرار موت میں کسی نہ کسی زمین دار کا ہاتھ ضرور شامل ہے مجھے اب صرف اس زمیندار کا نام اور طریقۂ واردات کا سراغ لگانا تھا۔

دفتر سے اٹھ کر گھر جاتے ہوئے میں نے حسب معمول تھانے کا ایک چکر لگایا جہاں میرے حکم کے مطابق جمنا کو ایک علیحدہ لاک اپ میں رکھا گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے بڑی حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ لاک اپ میں ہونے کے باوجود جیسے خود کو آزاد سمجھ رہی ہو۔ میں نے اس کی بیہودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اس کے منہ لگنے سے کچھ فائدہ بھی نہیں تھا چنانچہ میں نے رام دیال سے جو اس وقت آفیسر آن ڈیوٹی تھا مل کر گھر آ گیا۔ میرا اردلی میرے ساتھ تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن دوسروں کی موجودگی کی وجہ سے اس نے چپ سادھ رکھی تھی میرا اندازہ غلط نہیں ہوا۔ گھر پہنچتے ہی جیسے ہی اسے تنہائی میسر آئی اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"سرکار، آپ مجھ پر مہربان ہیں، میں آپ کا نمک کھاتا ہوں، آپ کی سیوا کرنا میری ڈیوٹی ہے، آپ بہت نیک دیالو اور اچھے افسر ہیں......"

"جو کچھ کہنا ہے جلدی کہہ ڈالو۔" میں نے کہا۔ "میرے پاس وقت کم ہے۔ ابھی نہا دھو کر اور لباس تبدیل کر کے مجھے کسی سے ملنے بھی جانا ہے۔"

"سرکار...... میں بنتی کرتا ہوں کہ آپ کلنکنی جمنا کو آزاد کر دیں۔"

میں نے چونک کر حیرت سے موہن لال کو دیکھا، وہ جمنا کو گالی بھی دے رہا تھا اور اس کی آزادی کی سفارش بھی کر رہا تھا، میں نے ذہن پر زور دیا۔ رام دیال نے بھی ہر چند کہ جمنا کو لاک

طنز و مزاح

پچ در پچ	مظفر بخاری	-/125
قصہ مختصر	مظفر بخاری	-/75
ایک سو ایک (کالم)	مظفر بخاری	-/90
گستاخی معاف	مظفر بخاری	-/100
ایک سو تو (کالم)	مظفر بخاری	-/100
چمن کو چلے	مظفر بخاری	-/200

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور نمبر 2

اپ میں بند کرنے کے سلسلے میں کھل کر کچھ نہیں کہا تھا لیکن اس کی باتوں سے بھی میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ جمنا کو گرفتار کرنے کے حق میں نہیں تھا اس لیے کہ وہ پہلے بھی متعدد موقعوں پر گرفتار ہو چکی تھی لیکن بقول رام دیال کے ہر بار عدالت سے اسے رہائی کا پروانہ مل جاتا تھا۔

"موہن لال......" میں نے اپنے اردلی کو تیز نظروں سے گھورا۔ "تم جمنا کی سفارش کیوں کر رہے ہو۔"

"بھگوان کی سوگند لیجیے سرکار جو میں نے کبھی اس کلموہی اور پلید عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا ہو۔"

"پھر تم اس کی حمایت کیوں کر رہے تھے؟"

"آپ ابھی نئے نئے آئے ہیں سرکار اس لیے یہاں کی اونچ نیچ سے جانکاری نہیں رکھتے پرنتو میں جانتا ہوں مالک کہ عدالت کے تمام کارندے بھی نوٹوں سے زیادہ اس کرائی عورت کے چکر میں لگے رہتے ہیں، اسی کارن وہ ہمیشہ مکھن میں سے بال کی طرح نکل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس کلنکنی کا اٹھنا بیٹھنا اچھے لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔"

"میری ایک بات غور سے سنو موہن لال۔" اس بار میرا لہجہ سخت ہو گیا۔ "دوبارہ میں تمہاری زبان سے جمنا کا نام بھی نہ سنوں۔"

"کبھی نہیں سنیں گے سرکار۔" وہ ہاتھ جوڑ کر کچھ عجیب الجھے ہوئے انداز میں بولا۔ "آپ کا سیوک ہوں اسی لیے آپ کے اچھے برے کا خیال رکھنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔"

میں نے جواب میں اسے غور سے دیکھا پھر قدم اٹھاتا بنگلے میں چلا گیا۔ نہا دھو کر میں نے کپڑے بدلے پھر کچھ سوچ کر دھرم داس جی کی طرف چلا گیا۔ وہ نہ صرف یہ کہ بڑے زمین داروں میں شمار کیے جاتے تھے بلکہ اپنی سابقہ حیثیت کی وجہ سے بھی دوسروں کے مقابلے میں ان کا اثر و رسوخ مقامی افسران سے بھی کچھ زیادہ ہی تھا۔ وہ والد صاحب کے واقف کاروں میں سے تھے اور والد صاحب نے روانگی کے وقت مجھ سے خاص طور پر کہا بھی کہ میں دھرم داس جی پر بھروسہ کر سکتا تھا۔ پریم چندر کے بارے میں ایک نتیجہ اخذ کرنے کے بعد ہی میں نے دھرم داس جی سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مجھے یقین تھا وہ اس سلسلے میں بہتر طور پر میری رہنمائی کر سکتے تھے۔ وہ ایس پی کے عہدے پر پہنچ کر ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے اور کچھ عرصہ ان کی تعیناتی روپ نگر میں بھی رہ چکی تھی اس لیے وہ بلاشبہ میرے لیے سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔

دھرم داس جی نے اس روز بھی مجھے بڑی محبت سے خوش آمدید کہا۔ کچھ دیر تک وہ مجھ سے میرے والد اور گھر والوں کی خیر و عافیت پوچھتے رہے پھر سنجیدگی سے بولے۔

"اب تو تمہیں یہاں اپنی ڈیوٹی کا چارج لیے دو مہینے سے کچھ اوپر ہو گئے ہیں...... کیسا لگا تمہیں پولیس کی ملازمت کا یہ تجربہ۔"

"بہت شاندار۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "خاص طور پر روپ نگر، یہاں کی آب و ہوا، پہاڑی سلسلے اور جنگلات جہاں میرا من پسند ہرن کا شکار بہ آسانی مل جاتا ہے۔"

"لیکن...... مجھے خوشی ہے کہ تمہارا جی یہاں لگ گیا ورنہ پرانے آفیسر ہمیشہ اس تحصیل کی پوسٹنگ سے کتراتے ہیں مگر تمہیں کوئی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں، جب بھی میری کسی خدمت کی ضرورت پیش آئے بلا تکلف کھل کر کہہ دینا۔ میں تمہارے والد کی طرح زیادہ تجربہ کار نہ سہی لیکن پولیس کے معاملات کی سوجھ بوجھ ضرور رکھتا ہوں۔"

"میں اس وقت اسی مقصد سے حاضر ہوا ہوں اور مجھے امید ہے کہ کم از کم آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔"

"کہو...... کیا بات ہے۔"

جواب میں، میں نے اوم پرکاش کی پراسرار موت سے لے کر پریم چندر اور جمنا تک کی تمام تفصیل دہرائی تو دھرم داس جی کے چہرے کے تاثرات یکسر تبدیل ہو گئے، کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے اپنے خیالوں میں ڈوبے رہے پھر اپنے لیے ایک سگار سلگاتے ہوئے بولے۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے جو واقعات مجھے سنائے ہیں اس میں میری ایک کوتاہی کو سب سے زیادہ دخل ہے۔"

"میں سمجھا نہیں......"

"میرا خیال تھا کہ اوم پرکاش والی فائل بند ہو چکی ہوگی۔" دھرم داس جی نے سگار کا طویل کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔ "اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ راکیش ورما نے وہ فائل اپنی تحویل میں لے لی ہے اور اس پر نئے سرے سے کھوج لگانا چاہتے ہیں تو میں ان سے خاص طور پر یہ سفارش کرتا کہ وہ فائل کم از کم تمہارے حوالے نہ کی جائے۔"

"اس فائل میں ایسی کیا خاص بات ہے جو اس قدر راز داری سے کام لیا جا رہا ہے۔"

"تحصیل کے معاملات ابھی تمہاری سمجھ میں اتنی جلدی نہیں آ سکتے...... شہر کے مقابلے میں یہاں قدم قدم پر ہزاروں پیچیدگیاں ہوتی ہیں اور...... اور راکیش ورما وہ فائل تمہارے بجائے لالہ بہاری کے حوالے بھی کر سکتے تھے۔ وہ روپ نگر کا بہت پرانا تحصیل دار اور گھاگ آدمی ہے...... سال گزاری کے معاملات میں تمہاری معلومات ابھی صفر کے برابر ہیں اس لیے ان الجھاوؤں میں تمہارا پڑنا میرے خیال سے زیادہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"بہرحال، راکیش ورما صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی وہ فائل میرے حوالے کی ہوگی۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ تم کو ایک بلند ہمت اور حوصلہ مند آفیسر سمجھتے ہوں اور تمہارے اوپر انہیں اعتماد بھی ہو لیکن......" دھرم داس جی کچھ کہتے کہتے خاموش ہو کر خلاء میں گھورنے لگے۔

"لیکن کیا......" میں نے پر تجسس انداز میں پوچھا۔

"کیا راکیش ورما نے وہ فائل تمہارے حوالے کرتے وقت اس بات کی تاکید کی تھی کہ تم اس کی بھنک بھی کسی اور کو نہیں ہونے دو گے۔"

"جی ہاں......"

"پھر تم نے مجھ کو قابل اعتماد کیوں سمجھ لیا؟"

"اس لیے کہ آپ نہ صرف یہ کہ میرے بزرگ ہیں بلکہ والد صاحب کے دیرینہ ساتھی بھی۔" میں نے وضاحت کی۔ "روپ نگر میں مجھے قدم قدم پر آپ کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔"

"میری ایک بات مانو گے۔"

"آپ مجھے حکم دیجیے...... میں خلاف ورزی نہیں کروں

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

گا۔" میں نے نہایت سعادت مندی سے کہا۔

"تم کچھ دنوں تک اوم پرکاش کی فائل بے شک اپنے پاس رکھو پھر اس پر کوئی کارروائی کیے بغیر راکیش ورما کو یہ کہہ کر واپس کر دو کہ اس کیس میں بظاہر کوئی جان نہیں ہے اس لیے اسے داخل دفتر کر دینا ہی زیادہ مناسب رہے گا۔"

"لیکن......"

"ہو سکتا ہے کہ تم پریم چندر کی باتیں سن کر زیادہ جذباتی ہو گئے ہو۔" دھرم داس جی نے کہا پھر سگار کا کش لیتے ہوئے بولے۔ "مجھے ایک بات بتاؤ کیا تم کسی پرچھائیں یا سائے کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتے ہو۔"

"گویا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ اوم پرکاش سفلی کے گندے اور ناپاک عمل کا شکار ہوا ہے۔"

"یہی سمجھ لو......"

"لیکن ایک سوال پھر بھی تشنہ رہ جاتا ہے۔" میں نے پرجوش انداز میں کہا۔ "وہ شخص کون تھا جس نے اوم پرکاش کو راستے سے ہٹانے کی خاطر کسی سفلی کرنے والے کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے...... تم مجھ پر بھی شبہ کر سکتے ہو لیکن ثبوت اور گواہ کے بغیر تم ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے ہو۔"

"میں آپ کے پاس بڑی امیدیں لے کر آیا تھا انکل...... لیکن......"

"میں تمہارے احساسات کو سمجھ رہا ہوں لیکن حالات کی روشنی میں تمہیں وہی مشورہ دے رہا ہوں جو تمہارے حق میں بہتر ہے۔" دھرم داس جی نے بڑے پیار اور اپنائیت سے کہا پھر دبی زبان میں بولے "بلکہ میری رائے ہے کہ جمنا کو بھی لاک اپ سے رہا کر دو...... اس کو گرفتار کرنے اور اپنی تحویل میں رکھے بغیر بھی تم اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر سکتے ہو...... مجھے پورا وشواس ہے کہ پریم چندر کی رپورٹ یا چشم دید گواہوں کے بیانات کے باوجود وہ اس تحصیل سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کرے گی...... میں تحصیل میں جانا پسند نہیں کروں گا لیکن تمہیں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ اوم پرکاش والے کیس میں جمنا پریم چندر سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔"

میں جس وقت دھرم داس جی کی حویلی سے روانہ ہوا اس وقت میرے ذہن میں ہزاروں خیالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہوں نے بھی پریم چندر کو نظر انداز کر کے اوم پرکاش کی فائل کو داخل دفتر کرنے کا مشورہ کیوں دیا تھا اور پھر دھرم داس جی جیسی حیثیت کے مالک نے بھی جمنا کو لاک اپ سے رہا کرنے کی سفارش کی تھی۔

وہ رات میں نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ اوم پرکاش اور جمنا کے بارے میں ساری رات سوچتا رہا پھر حسب عادت ایک کتاب کا مطالعہ کرتے کرتے میری آنکھ لگ گئی۔ دوسری صبح بیدار ہوا تو ذہن بوجھل بوجھل سا ہو رہا تھا۔ میں دیر تک نیم گرم پانی سے غسل کرتا رہا پھر غسل سے فارغ ہو کر حسب معمول ورانڈے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ موہن لال نے اطلاع دی کہ انسپکٹر بدر اقبال کا فون آیا ہے۔ میں نے اندر جا کر فون اٹینڈ کیا تو ایک لمحے کے لیے میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ بدر اقبال کے بیان کے مطابق جس لاک اپ میں جمنا کو قید کیا گیا تھا اس کی چار سلاخیں ٹوٹ چکی تھیں لیکن جمنا نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میں نے فوری طور پر لباس تبدیل کیا اور لاک اپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بدر اقبال کے بیان نے میرے ذہن کو کچھ اور منتشر اور پراگندہ کر دیا تھا۔

چوکی پہنچ کر میں نے حوالات کا جائزہ لیا تو میری آنکھیں فرط حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں جاگتے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا تھا۔ بدر اقبال نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی۔ لاک اپ کی چار سلاخیں ٹوٹی پائی گئی ہیں لیکن شاید اس نے فون پر اختصار سے کام لیا تھا۔ لاک اپ کی چار مضبوط سلاخیں ٹوٹی نہیں تھیں بلکہ پگھلے ہوئے رانگے کی طرح زمین پر ڈھیر کی صورت میں پڑی تھیں یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس میں مخصوص مشینوں کے استعمال کے بغیر کامیابی ممکن نہیں تھی لیکن چوکی پر تعینات پولیس والوں کا بیان تھا کہ انہوں نے اس قسم کی کوئی نقل و حرکت نہیں دیکھی تھی۔ انسپکٹر بدر اقبال رات کی ڈیوٹی پر تعینات تھا اس کا بیان بھی یہی تھا کہ اس نے رات میں کسی وقت بھی کسی توڑ پھوڑ یا مشینوں کی آمد و رفت کی کوئی آواز نہیں سنی لیکن صبح جب راؤنڈ لیا تو اس کی عقل بھی دنگ رہ گئی تھی۔

اوم پرکاش کی موت کو اس کی کیس فائل میں پراسرار قرار دیا گیا تھا لیکن اس وقت خود میری نظریں جو منظر دیکھ رہی تھیں وہ ناقابل یقین تھا۔ لوہے کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا دیا گیا تھا۔ کسی کو کان و کان خبر تک نہیں ہو سکی تھی اور اس پر تعجب کی بات یہ تھی کہ جمنا نے فرار ہونے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ وہ بدستور پگھلی ہوئی سلاخوں کے پیچھے زمین پر دھرنا جمائے بیٹھی فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

میرے ذہن میں ایک ہی وقت میں بے شمار باتیں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھیں۔ میرے اردلی اے ایس آئی دیال اور دھرم داس جی نے بھی مجھے دبی زبان میں یہی مشورہ دیا تھا کہ میں جمنا کے سلسلے میں درگزر سے کام لوں۔ میں نے ان کی باتیں نہیں سنی تھیں جس کا نتیجہ میرے سامنے تھا۔ دھرم داس جی نے یہ بھی کہا تھا کہ اوم پرکاش والے کیس میں منشی پریم چندر سے زیادہ جمنا میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔ میرے ذہن میں والد صاحب کی باتیں بھی ابھریں۔ انہوں نے کہا تھا کہ روپ

نگر تحصیل کے پہاڑی سلسلوں میں کہیں سونے اور چاندی کا ذخیرہ دفن ہے جس کی تلاش میں لوگ لگے ہوئے تھے۔ "تو کیا اوم پرکاش کا پراسرار انجام بھی اسی پوشیدہ خزانے سے منسلک تھا اور جمنا...... کیا وہی سفلی کے گندے عمل کی ماہر تھی۔" میرے اندر لاوا ابل رہا تھا۔ لاک اپ کا حیرت انگیز انجام اور جمنا کے ہونٹوں پر کھیلنے والی فاتحانہ مسکراہٹ جیسے میرا مذاق اڑا رہی تھی۔

انسپکٹر بدر اقبال کے علاوہ دو سپاہی بھی لاک اپ کے سامنے کھڑے اپنے اپنے خیالات میں گم تھے۔ شاید میری طرح ان کے ذہنوں میں بھی کچھ نکتے سر ابھار رہے ہوں گے۔ میں کچھ دیر تک دنگ سا کھڑا رہا پھر میں نے بدر اقبال کو مخاطب کیا۔

"آپ کا خیال ہے...... کیا ان لوہے کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلانے کا کام بغیر مشین کے ممکن ہے۔" میں نے جان بوجھ کر انگریزی زبان میں سوال کیا تھا تاکہ جمنا کو ہماری باتوں کا علم نہ ہو سکے۔

"میں خود حیران ہوں جناب کہ یہ سب کچھ اس قدر خاموشی سے کس طرح ہوا کہ نائٹ ڈیوٹی پر مامور کسی سپاہی کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکا خود میں بھی آن ڈیوٹی تھا لیکن......"

"کیا اس سے پیشتر بھی ایسا کوئی حادثہ ہوا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی نہیں......"

"پھر...... آپ کی ذاتی رائے اور تجربہ کیا کہتا ہے۔"

"سر......" بدر اقبال نے مدھم لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم نے جمنا کو قید کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"کیا مطلب...... کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ سب ایک عورت کی وجہ سے ہوا جس کی ریپوٹیشن کے متعلق لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کسبی پھر اس سے زیادہ خراب پوزیشن کی مالک ہے۔"

"میں آپ کے خیال سے متفق ہوں جناب مگر اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ کچھ غیر مرئی قوتیں آپ کو جمنا کے خلاف کسی اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"اور ہم ان قوتوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہیں...... نان سینس۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا [illegible] گتھی کو سلجھانے سے قاصر ہے کہ وہ کون شخص ہے جو قانون کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہے...... کوئی نہ کوئی ایسی شخصیت تو ضرور ہوگی جو ان تمام حیرت انگیز واردات کے پیچھے موجود ہے۔"

"آپ کا خیال سو فیصد درست ہے۔" بدر اقبال نے کہا۔ "لیکن ہم بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کسی کو گرفتار کرنے یا زیر حراست لینے سے بھی قاصر ہیں......"

"گویا اس قسم کی وارداتیں ہوتی رہیں گی اور پولیس کی حیثیت محض ایک خاموش تماشائی سے زیادہ نہیں ہوگی۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

بدر اقبال نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر اس سے پیشتر کہ میں مزید کچھ کہتا جمنا اپنی جگہ سے اٹھی اور اٹھلاتی بل کھاتی میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ ہماری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہے۔ میری شخصیت اس کے لیے جیسے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ ایک ثانیے تک وہ مجھے گھورتی رہی پھر میرا مضحکہ اڑانے کی خاطر ہاتھ باندھ کر بولی۔

"اب کیا آگیا (حکم) ہے سرکار اس پاپن کے لیے تمہارے اس ٹوٹے ہوئے پنجرے میں بیٹھی رہوں یا گھر واپس چلی جاؤں۔" اس نے لاک اپ کی پگھلی ہوئی سلاخوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

میں نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا۔ وہ روپ نگر کی سب سے کم ذات عورت علاقے کے سب سے بڑے پولیس افسر کے ساتھ تفریح لینے کی کوشش کر رہی تھی اور میں خاموش کڑوا خون کے گھونٹ پینے پر مجبور تھا۔ میں لاک اپ کی موجودہ حیثیت کو فوری طور پر پھر سے اس کی اصلی حالت میں تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے لاک اپ کی کہانی اگر روپ نگر کے باسیوں تک پھیل جاتی تو پولیس کی ساکھ کو شدید دھچکہ پہنچنے کا اندیشہ بھی لاحق تھا۔

اس وقت میری پوزیشن اس شکاری سے مختلف نہیں تھی جس کا شکار اس کے سامنے تھا لیکن وہ اس پر ہاتھ میں بندوق ہونے کے باوجود گولی چلانے سے مجبور تھا۔ میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہو رہی تھی، وقت کی نزاکت نے مجھے زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ صادر کرنے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ جمنا نے اس بار بڑی بے تکلفی سے پوچھا۔

"کس وچار میں گم ہو سرکار۔ تم نے اس کلنکنی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔"

"کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ جیل کی سلاخیں کس طرح ٹوٹیں۔" میں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے اس سے دریافت کیا۔

"تمہیں شاید اس ابھاگن کی بات پر وشواس نہیں آئے گا۔" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "تو سنو رات گئے ادھر کی بات ہے جب میں نے یوں محسوس کیا کہ میرے گندے شریر میں جیسے آگ بھر گئی ہو، مجھے اچنبھا ہو رہا تھا پھر میری آنکھ کھل گئی مجھے اپنی آنکھوں پر وشواس نہیں آ رہا تھا میرے شریر سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور تمہاری اس جیل کی لوہے کی طاقتور سلاخیں موم کی طرح پگھل رہی تھیں،

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

"میں اسے کوئی بھیانک سپنا سمجھ رہی تھی پر تو اصل جو بھی ہے تمہارے سامنے ہے۔"

وہ دو ٹکے کی عورت شاید مجھ سے ٹھٹھول کرنے کی کوشش کر رہی تھی، میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلکنے والا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال کی آواز میرے کانوں میں گونجی، وہ سپاٹ لہجے میں جمنا سے کہہ رہا تھا۔

"ہم نے تجھے اپنی مرضی سے بند نہیں کیا تھا۔"

"ہاں..... یاد آیا۔" جمنا نے ایک بار پھر ہماری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "منشی پریم چندر نے میرے خلاف پاکٹ مارنے کی پرچی کٹوائی تھی اور دو آدمیوں نے میرے خلاف گواہی بھی دی تھی۔"

"ہم تجھے ذاتی مچلکے پر چھوڑ سکتے ہیں۔" بدر اقبال نے اس سے سودے بازی کرنی چاہی شاید وہ بھی اس نکتے پر غور کر رہا تھا کہ اگر لاک اپ کی ناقابل یقین کہانی لوگوں تک پہنچ گئی تو نہ صرف یہ کہ پولیس کی بدنامی ہوگی بلکہ لوگوں میں خوف و ہراس بھی پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔

"یہ جاتی مچلکا کیا ہوتا ہے۔" جمنا نے حیرت سے دریافت کیا۔ میری نگاہیں اس کے منحوس چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود انجان بننے کا ناٹک رچا رہی تھی۔ بدر اقبال کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید اپنے غصے پر قابو نہ پا سکتا لیکن بدر اقبال نے ایک بار پھر بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تجھے یہ لکھ کر دینا ہوگا کہ تو اب کوئی جرم نہیں کرے گی اور جب تک تیرا اور پریم چندر کا کیس ختم نہیں ہو جاتا تو تحصیل سے کہیں اور جانے کی کوشش بھی نہیں کرے گی۔"

"پریم چندر....." اس نے اس قدر تعجب سے اس نام کو دہرایا جیسے پہلی بار سنا ہو پھر بڑے بازاری انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "اگر میں اتنی پڑھی لکھی ہوتی مالک تو تمہاری جگہ تین پھول لگائے کھڑی ہوتی..... ایک کام کرو، جو تمہارے من میں آئے سادے کاغذ پر لکھ دو میں اس پر انگوٹھا لگا دوں گی اور اس بات کا وچن بھی دیتی ہوں کہ روپ نگر سے باہر نہیں جاؤں گی لیکن ایک بات کا وعدہ نہیں کر سکتی۔"

"وہ کیا....."

"اگر میں نے کوئی جرم نہیں کیا تو اپنا اور اپنی بوڑھی لاوارث ماں کا پیٹ کہاں سے بھروں گی؟"

"لیکن کسی کی جیب کاٹنا اچھی بات تو نہیں ہے۔"

"پھر اچھی بات کیا ہے سرکار۔" وہ طنز بھرے انداز میں بولی۔ "پیٹ پر پتھر باندھ کر گھومنا اور پاپی لوگوں کی گندی گندی باتیں ہنس ہنس کر ٹالنا۔"

"تو کوئی اور شریفانہ دھندا کیوں نہیں کر لیتی۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"میں تو کیول دھندا کرنا جانتی ہوں بڑے سرکار۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بڑے فلسفیانہ لہجے میں بولی۔ "اچھے اور برے کی پہچان کیا ہوتی ہے یہ مجھے نہیں معلوم۔"

"اچھا اب زیادہ بک بک نہ کر۔" بدر اقبال نے معاملہ رفع دفع کرنے کی خاطر کہا۔ "چل، میں ذاتی مچلکے کے کاغذات تیار کیے دیتا ہوں۔ تو شرافت سے انگوٹھا لگا اور دفع ہو جا یہاں سے۔"

جمنا نے کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے آ کر بدر اقبال کے کمرے میں کھڑی ہو گئی۔ جتنا وقت بدر اقبال نے کاغذات تیار کرنے میں لیا اتنی دیر تک وہ دم سادھے چپ چاپ کھڑی رہی پھر انگوٹھا لگانے کے بعد بولی۔

"سرکار..... اگر وہ پریم چندر اپنا مقدمہ واپس لے لے تو کیا میں چھوٹ جاؤں گی۔"

"ہاں....." بدر اقبال نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔ "پریم چندر سے اگر تیرا راضی نامہ ہو جائے تو تجھے آزادی کا پروانہ مل جائے گا۔"

جمنا نے غالباً خوشی کا اظہار کرنے کی خاطر ہونٹ کشادہ کیے تھے لیکن پھر وہ اچانک کسی پتھر کے بے جان بت کی طرح اس طرح اپنی جگہ جم کر کھڑی ہو گئی جیسے اس میں زندگی کی کوئی حرارت نہ ہو، اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں خلاء میں گھور رہی تھیں لیکن اس کی پلکوں یا پتلیوں میں زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں بدستور اس کے بدلتے ہوئے رویے پر غور کر رہا تھا، وہ کسی مجسمے کی طرح چلتے چلتے اچانک غیر متحرک ہو کر رہ گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہی پھر اس نے پلٹ کر بدر اقبال کی طرف دیکھا۔ انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ سوتے سے ابھی ابھی جاگی ہو۔

"سرکار..... اگر پریم چندر کا کانٹا ہی سرے سے نکل جائے تو قانونی پوزیشن کیا ہوگی۔"

میں نے اور بدر اقبال نے ایک ساتھ اسے حیرت سے دیکھا، وہ آواز یقیناً جمنا ہی کی آواز تھی لیکن اس کا لب و لہجہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ پوری طرح سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔" اس نے بدر اقبال کو خالی خالی نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "اگر پریم چندر کو راستے سے ہٹا دیا جائے تو کیا اس کے بعد تمہارے کیس کی کوئی حیثیت باقی رہ جائے گی۔" اس نے کسی ایسے روبوٹ کی طرح پوچھا جس کا کنٹرول کسی اور کے ہاتھ میں ہو۔

"تو نے منشی پریم چندر کو اگر راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تو تیرے اوپر قتل کا مقدمہ بن جائے گا۔" بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "تجھے پھانسی کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔"

"پھانسی کی سزا..... تم دو گے۔" جمنا کے ہونٹ پھر جنبش

کرنے لگے لیکن اس کا چہرہ کسی قسم کے اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔

"جا..... خاموشی سے گھر چلی جا..... کیوں اپنا اور قانون کا وقت برباد کر رہی ہے۔" بدر اقبال نے جھلا کر کہا۔

"نہیں سرکار..... اگر جمنا اس سے تمہارے سامنے سے ہٹ گئی تو پھر سارا کھیل بگڑ جائے گا۔" وہ بدستور خوابیدہ آواز میں بولی۔ "ابھی تم دونوں اس بات کی گواہی کے لیے موجود ہو کہ میں نے تھانے چوکی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ ایسی صورت میں اگر اس..... منشی پریم چندر کا پتا صاف ہو جائے تو پھر کوئی مائی کا لال مجھ پر قاتل ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا۔"

"تیرا دماغ چل گیا ہے شاید، جو قانون کے ساتھ ناٹک کر رہی ہے۔" بدر اقبال نے کہا۔ "جب ہم نے تجھے فی الحال آزاد کر دیا تو کیوں بات بڑھانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"بات تو اب بڑھ چکی ہے مہاراج....." جمنا نے زہر خند لہجے میں سے جواب دیا۔ "تم نے مجھے ابلا اور کمزور سمجھ کر بڑی بھول کی ہے، تمہارے دھیان سے شاید اوم پرکاش کی پراسرار موت کا خیال نکل گیا۔"

"کیا مطلب....." میں نے چونک کر تیزی سے کہا۔ "کیا تو اوم پرکاش کے قاتلوں کو جانتی ہے۔"

"اسے کسی منش نے نہیں..... کسی بلوان کی مہان شکتی نے موت کے گھاٹ اتارا تھا اور اب میں تمہیں بتاؤں گی کہ جمنا کے کومل شریر کے اندر بھی ایک مہان شکتی موجود ہے....." وہ خواب بیداری کی کیفیت سے دوچار تھی ایک ثانیے تک خلاء میں گھورتے رہنے کے بعد اس کے ہونٹ پھر متحرک ہوئے۔ "اب میں اپنی مہان شکتی سے منشی پریم چندر کو سراپ (بددعا) دیتی ہوں کہ وہ خون کی الٹی کرتا ہوا اس دھرتی سے اپنا ناتا ترک دے..... اس نے جمنا کے چاروں اور جو قانون کی دیوار کھڑی کر دی تھی وہ اب ٹوٹ چکی ہے..... اسے اپنے کیے کی سزا اوش ملے گی..... اس کا انت بھی تم سب کے لیے بڑا پراسرار ثابت ہوگا۔ یہی میری آشا ہے جسے اب دھرتی کی کوئی شکتی ختم نہیں کر سکتی۔"

اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد جمنا اس طرح چونکی تھی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک سہم کر اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ [illegible] اور پھر بدر اقبال کو غور سے دیکھا پھر بڑی معصومیت سے بولی۔

www.urdukorner.com

"میں اب جاؤں سرکار....."

بدر اقبال نے جمنا کو دھتکارنے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے اشارے سے روک دیا۔ میری چھٹی حس اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ چند ساعت پہلے جمنا کے جسم کے اندر کوئی بدروح سرایت کر گئی تھی، اس نے پریم چندر کو موت کی جو بددعا دی تھی اس میں اس کے ذاتی ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا بلکہ وہ فیصلہ کسی نادیدہ قوت کا تھا جس نے وقتی طور پر جمنا کے جسم پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔

"جمنا....." میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے ابھی کیا کہا تھا۔"

"کیا کہا تھا میں نے۔" اس نے تعجب سے سوال کیا۔ "کیا اس ابھاگن سے کوئی غلط بات ہو گئی تھی۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ منشی پریم چندر مر جائے۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

"جمنا کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے سرکار پر تو میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس نے میرے خلاف پرچی کٹوا کر اچھا نہیں کیا۔"

"ٹھیک ہے..... اب تم جا سکتی ہو۔" میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی اور وہ بل کھاتی کمرے سے نکل گئی۔

"بدر اقبال....." میں نے انسپکٹر سے سوال کیا۔ "آپ کا کیا خیال ہے جمنا کی بددعا کے سلسلے میں۔"

"وہ محض ناٹک تھا جناب۔" بدر اقبال نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ ڈرامہ رچا کر ہمیں مرعوب کرنا چاہتی تھی۔"

"لیکن میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے..... میں پولیس کی ملازمت میں زیادہ تجربہ کار نہ سہی لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ جمنا نے منشی پریم چندر کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔"

"میں..... سمجھا نہیں جناب۔" بدر اقبال نے مجھے کچھ ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے میری ذہنی حالت پر شبہ ہو رہا ہو۔

"آپ فوری طور پر لاک اپ کی سلاخوں کو درست کرنے کا بندوبست کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری تحصیل کے طول و عرض میں پھیل جائے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کام کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا ضروری ہے جو نہ صرف یہ کہ قابل اعتماد ہوں بلکہ اپنی زبان بند رکھنے کی ہمت بھی رکھتے ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب..... ہر کام نہایت رازداری اور خاموشی سے ہوگا۔"

"اب میں بھی محسوس کر رہا ہوں کہ ہم نے جمنا پر ہاتھ ڈال کر دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کوئی خاص بات....."

"ہاں....." میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "جمنا کی اپنی کوئی حیثیت نہ سہی لیکن کوئی پراسرار اور نادیدہ قوت ایسی ضرور ہے جو اس کے جسم پر قبضہ جما کر اپنا مقصد پورا کر لیتی ہے۔"

www.urdukorner.com

"ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو؟" بدر اقبال نے بھی اس بار سنجیدگی سے دبی زبان میں جواب دیا۔ "مجھے بھی اب کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے لیکن کیا منشی پریم چندر کے سلسلے میں بھی اس کی بددعا پوری ہوگی؟"

"اس کا جواب آنے والا وقت ہی دے سکتا ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا پھر میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"انسپکٹر بدر اقبال اسپیکنگ۔" بدر اقبال نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا پھر یکلخت اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے اثرات پھیل کر گہرے ہوتے چلے گئے۔ "آپ کی کال ہے سر......" اس نے ریسیور میری جانب بڑھاتے ہوئے عجیب انداز میں کہا۔

"ہیلو......"

"میں پٹواری منوہر بول رہا ہوں جناب...... آپ کو ایک اہم اطلاع دینی ہے۔"

"فرمایئے......"

"منشی پریم چندر کا دیہانت (انتقال) ہو گیا۔"

"موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"پریم چندر کی دھرم پتنی کا بیان ہے کہ وہ ناشتے کی میز پر بیٹھا تھا کہ اچانک اسے خون کی الٹی شروع ہو گئی اور بس دیکھتے ہی دیکھتے آتما اور شریر کا سمبندھ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔"

"کتنی دیر پہلے کی بات ہے......"

"مجھے ابھی ابھی فون پر خبر ملی ہے۔" منوہر نے جواب دیا۔ "میں اسی طرف جا رہا ہوں' سوچا آپ کو بھی اطلاع کر دوں۔"

"ٹھیک ہے......" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ پہنچئے' میں بھی آرہا ہوں۔"

پندرہ منٹ بعد ہی میں منشی پریم چندر کی لاش کے قریب کھڑا اسے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ گھر والوں کے بیان کے مطابق مرنے والے کو کسی قسم کی کوئی بیماری لاحق نہیں تھی۔ وہ روزانہ صبح ہوا خوری کے لیے نکلتا تھا اور تھوڑی بہت ورزش بھی پابندی سے کرتا تھا۔ خود میں بھی اس بات کا گواہ تھا کہ پریم چندر ایک صحت مند آدمی تھا لیکن اس کی موت بھی اسی حالت سے دوچار ہو کر واقع ہوئی تھی جس کا فیصلہ جمنا نے کچھ دیر پہلے ہی میرے اور انسپکٹر بدر اقبال کی موجودگی میں خوابیدہ حالت میں سنایا تھا۔ رسمی کارروائی کے بعد میں نے لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا لیکن میرے ذہن میں جمنا کے کہے ہوئے جملے صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

محض تین چار گھنٹے کے اندر اندر جو پراسرار واقعات رونما ہوئے تھے وہ صرف پراسرار ہی نہیں بلکہ باعث حیرت بھی تھے' اوم پرکاش کی موت نے اب ایک مثلث کی شکل اختیار کر لی تھی۔ پریم چندر اس کا منشی رہ چکا تھا اور اسی کی جیب پر ہاتھ صاف کرنے کی وجہ سے جمنا کو لاک اپ میں بند کیا گیا تھا مگر اب پریم چندر اس دنیا میں نہیں تھا۔ صرف جمنا باقی رہ گئی تھی اور جمنا کے بارے میں میرے ذہن نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ یا تو وہ بذات خود گندے عمل کی ماہر ہے یا پھر اس کی حیثیت ایک معمول سے زیادہ نہیں تھی۔ بہرحال ان واقعات نے میرے ذہن کو بری طرح پراگندہ کر دیا تھا۔ میرے اردلی موہن لال نے بتایا تھا کہ جمنا نے جھیل کے کنارے ایک سرکاری زمین پر جھونپڑی ڈال رکھی ہے جہاں وہ اپنی بوڑھی اور اندھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ زمین کے اسی ٹکڑے کے غیر قانونی حصول کی خاطر اس نے پریم چندر کو کاغذات میں الٹ پھیر کرنے کو اکسایا تھا لیکن پریم چندر کے انکار کرنے کے بعد وہ کسی جونک ہی کی طرح اس کا خون چوستے رہنے پر تل گئی تھی اور اب اس کا انجام پریم چندر کی موت کی صورت میں سامنے آچکا تھا۔

دن بھر میں اپنے آفس میں بیٹھا فائلیں الٹتا پلٹتا رہا پھر دفتر سے اٹھ کر میں سیدھا پٹواری منوہر کی طرف چلا گیا۔ منوہر نے یوں تو بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا اسے میرا اس وقت اس کے پاس آنا کچھ زیادہ اچھا بھی نہیں لگا تھا۔ منوہر مجھے دیکھتے ہی تیزی سے اٹھا پھر میرا سواگت کرتے ہوئے بولا۔

"پدھاریئے مہاراج...... میرے بڑے بھاگ جو آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کی' کسی سپاہی کو بھیج کر مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"میں یہاں روپ نگر میں راج کرنے نہیں بلکہ آپ لوگوں کی سیوا کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بڑی کرپا آپ کی جو آپ کے وچار اتنے اچھے ہیں ورنہ آپ سے پہلے جو افسر یہاں تعینات تھے وہ تو ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔" اس نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں سابقہ افسر کی تعریف کی پھر بولا۔ "آپ کیا پینا پسند کریں گے چائے یا ٹھنڈا۔"

"تکلف کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔ "ادھر سے گزر رہا تھا سوچا آپ کے درشن بھی کرتا چلوں۔"

"آپ سیوک کو شرمندہ کر رہے ہیں جناب ورنہ کہاں آپ اور کہاں میں۔"

پٹواری کے دفتر میں میرے جاتے ہی اس کے دوسرے کارندے اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے تھے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ انہیں منوہر ہی نے باہر جانے کا اشارہ کیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ عملے کے سامنے کھل کر مجھ سے بات

[بات] سے کتراتا رہا ہو کچھ دیر تک ہمارے درمیان تحصیل سے [متع]لق ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر میں نے دبی زبان میں [اص]ل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"یہ جو زمین جھیل کے کنارے ہے وہ کس کی ملکیت ہے۔"

"سرکار کی ہے جناب۔" منوہر نے تیزی سے کہا پھر فوراً ہی [سن]بھل کر بولا۔ "دو چار پریوار وہاں جھونپڑی ڈالے پڑے ہیں [لیک]ن اس میں چنتا کی کوئی بات نہیں' سرکار جب چاہے گی ان کا [ٹی]ن ٹپر پھکوا کر زمین خالی کرا لے گی۔"

"آپ کی اطلاع شاید پرانی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آج دوپہر میں نے اس طرف کا چکر لگایا تھا وہاں صرف ایک [ب]وسیدہ سے جھونپڑی پڑی ہے جہاں جمنا نامی ایک عورت اپنی [ب]وڑھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔"

"دوسرے لوگوں نے شاید اپنا ٹھکانہ بدل دیا ہوگا۔" پٹواری نے جلدی سے بات بنا دی۔

"جمنا کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے۔" میں نے پٹواری کو کریدنے کی خاطر کہا۔ "آپ یہاں کے پرانے باسی ہیں اس لیے مجھ سے زیادہ یہاں کے لوگوں کے بارے میں جانتے [ب]وجھتے ہوں گے۔"

"میں نے کبھی اس کے بارے میں زیادہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی پرنتو دوسروں سے سنا ہے کہ وہ اچھے چلن کی مالک نہیں ہے۔" منوہر نے گھما پھرا کر جواب دیا۔

"میری اطلاع کے مطابق اس نے سورگ باشی منشی پریم چندر کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ زمین کا وہ ٹکڑا جہاں اس نے جھونپڑی ڈال رکھی ہے اس کے نام کر دیا جائے۔"

"یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے جناب...... ہم آخر کس لیے یہاں بیٹھے ہیں' تحصیل کے ایک ایک چپے کا حساب ہمارے کھاتے میں درج ہے کہ کون کس کا مالک ہے۔"

"مجھے آپ کی کارکردگی کے بارے میں کوئی شکایت نہیں' منوہر جی لیکن میرا خیال ہے کہ اگر نچلا عملہ کسی سے مل جائے تو کھاتوں میں تھوڑی بہت الٹ پھیر بھی کی جا سکتی ہے۔"

"میرے زمانے میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔" پٹواری پر اعتماد لہجے میں بولا۔ "آپ چاہیں تو ایک ایک کاغذ کی جانچ پڑتال کر لیں البتہ مجھ سے پہلے اگر کوئی ایسی الٹ پھیر ہوئی ہو تو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ایک بات پوچھوں منوہر جی۔" میں نے دوستانہ انداز اختیار کرنے کی کوشش کی۔

"دو پوچھئے جناب۔" اس نے ایک بار پھر ٹھوس آواز میں کہا۔ "جب میرے ہاتھ صاف ہیں تو پھر ڈر کس بات کا۔"

"آپ کے بارے میں میری اور تحصیلدار لالہ بنارسی کی بات ہو چکی ہے۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "انہیں آپ پر پورا وشواس ہے' وہ آپ کے کام کی تعریف بھی کر رہے تھے۔"

"ان کی بڑی کرپا ہے جناب ورنہ پٹواری لوگ تو اکثر بدنام ہوتے ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے...... دنیا میں اچھے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے اور پھر پانچوں انگلیاں برابر بھی نہیں ہوتیں۔" میں نے اسے بانس پر چڑھانے کی خاطر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا پھر دوبارہ اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ جمنا نامی عورت منشی پریم چندر سے یہی چاہتی تھی کہ جھیل والی زمین وہ ٹکڑا اس کے نام کر دیا جائے۔"

"اگر آپ نے یہ سنا ہے تو یہ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ میرے سورگ باشی منشی نے جمنا کو کیا جواب دیا تھا۔"

"مجھے وہ بھی معلوم ہے لیکن میرا خیال ہے اب آپ کی پوزیشن کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب......" پٹواری نے چونک کر پوچھا۔

"اوم پرکاش اور منشی پریم چندر کی اموات ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہم...... میں سمجھا نہیں۔" پٹواری اب کچھ نروس دکھائی دے رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ جمنا جو میری معلومات کے مطابق اچھے کردار کی مالک نہیں ہے اب آپ سے بھی وہی مطالبہ کرے جو پہلے دوسرے لوگوں سے کر چکی ہے۔"

"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں سرکار...... کیا اوم پرکاش اور پریم چندر کی موت کا یہی کارن تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کو نہ معلوم ہو لیکن پولیس کی رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش اور پریم چندر کی اموات نہایت پراسرار حالات میں واقع ہوئی ہیں اور ان دونوں وارداتوں میں جمنا کے ساتھ ساتھ کسی سفلی کے ماہر کا ذکر بھی فائلوں میں موجود ہے۔"

منوہر کے چہرے کی رنگت ایک لمحے کو زرد پڑ گئی۔ وہ شاید میری باتوں کا مفہوم سمجھ چکا تھا کچھ دیر خاموشی کے بعد بولا۔

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں سرکار لیکن جمنا نے آج تک کبھی میرے ساتھ ایسی بات نہیں کی۔"

"پہلے نہ سہی لیکن اب تو کر سکتی ہے۔"

"جینا اور مرنا منش کے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے اور جو بھگوان کو منظور ہوتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے' دھرتی کی کوئی شکتی مقدر کے لکھے کو بدل نہیں سکتی لیکن......" منوہر کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا......" میں نے وضاحت طلب کی۔

"اگر جمنا نے میرے ساتھ بھی ایسی کوئی سودے بازی کرنی

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

چاہی تو میں بھی اسے دھتکار دوں گا...... پھر جو بھاگ میں لکھا ہو۔"

"میں جانتا ہوں منوہر جی کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں نہیں کیا جا سکتا جو دولت کی لالچ میں آ کر اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں لیکن آپ کو شاید پریم چندر کی موت کے سلسلے میں ایک بات کا علم نہیں ہے۔"

"وہ کیا......"

"میں اس بات کا گواہ موجود ہوں کہ جمنا نے ذاتی مچلکے پر رہائی حاصل کرنے کے بعد کیا کہا تھا۔"

"کک...... کیا کہا تھا؟" منوہر نے جلدی سے سوال کیا۔ اس کی آواز میں اب کسی انجانے خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔

"جمنا نے پورے وشواس سے کہا تھا کہ پریم چندر خون کی الٹی کر کے مرے گا اور پھر کچھ دیر بعد ہی آپ کا غریب منشی جمنا کی دی ہوئی بددعا کے مطابق اس دنیا سے سدھار گیا۔"

"ایسی صورت میں تو اس کلنکنی کو آپ کو ترنت گولی مار دینی چاہیے تھی۔" منوہر نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں...... "میں نے پٹواری کے چہرے پر تیزی سے بدلتے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔ "اول تو بغیر کسی جرم کے ثبوت کے کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی اس کے علاوہ میرا خیال ہے کہ جمنا کو گولی مار دینے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔"

"وہ کیوں......"

"کیا میں اس بات کا یقین کر لوں کہ جو باتیں اس وقت ہمارے درمیان ہو رہی ہیں وہ اس کمرے کی حد سے باہر نہیں جائیں گی۔"

"آپ مجھ پر وشواس کریں جناب...... میں آپ کو بھگوان کی سوگند کھا کر وچن دیتا ہوں کہ آپ کی بات کسی اور کے سامنے زبان پر نہیں لاؤں گا۔"

"دراصل میں ایک خاص سلسلے میں آپ کی مدد چاہتا ہوں۔"

"آپ حکم دیں جناب۔"

"میرا خیال ہے کہ کوئی گندی شکتی پردے کے پیچھے رہ کر جمنا کے شریر کو استعمال کر رہی ہے۔" میں نے جان بوجھ کر ہندی کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا۔ تحصیل میں چونکہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی اس لیے میں جیسا دیس ویسا بھیس کی پالیسی پر کاربند تھا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا جناب۔"

جواب میں میں نے تھوڑے توقف کے بعد جمنا کے لاک اپ سے باہر آنے والی کیفیت کی مکمل تفصیل دہرائی تو پٹواری کا چہرہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میں نے اسے صرف جمنا کی

اردو کے شاہکار سفرنامے ضیاء ساجد -/200
منتخب مشہور سفرنامے ضیاء ساجد -/250
منتخب مشہور افسانے ضیاء ساجد -/150
منتخب اعلیٰ افسانے ضیاء ساجد -/125
مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

کیفیت کے بارے میں بتایا تھا۔ لاک اپ کی مضبوط سلاخوں کے پگھلنے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

"آپ کہہ رہے ہیں تو وشواس کیے لیتا ہوں ورنہ میں نے تو یہ سنا تھا کہ پلید آتمائیں کیول مردہ شریر پر قبضہ کرتی ہیں۔"

"سفلی کے بارے میں میں نے کچھ زیادہ تو نہیں پڑھا البتہ یہ ضرور سنا ہے کہ یہ سب سے زیادہ پلید اور ہلاکت خیز ثابت ہوتا ہے۔"

"آپ مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے ہیں۔"

"میری اطلاع کے مطابق روپ نگر میں پنڈت پجاریوں کے علاوہ سفلی کرنے والے بھی بہت سارے لوگ ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ خاص طور پر مجھے ایسے لوگوں کے نام بتائیں جو سفلی کے عمل میں مہارت رکھتے ہوں اور کسی نہ کسی زاویے سے ان کا تعلق جمنا سے بھی ہو۔"

"اس کام کے لیے آپ نے خاص طور پر میرا ہی چناؤ کیوں کیا ہے۔"

"شاید اس لیے کہ آپ کا تعلق بھی زمینوں کے حساب کتاب سے ہے اور اس لیے بھی کہ میں آپ کو قابل اعتماد سمجھتا ہوں۔"

"کرپا ہے آپ کی پرنتو میں......" منوہر کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا میں اس کے چہرے پر خوف کے سائے لرزتے دیکھ رہا تھا۔

"آپ غالباً قانون کے ساتھ تعاون کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے اکسانے کی کوشش کی۔

www.urdukorner.com

"شما کیجئے گا جناب...... جان بوجھ کر موت کے اندھے کنوئیں میں کوئی بھی چھلانگ لگانا پسند نہیں کرتا۔" پٹواری نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں بھی چھوٹے چھوٹے بچوں کا باپ ہوں۔"

"پھر تو یہ پراسرار اموات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔"

"آپ لالہ بنارسی جی سے معلوم کریں۔" اس نے اپنی جان چھڑاتے ہوئے کہا۔ "وہ اس تحصیل کے سب سے پرانے افسر ہیں دوسروں کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانکاری رکھتے ہیں۔"

"کیا آپ کسی ایک بھی ایسے شخص کا نام نہیں بتا سکتے جو سفلی کے عمل کا کام کرتا ہو اور جمنا کا واقف کار بھی ہو۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا۔"

"ممکن ہے اس شخص کے روشنی میں آجانے کے بعد یہ پراسرار حادثے ختم ہو جائیں۔"

"شما کیجئے گا جناب...... کیا آپ کسی گندے عمل کا توڑ کرنے کی شکتی رکھتے ہیں۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"آئی سی۔" میں نے سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے شاید آپ کا انتخاب کرنے میں غلطی سے کام لیا ہے۔" وہ خاموش رہا تو میں تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ کسی ایسے شخص سے ضرور واقف ہیں جو جمنا کو اپنا آلۂ کار بنا کر تحصیل میں خوف و ہراس پھیلانے کی کامیاب کوشش کر رہا ہے۔"

"ہر شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے جناب۔" اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں اس معاملے میں آپ کی کوئی سیوا نہیں کر سکتا۔"

"او کے مسٹر منوہر' میں جا رہا ہوں لیکن آپ اپنا وعدہ یاد رکھیے گا جو باتیں ہمارے درمیان ہوئی ہیں اس کی بھنک کسی اور کو نہیں لگنی چاہیے ورنہ......" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر پٹواری کو تیز نظروں سے گھورا پھر اس کے دفتر سے باہر آ گیا۔ میرے ذہن میں گرم آندھیوں کے تیز جھکڑ چل رہے تھے۔ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ تحصیل کے اکثر لوگ جمنا اور کسی سفلی کے ماہر کے تعلقات سے ضرور واقف ہیں لیکن وہ اس کا نام ظاہر کرنے سے ڈرتے ہیں۔

"آخر کیوں......؟" یہ سوال میرے ذہن میں گنبد کی صدا کی طرح گونج رہا تھا۔

شام کو انسپکٹر بدر اقبال نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے اپنے اطمینان کے آدمیوں سے لاک اپ کی حالت درست کرا لی ہے۔ اس رات میں کھانا کھانے کے بعد ٹہلنے کے ارادے سے باہر نکلنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دھرم داس آ گئے۔ میں صرف چند گھنٹے پہلے ہی ان سے مل چکا تھا۔ اس لیے اس وقت ان کی

آمد میرے لیے خلاف توقع ہی تھی۔ خاص طور پر ان کے چہرے پر طاری گمبھیر سنجیدگی مجھے اس بات کا پتا دے رہی تھی کہ ان کی آمد بلا مقصد نہیں تھی۔ میں انہیں لے کر اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ کچھ دیر بعد احمد علی نے کافی کے برتن لا کر ہمارے سامنے سجا دیے' کافی ہم دونوں کی کمزوری تھی۔ جتنی دیر کافی کا دور چلتا رہا ہمارے درمیان خاندانی باتوں کا پرانا سلسلہ جاری رہا پھر دھرم داس نے حسب عادت اپنے لیے ایک سگار سلگایا اس کے دو تین کش لیے پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے بولے۔

"میں اس وقت تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں۔"

"آپ نے ناحق زحمت کی فون کر کے مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے......" وہ بدستور سنجیدگی سے بولے۔

"آپ میرے بزرگ ہیں" میں نے سعادت مندی سے کہا۔ "حکم دیجئے......"

"روپ نگر کی آب و ہوا تمہیں سازگار نہیں آ رہی ہے اس لیے میری مانو تو اپنا تبادلہ کروا لو' میں آئی جی سے واقف ہوں' مجھے یقین ہے کہ تمہارے سلسلے میں وہ میری سفارش رد نہیں کرے گا۔"

"تبادلہ کروا لوں...... مگر کیوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مجھے کچھ حالات کی اطلاع مل چکی ہے اس لیے موجودہ صورتحال میں تمہاری ساکھ خراب بھی ہو سکتی ہے۔" دھرم داس کے لہجے میں خلوص تھا۔ "تم میرے دوست کے بیٹے ہو اس لیے بتا رہا ہوں کہ پولیس کے محکمے میں اگر ایک بار کسی کی ساکھ بگڑ جائے تو اس کا بحال ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم ایسے کسی حادثے سے دوچار ہو۔"

"میں آپ کی محبت کی قدر کرتا ہوں لیکن جو حادثات رونما ہو رہے ہیں وہ میرے لیے ایک چیلنج ہیں اور میں اسے ہر قیمت پر قبول کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "میں بھی محض ایک بدکار عورت سے ڈر کر میدان چھوڑ دینا کم از کم ایک پٹھان کی شان کے خلاف ہے۔"

"وہ صرف ایک عورت نہیں ہے۔" دھرم داس نے پہلو بدل کر کہا۔ "اس کے پیچھے نادیدہ قوتیں بھی کام کر رہی ہیں اور پراسرار قوتوں کا مقابلہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس کے توڑ سے واقف ہوں۔"

"ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے اور مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری رہنمائی ضرور کرے گا۔"

"ایز یو وش......" دھرم داس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ویسے میں ہر طرح سے تمہاری مدد کو تیار ہوں۔"

www.urdukorner.com

پھر انہیں گاڑی تک چھوڑنے باہر تک چلا گیا۔

اس رات میں سونے کے لیے لیٹا تو میرے ذہن پر جتنا کا تصور بری طرح سوار تھا۔ میں پٹھان ہوں' میری رگوں میں اس باپ کا خون تھا جس نے سنگلاخ چٹانوں کے سامنے بھی کبھی سر کو جھکانا نہیں سیکھا تھا۔ پھر میں ایسی عورت سے خوفزدہ ہو کر میدان کس طرح چھوڑ دیتا جو پوری تحصیل میں سب سے زیادہ بدنام تھی۔

میری آنکھ کب لگی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ اس رات خواب میں بھی جتنا کے تصور نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ میرے سامنے کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی ہے اس کے چہرے سے اعتماد جھلک رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اس وقت بھی بڑی بے باک اور خود سر دکھائی دے رہی تھی البتہ ایک بات جو میں نے خاص طور پر محسوس کی۔ وہ اس کی آنکھوں کی سرخی تھی جس کے اندر کچھ عجیب سے سائے رقص کرتے نظر آرہے تھے کچھ دیر تک وہ تیکھی نگاہوں سے گھورتی رہی پھر اس کے تراشیدہ ہونٹوں میں ارتعاش پیدا ہوا اور ایک نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے ساتھ دوستی کرلو۔۔۔۔ بڑے فائدے میں رہو گے۔"

"جو فائدہ کسی بدکار عورت کے ذریعے حاصل ہو میں اس پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"بڑے مورکھ ہو جو گھر آئی لکشمی کو ٹھکرا رہے ہو۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔"

"ایک بار آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ دھرتی کتنی بڑی ہے۔ پولیس کی معمولی ملازمت تمہیں کچھ نہیں دے سکتی لیکن میں تمہیں دھن' دولت اور ایسی شکتی سے مالا مال کر سکتی ہوں جسے تم نے سپنے میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔" وہ قدم بڑھاتی میرے بالکل قریب آگئی۔۔۔۔ "صرف ایک بار میرا ہاتھ تھام لو پھر تمہیں خود ہی میری باتوں پر وشواس آجائے گا۔"

میں اسے دھتکار دینا چاہتا تھا اس کا قرب مجھے بڑا مکروہ محسوس ہو رہا تھا' مجھے اس بات کا خطرہ بھی لاحق تھا کہ اگر کسی اور نے مجھے اس کے ساتھ دیکھ لیا تو میں بلاوجہ بدنام ہو جاؤں گا۔

"کس دبدھا میں گم ہو بھولے ناتھ۔۔۔۔ ایسے سے کسی منش کے جیون میں بار بار نہیں آتے' میں تمہیں اتنا بلوان بنا سکتی ہوں کہ اگر تم مٹی کو ہاتھ لگاؤ تو وہ بھی سونا بن سکتی ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا۔" مٹی اور سونے والی بات سن کر میرے لہجے میں نرمی آگئی لیکن یہ ایسی کوئی تعجب یا اچنبھے کی بات نہیں

تھی۔ دنیا کا ہر انسان بڑا آدمی بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے۔ دھن دولت وہ طاقت ہے جس نے بڑے بڑے رشی منی کو راہ سے بھٹکا دیا ہے۔

میں ایک لمحے تک جتنا کو گھورتا رہا' اس کی سرخ
نظروں میں لمبے لمبے انسانی سائے گڈمڈ ہو کر بکھر رہے تھے۔
منظر عجیب تھا' کوئی نادیدہ قوت مجھے اکسا رہی تھی۔ میں
سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میرے قدم ڈگمگا گئے میں نے ہاتھ
کر جتنا کی کلائی پوری قوت سے تھام لی۔ مجھے ایک تازیانہ
بالکل ایسا ہی لگا جیسے میں نے کسی دہکتی ہوئی سلاخ پر ہاتھ رکھ
ہو لیکن یہ احساس جلدی ختم ہو گیا پھر مجھے یوں محسوس ہوا
میرا ذہن تیزی سے گھوم رہا ہو' وہ گردش اتنی تیز تھی کہ میں
قوت بینائی دھندلانے لگی۔ میں خود کو کسی بھنور کی زد میں
ہوئے تنکے کی مانند محسوس کر رہا تھا جو پوری شدت سے
رہا تھا' مجھے ہر منظر گرد آلود اور دھندلا دھندلا نظر آرہا تھا پھر جا
کیفیت تبدیل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ میں کسی پہاڑ کے غار
موجود ہوں جہاں نیم تاریکی ہونے کے باوجود سونے اور چا
کے خزینے میری نظروں کے سامنے بکھرے پڑے تھے ان کی
دمک میری آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھی۔ ابھی میں
جواہرات کو للچائی للچائی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ جتنا کی
میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"کیا تم اس خزانے کو حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔۔ ہاں" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"اسے پانے کے لیے تمہیں کچھ بلیدان بھی
ہوگا۔۔۔۔"

"وہ کیا۔۔۔۔"

"تمہیں اپنے دھرم سے منہ موڑنا ہوگا۔"

"نہیں۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ یہ ناممکن ہے" میں نے فیصلہ
لہجے میں کہا۔

"پھر تمہیں ایک اور کام کرنا ہوگا۔"

"کیا۔۔۔۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا'
نگاہیں بار بار سونے چاندی کے ذخیرے کی جانب اٹھ رہی تھیں

"تمہیں مہان شکتی پراپت کرنے کی خاطر مجھے جان سے
ہوگا۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"اس کے بعد تمہیں دھات کی یہ چھوٹی سی مورتی مل جا
گی۔" جتنا کی سحر انگیز آواز میرے کانوں میں گونج رہی
"اس مورتی کو پانے کے بعد تمہاری ہر اچھا (خواہش) پوری
تم جو چاہو گے وہی ہوگا۔ تمہارے سپنے بھی ادھورے نہیں
گے۔۔۔۔ تو میرے ساتھ میں تمہیں اس مورتی کے درشن
کرادوں۔"

جتنا نے میرا ہاتھ تھاما' ناہموار راستے اور تاریکی کے باوجود
اس طرح قدم اٹھا رہی تھی جیسے وہ بار بار وہاں آچکی ہو کچھ دیر
ہم نے اسی طرح اپنا سفر جاری رکھا۔ ایک دو بار مجھے ٹھوکر
لگی لیکن میں نے خود کو گرنے سے سنبھال لیا پھر ایک جگہ پہنچ
کر جتنا رک گئی۔

"کیا تمہیں اس اندھیرے میں کچھ دکھائی دے رہا ہے۔"
نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔"

"ٹھہرو۔۔۔۔ میں تمہارے لیے اجیارہ کیے دیتی ہوں۔" اس
نے بڑے اعتماد سے کہا پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا
نہ رہی جب میں نے غار کے اس تاریک حصے کو روشن ہوتے
دیکھا' ہم اس وقت ایک اونچے حصے پر کھڑے تھے جس کے سامنے
زمین کا ایک حصہ قدرے گہرائی میں کٹورے کی شکل میں موجود
تھا۔ زمین کا وہ ٹکڑا سنگلاخ نہیں تھا بلکہ دلدل کی طرح میلا اور
نرم نظر آرہا تھا۔

"دھرتی کے اسی ٹکڑے میں وہ دھات کی چھوٹی مورتی دفن
ہے جو مہان شکتیوں کی مالک ہے۔" جتنا نے کہا۔ "آگے بڑھو
اور ہاتھ ڈال کر اسے باہر نکال لو پھر میں تمہیں اس کا چمتکار
دکھاؤں گی۔"

"کیا تم اسے حاصل نہیں کر سکتیں۔" میں نے جرح کی۔
"مجھے درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہی کٹھنائی تو آن پڑی ہے کہ ہم اس مورتی کو اس کی جگہ
سے باہر نہیں نکال سکتے۔"

"ہم سے تمہاری مراد کیا ہے۔" میں نے چونکتے ہوئے
پوچھا۔ "کیا اس کام میں کوئی اور بھی تمہارے ساتھ شریک
ہے۔"

"تمہیں ان باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔" وہ
سپاٹ لہجے میں بولی۔ "یہ بات مت بھولو کہ مورتی کو صرف تم ہی
اس دلدل سے نکال سکتے ہو۔"

"میں اب بھی اس معمے کو نہیں سمجھ سکا۔" میں نے دوبارہ
کہا۔ "جب تم اس مورتی اور اس کی طاقت سے واقف ہو تو پھر
مجھے اس راز میں شامل کرنے کا کیا سبب ہے۔"

وہ ایک تانیے تک مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتی رہی پھر

www.urdukorner.com

"ہم چونکہ نیچ ذات کے لوگ ہیں اس لیے اس پوتر مورتی کو
اس کی اصلی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے لیکن اس کے باہر آنے کے
سورج ڈوبنے کے بعد ہم بھی اسے ہاتھ لگا سکتے ہیں۔"

جتنا نے ایک بار پھر جمع کا صیغہ اختیار کیا تھا لیکن میں نے
اس سے دوبارہ وضاحت نہیں طلب کی پھر دل کڑا کر کے دلدل کی
طرف بڑھا۔ نرم مٹی کے کنارے پہنچ کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھ
گیا۔ پھر اس کیچڑ میں ہاتھ ڈال کر ادھر ادھر اس مورتی کو تلاش کرنے لگا۔ مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ آٹھ دس منٹ بعد ہی میرا ہاتھ کسی ٹھوس شے سے ٹکرایا تھا۔ میں نے اسے باہر نکال کر دیکھا تو وہ دھات کی بنی ہوئی ایک عورت کی شکل کی مورتی ہی ثابت ہوئی جو گیلی مٹی میں لتھڑی دکھائی دے رہی تھی۔ جتنا نے اسے دیکھا تو اس کی نگاہیں فاتحانہ انداز میں چمک اٹھیں۔ وہ خوشی سے سرشار لہجے میں بولی۔

"تین سورج ابھرنے اور ڈوبنے تک یہ تمہارے پاس رہے گی اور اس کے بعد۔۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گئی۔

"اس کے بعد کیا ہوگا۔" میں نے وضاحت طلب نظروں سے جتنا سے پوچھا۔

"اس کے بعد اس کی مہان شکتی تمہاری مٹھی میں ہوگی اور تم جو چاہو گے وہ اوش پورا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے تم میرے ساتھ ایک دلچسپ مذاق کر رہی ہو۔" میں نے کیچڑ میں لتھڑی ہوئی مورتی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھلا یہ دھات کی مورتی پراسرار قوتوں کی مالک کس طرح ہو سکتی ہے۔"

"تم چاہو تو اس سے میں بھی اس کی مہان شکتی کو آزما سکتے ہو۔" جتنا نے سنجیدگی سے کہا۔ "اپنے من میں کچھ سوچو۔۔۔۔۔۔۔ مورتی کی شکتی تمہاری اچھا کو اوش پورا کرے گی۔"

مجھے جتنا کی باتیں ناقابل یقین اور فرضی کہانیوں جیسی لگ رہی تھیں پھر بھی میں نے مورتی کی طرف دیکھ کر دل میں یہ سوچا کہ ہم جس پہاڑی غار میں کھڑے ہیں کیا وہ کسی بھیانک زلزلے کا شکار ہو سکتا ہے؟ ابھی میں نے اپنے دل میں وہ خیال کیا ہی تھا کہ میرے قدم زمین پر ڈگمگانے لگے' پورا ماحول جیسے یکلخت بھیانک اور ہولناک زلزلے کی لپیٹ میں آگیا تھا بڑے بڑے پتھر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر لڑھک رہے تھے اور زمین جگہ جگہ سے شق ہو رہی تھی۔

"یہ تم نے کیا سوچ لیا۔۔۔۔۔" جتنا کی خوفزدہ آواز میرے کانوں میں گونجی۔

میں نے جواب دینے کی کوشش کی تھی لیکن ایک وزنی پتھر اتنی شدت سے مجھ سے ٹکرایا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ مورتی پھسل کر میرے ہاتھ سے نکل چکی تھی پھر وہ جسمانی درد کا احساس ہی تھا جس سے بوکھلا کر میں ہڑبڑا کر جاگ گیا۔۔۔۔۔! میں اس وقت اپنے کمرے میں اپنے بستر پر موجود تھا میری سانس اس بری طرح پھول رہی تھی جیسے میں نے میلوں کا سفر قدموں کے بجائے منٹوں میں طے کرنے کی کوشش کی ہو۔ میرا سارا بدن بری طرح ٹوٹ رہا تھا وہ یقیناً جتنا کے مکروہ وجود کا تصور ہی تھا جس نے سوتے میں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

www.urdukorner.com

نے انگڑائی لینے کی خاطر اپنے بازو پھیلائے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ میرا سیدھا ہاتھ تقریباً کہنی تک کیچڑ میں لت پت نظر آ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے اٹھ کر اپنا ہاتھ دھویا پھر دوسرا نائٹ گاؤن پہن کر سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ رہ رہ کر مجھے دھات کی وہ مورتی ذہنی طور پر پریشان کر رہی تھی جو میرے قبضے میں آ کر نکل گئی تھی..... میرے سیدھے ہاتھ کا کیچڑ میں لتھڑ جانا اس بات کی تردید کر رہا تھا کہ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ محض خواب ہی تھا۔

"پھر..... وہ سب کچھ کیا تھا؟"

*

اس روز جمعہ تھا اس لیے میں دیر تک سوتا رہا۔ میں یہاں یہ بتا تا چلوں کہ میں کم از کم جمعہ کی نماز بڑی پابندی سے پڑھتا تھا۔ چنانچہ اس روز بھی نہا دھو کر مسجد گیا۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ روپ نگر میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے وہاں صرف ایک ہی جامع مسجد تھی جہاں دور دور سے لوگ نماز ادا کرنے کے لیے آتے تھے۔ عام دنوں میں وہ اپنی اپنی علاقائی مسجدوں میں خدا کے حضور سر بسجود ہوا کرتے تھے چنانچہ اس روز بھی جامع مسجد میں تحصیل کے بیشتر مسلمان اکٹھا تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے سے ملنا اور خیریت دریافت کرنا ایک روایت بن چکا تھا۔ میں چونکہ نیا نیا آیا تھا اس لیے بہت زیادہ لوگوں سے واقف نہیں تھا جبکہ اکثر لوگ مجھ سے واقفیت رکھتے تھے بہر حال میں لوگوں سے ملتا ملاتا مسجد سے رخصت ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں میرا تعاقب کر رہا ہے۔ ان دنوں جس قسم کے حالات میرے ساتھ پیش آ رہے تھے انہوں نے مجھے خاص طور پر بہت زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ چنانچہ کسی کے تعاقب کے تصور سے میں نے چلتے چلتے تیزی سے گھوم کر دیکھا، جس راستے سے میں گزر رہا تھا وہاں بس اکا دکا آدمی ہی نظر آ رہے تھے اور وہ بھی خاصے فاصلے پر تھے میں نے تعاقب کے خیال کو اپنا وہم سمجھ کر ذہن سے جھٹکا اور پھر قدم آگے بڑھانے لگا۔ اس بار میں نے تعاقب میں آنے والی چاپ کی آواز کے ساتھ ہی اس سائے کو دیکھا جو میرے سامنے کی جانب زمین پر پڑ رہا تھا۔

ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناتے میرا چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی دھیان دینا بہت ضروری تھا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ پے در پے پراسرار واقعات سے میرا سابقہ پڑ رہا تھا چنانچہ میں نے قدموں کی چاپ سن کر ایک بار پھر تیزی سے گھوم کر دیکھا لیکن میرے قرب و جوار میں کوئی دوسرا شخص موجود نہیں تھا پھر یکلخت ایک خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں

طنز و مزاح

انگور کھٹے ہیں	اعتبار ساجد	100/-
غالب کی آبرو	اعتبار ساجد	80/-
ایمرجنسی وارڈ	اعتبار ساجد	80/-
منہ شگافیاں	اعتبار ساجد	75/-
جا بیل اسے مار	اعتبار ساجد	75/-
اس طرح تو ہوتا ہے	اعتبار ساجد	80/-
غالب ہمیں بھی چھیڑ	اعتبار ساجد	100/-

مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

ابھرا اور سردی کی ایک لہر میرے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ میں جس سمت جا رہا تھا سورج عین میرے سامنے تھا اور ایسی صورت میں سائے کو میرے سامنے بجائے پشت کی سمت پڑنا چاہیے تھا جبکہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے اپنے سامنے دیکھا تھا لیکن جب میں نے دوبارہ پلٹ کر سامنے دیکھا تو سایہ غائب ہو چکا تھا۔ میں اتنے کمزور دل کا بھی نہیں ہوں کہ ایسی چھوٹی موٹی باتوں سے خوفزدہ ہو جاؤں لیکن جو کچھ میرے ساتھ پیش آ رہا تھا وہ بلاشبہ پراسرار اور حیرت انگیز تھا۔ بھوت پریت، عفریت اور اجنا کا ذکر مختلف مذہبی کتابوں میں موجود ہے اس لیے اس سائے کا اس طرح نمودار ہو کر غائب ہو جانا میرے لیے باعث حیرت ہی تھا۔ میں نے خود کو فوری طور پر کسی نادیدہ قوت کے شر سے محفوظ رکھنے کی خاطر آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا پھر دوبارہ قدم بڑھانے لگا۔

بڑے بازار کے قریب پہنچ کر میں نے اپنی رہائش گاہ کی طرف تو میری نظر ایک بوڑھے فقیر پر پڑی جو فٹ پاتھ پر بیٹھا کوئلے سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رہا تھا۔ وہ اپنی دھن میں اس قدر مگن تھا کہ اسے قرب و جوار کا بھی کوئی ہوش نہیں تھا۔ وہ خاصا عمر رسیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے اور داڑھی کے بال جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھے ہوئے تھے جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں کہیں زخم کے نشان بھی موجود تھے۔ شاید وہ برسوں سے نہیں نہایا تھا۔

www.urdukorner.com

اس کے منہ سے جو رال ٹپک رہی تھی اس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں لیکن وہ اس قدر انہماک سے لکیریں کھینچنے میں مصروف تھا جیسے کوئی بہت بڑا مصور کسی حسین شاہکار کو جنم دے رہا ہو۔ میں نے اس بوڑھے فقیر کو اس روز پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے پھٹے پرانے لباس اور اس کی حالت دیکھ کر مجھے اس پر ترس آ گیا۔ میرے قدم خود بخود اس کی طرف اٹھنے لگے۔ میں اس کے بالکل قریب جا کر کھڑا ہو گیا لیکن اس نے شاید میری موجودگی کو بھی محسوس نہیں کیا تھا اور بدستور بے ہنگم اور بے مقصد سی لکیروں سے فٹ پاتھ کو سیاہ کرنے میں محو تھا۔ اس کے قریب ہی کچھ سکے پڑے تھے جو شاید لوگوں نے ترس کھا کر ڈال دیے تھے۔ میں نے بھی اس کی مدد کی خاطر جیب سے پانچ روپے کا نوٹ نکالا اور اس کے سامنے ڈال دیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس نوٹ پر کوئی توجہ نہیں دے گا لیکن اس کا تیزی سے چلنے والا ہاتھ یکلخت رک گیا۔ اس نے نظریں گھما کر میری جانب بہت غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر آنکھوں کے نیچے کہیں کہیں خراشیں بھی نظر آ رہی تھیں۔

"اسے رکھ لو بابا....." میں نے نوٹ کی سمت اشارہ کرتے ہوئے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "تمہارے کام آئیں گے۔"

"یہ..... یہ کاغذ کا حقیر ٹکڑا میرے کس کام آئے گا۔" اس نے مجھے وحشت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے چہرے سے دیوانگی جھلک رہی تھی۔

"تم اس سے کھانے پینے کا سامان خرید سکتے ہو..... اپنی بھوک مٹا سکتے ہو۔"

"تو شاید میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔" وہ بڑی حسرت سے بولا۔ "بھوک کبھی نہیں مٹتی۔ جتنا مٹانے کی کوشش کرو اور بھڑک اٹھتی ہے۔ میں بہت دنوں سے فاقہ کر رہا ہوں..... تو بھی شروع کر دے۔"

"میں نے آج تمہیں پہلی بار روپ نگر میں دیکھا ہے۔" میں نے یونہی پوچھ لیا۔ "کہاں رہتے ہو.....؟"

"کہاں رہتا ہوں؟" اس نے اپنی داڑھی کے الجھے ہوئے بالوں کو کھجاتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کیا۔ "میں..... کہاں رہتا ہوں۔"

"روپ نگر میں شاید نئے نئے آئے ہو۔"

"مجھے کچھ یاد نہیں لیکن تم..... تم کون ہو۔"

"میں بھی تمہاری طرح خدا کا ایک حقیر بندہ ہوں۔"

"بندہ....." اچانک اس نے دیوانوں جیسے انداز میں قہقہے لگانے شروع کر دیے۔

"کیوں..... اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا میں تمہیں بندہ نظر نہیں آتا۔"

"نہیں....." وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا اس کے قہقہوں کو جیسے اچانک بریک لگ گیا تھا پھر وہ مجھے دیوانوں کی طرح سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے بولا۔ "تو شتر مرغ ہو سکتا ہے..... اود بلاؤ ہو سکتا ہے لیکن بندہ نہیں ہو سکتا۔"

وہ شاید ذہنی مریض تھا جو الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اس نے کچھ عجیب خوفزدہ لہجے میں مجھے روکتے ہوئے کہا۔

"مجھے چھوڑ کر نہ جا..... ورنہ میں شاید پھر بھٹک جاؤں گا اور وہ..... وہ میرا مکان کہاں ہے۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"پریشان مت ہو بابا۔" میں نے اسے تسلی چاہی۔ "تمہیں تمہارا مکان بھی مل جائے گا۔"

"مل جائے گا....." وہ خوشی سے تالی بجانے لگا پھر اچانک اس نے زمین پر پڑا ہوا پانچ کا نوٹ اٹھا لیا۔ چند لمحے اسے پاگلوں جیسے انداز میں الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر اس نے بڑے وحشت بھرے انداز میں نوٹ کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

"یہ..... یہ تم نے کیا کیا۔" میں نے اسے تعجب سے دیکھا مجھے اس کے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا تھا۔

"کھوٹے سکے اللہ کی راہ میں نہیں چلتے۔ اس لیے میں نے تیرا نوٹ پھاڑ دیا۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا پھر اس نے پھٹے ہوئے نوٹ کے ٹکڑے ہوا میں اڑا دیے۔ اس کا جواب مجھے نہ جانے کیوں الجھن میں مبتلا کر رہا تھا۔

"بابا....." میں نے اسے تو اتی نظروں سے دیکھا۔ "کیا تمہیں کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہے۔"

"تو کیا معلوم کرنا چاہتا ہے۔" اس بار اس نے ہوش مندوں کی طرح پوچھا۔

"میں آج کل کچھ مشکلات میں گھرا ہوں۔" میں نے اسے کوئی بزرگ سمجھتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔ "کیا تم مجھے اس الجھن سے نجات دلا سکتے ہو۔"

"کسی چمار سے دوستی کا گٹھ لے، تیرے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔" بوڑھے نے بڑی رازداری سے جواب دیا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس خانے میں فٹ کروں۔ میرے اندازے کے مطابق یا تو وہ کوئی [illegible] مجذوب تھا یا بزرگ تھا یا پھر سی آئی ڈی کا کوئی افسر تھا جس نے خود کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی خاطر بھیس بدل رکھا تھا ابھی میں اسے گھور ہی رہا تھا اور کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے برہمی کا اظہار کیا۔

"دیدے پھاڑے کیا دیکھ رہا ہے..... جا اپنا راستہ ناپ۔"

"تم....." میں نے قدرے جھک کر مدھم لہجے میں کہا۔ "وہ نہیں ہو جو نظر آ رہے ہو۔"

www.urdukorner.com

"ہاں" وہ دیوانوں کی طرح ہونٹوں پر انگلی جما کر بولا۔ "میں دم دار ستارہ ہوں اگر ٹوٹ کر کسی اور ستارے سے ٹکرا گیا تو تباہی اور بربادی بھی پھیل سکتی ہے...... مگر یہ بات اپنی ذات تک محدود رکھنا' کسی اور کو پتا چل گیا تو مجھے وہ کسی اور ستارے کی مخلوق سمجھ کر مار ڈالیں گے...... زندگی اور موت کا کیا بھروسہ...... نظر نہ آنے والا دھاگا اگر ٹوٹ گیا تو کٹھ پتلی کا تماشہ ٹھپ ہو جائے گا۔ دنیا کا کاروبار جس طرح چل رہا ہے چلنے دے...... زیادہ اچھل کود کی تو تو بھی چمگادڑ کی طرح کسی درخت سے الٹا لٹکا نظر آئے گا۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو......" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں...... میں نے چوتھے آسمان تک پڑھ لیا ہے۔" اس نے دیدے نچاتے ہوئے رازداری سے کہا۔ "پانچویں کا امتحان دیا تھا لیکن نقل کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ اسی لیے یہ حلیہ بن گیا ہے۔"

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمہاری اصلیت کیا ہے؟" میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میری اصلیت" وہ چند لمحوں تک خلاء میں آنکھیں پھاڑے تکتا رہا پھر داڑھی کھجلاتے ہوئے بولا۔ "خاک' دھول اور مٹی...... میری مان تو تو بھی اپنے ہاتھ کچڑ سے سان لے...... پوبارہ ہو جائیں گے...... آنکھ کھول کر چلے گا تو آسمانوں پر نہیں اڑ سکے گا' زمین پر ہی ٹاک ٹوئیاں مارتا رہ جائے گا...... عقل کے ناخن بڑھا کر خود کو زخمی کر لے...... وقت ہاتھ سے نکل گیا تو تمام زندگی پچھتانا پڑے گا۔"

اس بوڑھے کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں' کبھی وہ دیوانوں کی طرح واہی تباہی بکنا شروع کر دیتا تھا اور کبھی بڑے فلسفیانہ انداز میں گہری گہری باتیں کرنے لگتا میرا اس کے پاس زیادہ دیر رکنا بھی مناسب نہیں تھا چنانچہ میں جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ اس نے آواز دے کر مجھے روک لیا۔

"اتنی جلدی کہاں جا رہا ہے...... فٹ پاتھ پر دو چار لکیریں تو بھی مار دے ورنہ کشتی ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"تم خواہ کوئی بھی ہو لیکن میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔

"اکڑ گیا بچے سے......" وہ دیوانوں کی طرح ہنسنے لگا۔ "پنجرے کی طرف بھی ایک نظر دیکھ لے...... چڑیا آزاد ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔" میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔ "کیا چاہتے ہو۔"

"نہیں نہیں......" وہ تیزی سے خوفزدہ انداز میں اٹھا۔ اس کی کیفیت سہمی سہمی نظر آ رہی تھی' گڑگڑا کر بولا۔ "مجھے گرفتار نہ کرنا۔ میں پہلے ہی گرفتار ہوں......"

"کیا......" میں چونکا۔ "کیا تم کوئی مجرم ہو جو قانون کی نگاہوں سے بچنے کے لیے یہ حلیہ اختیار کر رکھا ہے۔"

"ہاں...... ہاں......" وہ دیدے نچاتے ہوئے مدھم آواز میں بولا۔ "میں نے ایک موتی چرائی تھی' رحمات کی بنی ہوئی موتی' وہ میری منزل کے راستے میں آ گئی تھی اور پھر...... پھر میں بھٹک گیا۔"

میں رحمات کی موتی کے حوالے پر چونکا' وہ یقیناً کوئی پہنچا ہوا بزرگ تھا جو اشارے کنایوں میں مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا' میں نے اسے غور سے دیکھا میرے چہرے کے کھچاؤ میں کمی آ گئی۔ وہ دلوں کے بھید پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"بابا...... کیا تم میری رہنمائی کر سکتے ہو......"

"پولیس پولیس...... دوڑو...... دوڑو...... بچاؤ" وہ چلاتا ہوا بھاگ کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ میں نے برق رفتاری سے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی۔ میں اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے میرے رات والے خواب اور رحمات کی موتی کے بارے میں "اور کیا کچھ معلوم ہے لیکن گلی میں داخل ہوتے ہی مجھے ایک دھچکہ سا لگا۔ وہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا کوئی نشان نہیں تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں مجھے اس بات کا شدید ملال تھا کہ میں نے اسے شناخت کرنے میں غلطی سے کام لیا تھا لیکن تیر اب کمان سے نکل چکا تھا۔

میں پلٹ کر اپنی رہائش گاہ کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ میرے ذہن میں اس بوڑھے کی باتیں گونج رہی تھیں۔ اس نے مجھ کو کسی بھکاری سے دوستی گانٹھنے کا مشورہ دیا تھا اور کسی چڑیا کی آزادی کی اطلاع بھی دی تھی میں نے اس کی بات پر بہت غور کیا لیکن کوئی آخری نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ اس کی باتیں معنی خیز تھیں لیکن میں ان کی باریکیوں کو سمجھنے سے قاصر رہا۔

دوسرے دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا مصروف کار تھا۔ دوپہر کے وقت اے ایس آئی رام دیال نے میرے کمرے میں قدم رکھ کر سیلوٹ کیا پھر میرے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کوئی خاص بات......" میں نے اس کے آنے کا سبب معلوم کیا۔

"آج جمنا والے کیس کی پیشی تھی سر......"

"کیا فیصلہ ہوا......" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے سوال کیا۔

"منشی پریم چندر کی موت اور عدم ثبوت کی وجہ سے کیس خارج کر دیا گیا۔"

"عدم ثبوت سے آپ کی کیا مراد ہے۔" میں نے تیزی سے

www.urdukorner.com

پوچھا۔ "کیا آپ نے دونوں گواہوں کو عدالت میں پیش نہیں کیا۔"

"کیا تھا سر...... لیکن ان دونوں نے اپنے تحریری بیان سے انکار کر دیا۔"

"کیا مطلب......"

"گواہوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے منشی پریم چندر کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے زبردستی بیان دیا تھا ورنہ انہوں نے جمنا کو آنجہانی کی جیب کاٹتے نہیں دیکھا تھا......" رام دیال نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ قانون کا محافظ ہونے کے باوجود جمنا کے چھوٹ جانے پر بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"آل رائٹ......" میں نے خشک آواز میں کہا۔ "آپ جا سکتے ہیں۔"

میرا جواب سن کر رام دیال خاموشی سے اٹھا اور سیلوٹ کر کے دفتر سے باہر چلا گیا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں ایک پنسل موجود تھی' جمنا کی آزادی کی اطلاع سن کر میں نے اپنی مٹھی کو اتنی زور سے بھینچا کہ پنسل دو ٹکڑوں میں منقسم ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی بوڑھے کے الفاظ میرے ذہن میں گونجنے لگے۔

"پنجرے کی طرف بھی ایک نظر دیکھ لے...... چڑیا آزاد ہو گئی ہے۔"

جب سے میں روپ نگر آیا تھا اس کے دو ماہ بعد ہی سے والدہ کا فون پر اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ میں دو چار روز کی چھٹی لے کر ان سے ملنے چلا جاؤں۔ ایک دو بار والد صاحب نے بھی اسی قسم کی بات کی تھی۔ اوم پرکاش کی فائل میری سیف میں بند تھی' منشی پریم چندر' جمنا کی بددعا کا شکار ہو کر ہو گیا تھا۔ جمنا کو جیب کاٹنے والے کیس سے باعزت طور پر رہا کر دیا گیا تھا۔ اس کیس کے دونوں گواہ منحرف ہو گئے تھے پھر بوڑھے سے میری ملاقات اور اس کی پراسرار باتوں نے مجھے ذہنی طور پر الجھا رکھا تھا چنانچہ میں نے دو روز کی چھٹی لی اور والدہ سے ملنے گھر چلا گیا۔ والد صاحب نے میری توقع کے عین مطابق مجھ سے روپ نگر کے حالات کے بارے میں دریافت کیا لیکن میں نے اپنی کسی بات سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا ورنہ اگر بات والدہ کے کانوں تک پہنچ جاتی تو شاید وہ مجھے واپس ملازمت پر جانے کی اجازت بھی نہ دیتیں۔ روپ نگر سے چلتے وقت میں نے خاص طور پر انکل دھرم داس سے بھی یہی درخواست کی تھی کہ اگر ان کی والد صاحب سے فون پر گفتگو ہو تو مجھے پیش آنے والے حالات سے آگاہ نہ کریں۔

ایک روز سکون سے گزر گیا لیکن دوسرے دن رات کے کھانے کے بعد جب سب لوگ ساتھ بیٹھے تو میری والدہ نے روپ نگر میں میری تعیناتی کے بارے میں ذکر چھیڑ دیا۔ میں یہاں یہ بات ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے پرنانا بہت بڑے بزرگ تھے۔ ہرچند کہ ان کے انتقال کو ایک طویل عرصہ گزر گیا تھا لیکن میری والدہ روحانی طور پر ان سے اس قدر وابستہ تھیں کہ ان کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہتا تھا۔ بہرحال اس وقت ہم سب لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"شہباز بیٹے' تمہیں روپ نگر میں کسی قسم کی کوئی تکلیف یا پریشانی تو لاحق نہیں ہے۔" والد صاحب نے پوچھا۔

"جی نہیں......" میں نے والدہ کی موجودگی کے سبب خاص طور پر بڑے اطمینان اور سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "روپ نگر ہر اعتبار سے ایک خوبصورت جگہ ہے' مجھے وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے' ہر قسم کا آرام اور آسائش حاصل ہے پھر خاص طور پر انکل دھرم داس میرا بہت خیال رکھتے ہیں چھوٹی جگہ ہے اس لیے میری عزت بھی بہت کی جاتی ہے۔"

"یہ اوم پرکاش کا کیا قصہ ہے۔" والد صاحب نے پوچھا تو میں ایک لمحے کو چونکا پھر جلدی سے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے زمانے کا نہیں بلکہ پرانا کیس ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" والد صاحب نے میری بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے جو اطلاع ملی ہے اس کے مطابق پٹواری اوم پرکاش کی موت انتہائی پراسرار طور پر واقع ہوئی تھی اور آج تک قاتل یا قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"آپ کی اطلاع درست ہے لیکن وہ کیس اب فائل ہو چکا ہے۔"

"اچھا ہوا۔" والد صاحب نے سکون کا سانس لیا پھر تھوڑے توقف سے بولے۔ "اس قسم کی پیچیدہ واردانوں میں زیادہ ملوث ہونے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ بلاوجہ بنی بنائی ساکھ خطرے میں پڑ جاتی ہے۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ نے تو مجھے پہلے یہ مشورہ دیا تھا کہ قانونی تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرنا ایک اچھے اور فرض شناس پولیس افسر کا کام ہے۔"

"اب بھی میرا یہی مشورہ ہے لیکن بعض حالات ایسے پیچیدہ اور پراسرار ہوتے ہیں جن سے دامن بچانا بھی اشد ضروری ہوتا ہے۔" والد صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب تم اوم پرکاش کی موت ہی کو لے لو...... کیا تم اس بات پر یقین کر سکتے ہو کہ کوئی کیا دھاگا کسی انسان کے پورے جسم کا خون پی سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے اصلیت کچھ اور ہو۔" میں نے والدہ کو چونکتے دیکھ کر جلدی سے بات بنائی۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ اوم پرکاش کا قاتل پولیس کی نگاہوں میں آ چکا ہو لیکن اسے کسی خاص بنا پر بچانے کی خاطر خون میں لتھڑا ہوا دھاگا لاش کے قریب ڈال کر اسے پراسرار بنانے کی کوشش کی گئی ہو...... مجھ سے پہلے جو

www.urdukorner.com

افسر وہاں تعینات تھا اس کی شہرت کچھ اچھی نہیں تھی کسی اہم واردات کے کاغذات میں الٹ پھیر کرنے کی وجہ سے ہی اس کا ٹرانسفر روپ نگر سے ہوا تھا۔"

"بہرحال یہ مت بھولنا کہ تم ریٹائرڈ ڈی آئی جی نادر خان کی اولاد ہو اور تمہاری رگوں میں ایک معزز پٹھان گھرانے کا خون گردش کر رہا ہے۔" والد صاحب نے ٹھوس لہجے میں تلقین کی۔ "دولت میں بڑی کشش ہوتی ہے' مفت میں بیٹھے بٹھائے کاغذات میں معمولی سی ردوبدل کے عوض اگر لاکھوں کی آفر ملے تو بیشتر لوگوں کی رال ٹپکنے لگتی ہے لیکن ایک بار اگر انسان کے قدم لڑکھڑا جائیں تو پھر اس کا سنبھلنا مشکل ہوتا ہے۔ شیر کی مثال لے لو' ہر شیر آدم خور نہیں ہوتا بلکہ میرے تجربے کے مطابق شیر جنگل کا بادشاہ ہونے کے باوجود انسانوں کے ساتھ بڑی مفاہمت سے کام لیتا ہے۔ لیکن جب ناتجربے کار شکاری اناڑی پن کا مظاہرہ کر کے شیر کو زخمی کر دیتے ہیں تو وہ اپنے زخم کو بھرنے کی خاطر زبان سے اس جگہ کو چاٹتا ہے پھر اس کے منہ کو خون لگ جاتا ہے اور وہ آدم خور بن جاتا ہے۔ ایمانداری اور بے ایمانی کے درمیان بھی یہی فرق ہے لالچ اور دولت کی ہوس انسان کو گھن بن کر اندر ہی اندر چاٹ جاتی ہے۔ ہر شخص طاقت ور بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے اور اسی خواب کی تکمیل کی خاطر وہ مال و زر کے سنہرے جال میں پھنس جاتا ہے۔ پولیس کے محکمے میں اس قسم کے مواقع چونکہ زیادہ میسر آتے رہتے ہیں اس لیے ایک دیانتدار افسر کو ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا چاہیے۔"

"اب ان نصیحتوں سے کیا فائدہ" میری والدہ نے والد کو گھورتے ہوئے کہا۔ "جب میں نے پولیس کی ملازمت کی مخالفت کی تھی تو تم نے شہباز کو اسی بات پر اکسایا تھا کہ پولیس کی ملازمت ہی کی جائے۔"

"میں اب بھی یہی کہتا ہوں لیکن......"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔" والدہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "یا تو تم روپ نگر سے شہباز کا تبادلہ کہیں اور کرا دو یا پھر ملازمت سے استعفیٰ دلوا دو' نہیں چاہیے مجھے ایسی عزت اور وقار جس میں ہر وقت جان کو خطرہ لگا رہے۔"

"روپ نگر پر ہی کیا منحصر ہے امی حضور۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "خطرات تو کسی وقت بھی کسی ملازمت میں بھی پیش آ سکتے ہیں۔"

"میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔" والدہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تمہیں پولیس کی ہی ملازمت کرنی ہے تو پھر روپ نگر سے تبادلہ کروا لو۔"

"کیوں...... بیگم" والد نے دبی زبان میں پوچھا۔ "آپ کو بیٹھے بٹھائے روپ نگر سے کیا بیر ہو گیا ہے۔"

"جب سے تم نے روپ نگر میں اپنے عہدے کا چارج لیا ہے میں بڑے ابا کو کئی بار خواب میں دیکھ چکی ہوں۔" والدہ نے والد صاحب کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے براہ راست مجھے مخاطب کیا۔ "بڑے ابا مجھے ہر بار پریشان پریشان سے نظر آئے ہیں۔ انہوں نے دبی زبان میں تمہارے لیے اس بات کا خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ تمہیں فوری طور پر روپ نگر سے ہٹا لیا جائے۔"

"پلیز امی......" میں نے اپنے اندر کے تجسس کو چھپاتے ہوئے کہا۔ "خواب کی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔"

"خبردار جو تو نے بڑے ابا کی شان میں کوئی نازیبا بات کی۔" والدہ نے مجھے سرزنش کی۔

"آپ کے بڑے ابا نے شہباز کے سلسلے میں کس خطرے کا اظہار کیا ہے۔" والد صاحب نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پہلے وعدہ کرو کہ تم ان کی باتوں کا مذاق نہیں اڑاؤ گے۔"

"یہ خیال تمہارے ذہن میں کیسے آ گیا جبکہ میں نے ہمیشہ تمہارے بڑے ابا کی بزرگی کا اعتراف کیا ہے۔" والد صاحب بولے۔ "میں نے ہمیشہ ان کی عزت اور احترام بھی کیا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک پہنچے ہوئے بزرگ تھے اور ان کو روحانی قوتیں بھی حاصل تھیں۔"

"بتائیے نا امی حضور۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "آپ کے بڑے ابا نے میرے بارے میں کیا اظہار کیا ہے۔"

"ان کا اشارہ یہ ملا ہے کہ روپ نگر کی تعیناتی تمہیں راستے سے بھٹکا دے گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"بڑے ابا نے خواب میں مجھے بتایا ہے کہ کچھ بدروحیں اور گندی قوتیں تمہارا تعاقب کر رہی ہیں اس لیے وہاں سے تمہارا دور رہنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

والدہ کی بات سن کر نہ صرف میں بلکہ والد صاحب بھی چونکے تھے اپنے پرنانا کے بارے میں' میں نے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ وہ خدا کے برگزیدہ بندے اور اس پائے کے بزرگوں میں شمار کیے جاتے تھے جن کی زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ کبھی غلط نہیں ہوتا تھا روپ نگر کے بارے میں بھی انہوں نے امی کو جو اشارہ دیا تھا وہ اپنی جگہ درست تھا لیکن میں ان پر [illegible] اپنے لیے ایک چیلنج سمجھ کر قبول کرنے کا تہیہ کر چکا تھا چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب ہمارے پرنانا کا سایہ ہمارے سر پر ہے تو پھر مجھے کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ بات اپنی جگہ...... لیکن بزرگوں کی باتوں کو نہ ماننا بھی کوئی دانشمندی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے......" میں نے بات ختم کرنے کی خاطر کہا۔ "اگر آپ کا مشورہ یہی ہے کہ میں روپ نگر سے دور رہوں تو میں ایک دو ماہ بعد وہاں سے اپنا تبادلہ کسی اور جگہ کروا لوں گا۔"

"ایک دو ماہ بھی وہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے ایک دو ضروری کیس نمٹانے ہیں امی حضور۔" میں نے جرح کی۔ "اگر میں نے ان کیسز کو ادھورا چھوڑ دیا تو میری بڑی بدنامی ہو گی۔"

"میں تمہیں صرف پندرہ بیس دن کی مہلت دے سکتی ہوں۔" امی نے بمشکل تمام الجھتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد یا تو تم ملازمت سے مستعفی ہو جاؤ یا پھر کسی دوسری جگہ بدلی کرا لو۔"

میں نے امی کو مطمئن کرنے کی خاطر بڑی سعادت مندی سے ہامی بھر لی لیکن میں اندر ہی اندر اس بات کا معترف بھی تھا کہ پرنانا نے خواب میں جو اشارہ کیا تھا وہ اپنی جگہ صد فی صد درست تھا۔ میرے والد صاحب بھی امی کی باتیں سن کر کسی سوچ میں ڈوبے نظر آ رہے تھے۔ چنانچہ ماحول پر طاری سنجیدگی کو ختم کرنے کی خاطر میں نے گفتگو کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

دو روز بعد جب میں روپ نگر جانے کے لیے تیار ہوا تو اس وقت بھی میری والدہ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ لیا کہ میں پندرہ بیس روز کے اندر اندر روپ نگر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دوں گا۔ والد صاحب مجھے چھوڑنے گاڑی تک آئے پھر دبی زبان میں نہایت سنجیدگی سے بولے۔

"تمہارے پرنانا کا شمار بہت پہنچے ہوئے بزرگوں میں ہوتا تھا اگر ان کا اشارہ تمہاری ماں کو مل چکا ہے تو پھر میں بھی تم سے یہی کہوں گا کہ جتنی جلدی ممکن ہو روپ نگر سے دور ہو جاؤ۔ میں نے تم سے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ میں تمہاری پوسٹنگ سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہوں۔ روپ نگر کے پراسرار واقعات کے بہت سارے ایسے قصے مشہور ہیں جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن عینی شاہدوں اور پولیس کی تفتیشی رپورٹ کی روشنی میں انہیں غلط بھی نہیں کہا جا سکتا۔"

"بہتر ہے...... جو آپ کی مرضی ہو گی میں اسی پر عمل کروں گا۔" میں نے والد صاحب سے کہا پھر اپنی کار میں بیٹھ گیا......!!

*

آٹھ نو گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد میں روپ نگر پہنچا تو بری طرح تھکا ہوا تھا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد میں سونے کے ارادے سے لیٹا ہی تھا کہ اے سی ایم راکیش ورما صاحب کا فون آ گیا۔ کچھ دیر تک وہ گھر کی خیریت دریافت کرتے رہے پھر بولے۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے اوم پرکاش والی فائل اسٹڈی کر لی ہو گی۔"

"جی ہاں" میں نے دھرم داس کے دیے ہوئے مشورے کے عین مطابق جواب دیا۔ "میں اسے دوبارہ دیکھ چکا ہوں لیکن کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس سے نئے سرے سے کسی تفتیش کا آغاز کیا جائے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ اب گڑے مردے اکھاڑنے سے سوائے وقت کی بربادی کے اور کچھ حاصل نہیں ہو گا لیکن مقتول کے ورثا خاصے اوپر تک پہنچ گئے ہیں۔"

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"تم ایسا کرو کہ ایک دو دن میں وہ فائل مجھے واپس کر دو۔ میں اسے اوپر والوں کے حوالے کر دیتا ہوں پھر وہ جانیں اور ان کا کام۔"

"بہتر ہے۔ میں پہلی فرصت میں اسے واپس لوٹا دوں گا۔"

فون بند کر کے میں سونے کے ارادے سے لیٹا تو احمد علی میرا سرہانے بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے گودوں کھلا رکھا تھا اس لیے ابھی تک بچوں کی طرح میرا خیال رکھتا تھا۔ میں نے اسے منع بھی کیا لیکن اس نے جواب میں یہی کہا کہ آپ سو جائیں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ میں اس کی دل شکنی نہیں چاہتا تھا اس لیے کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں اس وقت درحقیقت اس کے سرہانے سے مجھے بڑا سکون اور آرام مل رہا تھا۔ میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی پھر میں پوری طرح نیند سے دوچار بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ مجھے سانپ کے پھنکارنے کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز اس قدر صاف اور واضح تھی کہ میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں میرے اور احمد علی کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔

"کیا بات ہے چھوٹے سرکار" احمد علی نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم نے کسی سانپ کے پھنکارنے کی آواز سنی تھی؟"

"سانپ......؟" احمد علی نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا پھر بولا۔ "یہاں اس کمرے میں بھلا سانپ کا کیا کام آپ کو وہم ہوا ہو گا' ہو سکتا ہے کہ زیادہ تھکن کی وجہ سے۔"

"ہاں...... آں...... ہو سکتا ہے۔" میں نے سرسری نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا پھر دوبارہ لیٹ گیا۔ میں نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں لیکن سانپوں کے سرسرانے اور پھنکارنے کی آوازیں بدستور میرے کانوں میں گونجتی رہیں۔ احمد علی میرے قریب بیٹھا میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا اور ہولے ہولے سر دبا جا رہا تھا۔ میں بہت دیر جاگتا رہا پھر مجھے نیند آ گئی۔

صبح میں دفتر جانے کے ارادے سے تیار ہوا تو حسب دستور میرا اردلی موہن لال گاڑی کے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ میں گاڑی میں بیٹھنے لگا تو مجھے اچانک اوم پرکاش کی فائل یاد آ گئی۔ راکیش ورما کی کچہری میرے دفتر کے راستے میں پڑتی تھی اس لیے میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس فائل کو بھی ہاتھ کے ہاتھ ان

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

کے حوالے کر آ جاؤں چنانچہ میں تیزی سے واپس پلٹا۔ اپنے کمرے میں آکر سیف کھولا تو میں بوکھلا کر رہ گیا۔ سیف میں اس فائل کے علاوہ میری اور بھی بہت ساری قیمتی چیزیں رکھی تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے وہ فائل بڑی احتیاط اور رازداری سے اسی سیف میں رکھی تھی لیکن اس وقت مجھے اس فائل کے سوا تمام دوسری اشیاء نظر آرہی تھیں۔ سیف کے علاوہ دوسری الماری کھول کر اس کے تمام خانے بھی اچھی طرح دیکھ ڈالے لیکن اوم پرکاش والی فائل کا کوئی پتا نہ چلا۔ میں بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ راکیش ورما نے رات ہی کہا تھا کہ وہ فائل اوپر والوں نے طلب کی تھی اور ایسی صورت میں اس فائل کا غائب ہو جانا میری ملازمت پر نہ صرف یہ کہ ایک بدنما داغ بن سکتا تھا بلکہ میری جواب طلبی بھی ہو سکتی تھی۔ میں احمد علی کو چھوڑ کر گیا تھا چنانچہ میں نے اس سے بھی پوچھا کہ کیا میری غیر موجودگی میں کسی نے سیف کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن احمد علی نے جو جواب دیا اس سے مجھے شرمندگی بھی ہوئی۔ جاتے وقت میں اس کمرے کو باہر سے لاک کر گیا تھا اور واپسی کے بعد میں نے خود اپنے ہاتھوں سے خوابگاہ کا قفل کھولا تھا۔ میں اسے چوری کی واردات قرار دینے کو تیار نہیں تھا اس لیے کہ اگر وہ کسی چور کا کام ہوتا تو اس نے پہلی فرصت میں سیف میں موجود قیمتی اشیاء پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہوتی۔ فائل اور اس میں موجود دس بارہ کاغذات سے بھلا اسے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟ پھر کمرے کی باقی تمام چیزیں بھی اپنی اپنی جگہ موجود تھیں۔

میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا فائل کی گمشدگی مجھے اس کیس میں براہ راست ملوث بھی کر سکتی تھی اس لیے کہ وہ میری تحویل سے غائب ہوئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کی گمشدگی کی کیا وجوہ راکیش ورما کو مطمئن کر سکتی تھیں اور ایسی صورت میں جب کہ فائل اوپر والوں نے طلب کی تھی اس کا غائب ہو جانا میرے لیے بے شمار پریشانیوں کا سبب بھی بن سکتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک بار رات والی سانپ کی پھنکار گونجی لیکن میں نے اس خیال کو دل سے جھٹک دیا کہ بھلا کسی سانپ کو ایک فائل سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

اس روز میں دن بھر دفتر میں بھی اسی فائل کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا۔ شام کو دفتر سے واپس لوٹ کر میں نے حسب معمول غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور ورانڈے میں آکر بیٹھ گیا جہاں چائے کے برتن پہلے سے سجے ہوئے تھے۔ احمد علی کے ساتھ موہن لال کو بھی وہاں موجود دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ عام طور پر وہ مجھے باہر ہی سے نمستے کر کے لوٹ جاتا تھا لیکن اس روز احمد علی کے ساتھ وہ بھی ورانڈے میں موجود تھا۔

"کیا بات ہے موہن لال؟" میں نے دریافت کیا۔ "تم گھر نہیں گئے۔"

"سرکار۔۔۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میں سارا دن آپ کو دفتر میں پریشان دیکھتا رہا ہوں لیکن وہاں کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں پڑی اسی لیے رک گیا تھا کہ شاید یہ سیوک آپ کے کسی کام آسکے۔"

"نہیں۔" میں نے موہن لال کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم میری موجودہ پریشانی میں کوئی مدد نہیں کر سکو گے۔"

"انسان انسان کا دارو ہوتا ہے سرکار۔ مجھے اپنی پریشانی کا کارن بتا دیں۔ اگر یہ سیوک آپ کے کسی کام آسکا تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھے گا۔"

"میری ایک فائل گم ہو گئی ہے۔" میں نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ ایک دو روز میں نہ ملی تو میری پریشانی بڑھ سکتی ہے اب بولو تم میری اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہو؟"

"میں ان پڑھ آدمی ہوں سرکار بھلا کسی دفتری فائل کے معاملے میں آپ کی کیا سہائتا کر سکتا ہوں۔ پرنتو ایک آدمی روپ نگر میں ایسا موجود ہے جو آپ کی پریشانی دور کر سکتا ہے لیکن آپ شاید اس سے ملنا پسند نہ کریں۔"

"کون ہے وہ آدمی؟"

"شنکر۔۔۔" موہن لال نے کچھ گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "جنگل کے قریب اس نے اپنا کچا پکا مکان ڈال رکھا ہے وہیں پڑا رہتا ہے لیکن ہے بہت کام کا آدمی۔"

"کیا مطلب؟"

"لوگوں کا خیال ہے سرکار کہ وہ سفلی کے گندے عمل کا ماہر ہے ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ جمنا سے بھی اس کی بہت گاڑھی چھنتی ہے۔ پر ہے ذات کا چمار۔"

"چمار۔" میں چونک اٹھا میرے ذہن میں فٹ پاتھ والے بوڑھے کے الفاظ گونج اٹھے۔ "کسی چمار سے دوستی گانٹھ لے تیرے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔"

"آدمی کم ذات ضرور ہے سرکار لیکن ایک بار مل لینے سے کیا جاتا ہے۔" موہن لال نے کہا۔ "آپ کے چرنوں میں بیٹھ کر بات کرے گا اور نہ جانے کیوں میرا من یہی کہتا ہے کہ وہ آپ کی سہائتا کر سکتا ہے۔ آگے آپ کی جو اچھا۔"

"تم نے ابھی کہا تھا اس کی اور جمنا کی دوستی بھی ہے۔" میں نے موہن لال کو گھورتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا سرکار۔"

www.urdukorner.com

موہن لال کی بات سن کر میرے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ میں نے متعدد افراد سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کسی ایسے آدمی کا نام بتائیں جو گندے عمل سے بھی واقف ہو اور جمنا سے میل جول بھی رکھتا ہو لیکن ہر شخص نے اس کے جواب سے کترانے کی کوشش کی تھی چنانچہ موہن لال کی زبان

سے شنکر کا نام سن کر مجھے اندھیرے میں امید کی کرن نظر آنے لگی۔ میرے لیے فائل کی دستیابی کا مسئلہ بھی درپیش تھا جس کے نہ ملنے کی صورت میں حالات کوئی سنگین صورت بھی اختیار کر سکتے تھے۔

"موہن لال۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم شنکر کو کب سے جانتے ہو۔"

"دس بارہ سال سے سرکار۔"

"تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ سفلی عمل کا ماہر ہے۔"

"میں نے آنکھوں سے کبھی کچھ نہیں دیکھا لیکن کانوں سے یہ بات ضرور سنی ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔" موہن لال نے بڑی سادگی سے کہا۔ "یہی وجہ ہے سرکار کہ روپ نگر کے بڑے بڑے سیٹھ ساہوکار بھی اس کے سائے سے ڈرتے ہیں۔"

"جمنا سے اس کے تعلقات کب سے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"یہ بھی بڑی پرانی بات ہے سرکار۔ میرا خیال ہے کہ وہ کم ذات شنکر ہی کے بل بوتے پر سب سے سینہ تان کر اور گردن اکڑا کر بات کرتی ہے یہی کارن تو ہے جو دھن دولت اور اثر و رسوخ والے بھی اس کسبی کے خلاف عدالت کچہری کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔" موہن لال نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بڑی وزن دار بات کہی تھی۔ "منشی پریم چندر کا ہی معاملہ لیجیے۔ بھلا چنگا آدمی تھا لیکن اس کے خلاف پرچی کٹواتے ہی لوٹ پوٹ ہو گیا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کیا شنکر کا نام اوم پرکاش کی پراسرار موت کے سلسلے میں بھی لیا جا سکتا ہے۔"

"میں وشواس سے نہیں کہہ سکتا سرکار لیکن ہو بھی سکتا ہے۔"

"ایک اور بات۔۔۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "جب تمہیں معلوم ہے کہ شنکر اپنے خلاف تمام جھوٹ ہٹانے کی قوت رکھتا ہے اور دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی اس کا نام زبان پر لانے سے ڈرتے ہیں تو تم نے اس کا اور جمنا کا ذکر خاص طور پر کیوں کیا تھا؟"

"میری زبان پر آگیا۔ آپ کی سیوا کرتے ہوئے اگر مجھے موت بھی آگئی تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ میرے بلانے سے یہاں آجائے

www.urdukorner.com

"کیوں نہیں سرکار آپ پورے علاقے کے مالک ہیں آپ کا حکم سن کر اس کے اچھوں کو بھی آنا پڑے گا۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا اندازہ ٹھیک ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے میری جانب سے طلبی کا حکم سن کر وہ میرے خلاف بھی کوئی گندا عمل شروع کر دے۔"

"ایسا نہیں ہو گا سرکار۔" موہن لال نے بڑے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "وہ نیچ ذات کا ضرور ہے لیکن اس وقت تک کسی کے خلاف اپنی شکتی استعمال نہیں کرتا جب تک کوئی اسے کشٹ پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے اگر تمہیں یقین ہے کہ وہ آجائے گا تو اسی وقت جا کر اسے ساتھ لے آؤ۔" میں نے کہا۔ "جو فائل گم ہو گئی ہے اس کا ملنا بہت ضروری ہے ورنہ میری بہت بدنامی ہو گی۔"

"بدنامی ہو آپ کے دشمنوں کی سرکار' آپ تو بہت بھلے افسر ہیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی جاتا ہوں اور شنکر کو ساتھ لیے آتا ہوں۔ میرا من کہتا ہے کہ وہ آپ کی سہائتا اوش کرے گا۔"

موہن لال کے جانے کے بعد میں اپنے روزمرہ کے معمول میں مصروف ہو گیا پھر کوئی دو گھنٹے بعد احمد علی نے مجھے اطلاع دی کہ موہن لال میرے مطلوبہ آدمی کو ساتھ لے کر دروازے پر موجود ہے' میں نے انہیں باہر لان پر بٹھانے کو کہا پھر کچھ دیر بعد باہر گیا تو موہن لال کے ساتھ ساتھ شنکر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں نے مجھے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا تھا پھر میرے سامنے لان پر بیٹھ گئے۔ موہن لال جس شخص کو ساتھ لایا تھا وہ دبلا پتلا اور دراز قد تھا۔ صورت شکل واجبی سی تھی' رنگ کالا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں مجھے ایک خاص قسم کی چمک نظر آرہی تھی۔

"کیا تمہارا ہی نام شنکر ہے؟" میں نے بید کی کرسی پر بیٹھے ہوئے پوچھا۔

"جی سرکار۔۔۔ شنکر آپ کے اسی سیوک کا نام ہے۔" اس نے ناک میں بولنے والے انداز میں بڑی سعادت مندی سے کہا۔

"جانتے ہو میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے؟"

"جانتا ہوں مہاراج۔" وہ بڑے پراعتماد اور ٹھوس لہجے میں بولا۔ "آپ کی فائل جہاں بھی ہو گی مل جائے گی۔ لیکن آپ کو اس کے لیے میرے ساتھ میرے ٹوٹے پھوٹے گھر تک چلنا ہو گا۔"

شنکر نے دوسری بار بھی ناک سے منمناتی آواز میں جواب دیا تو میرے لاشعور میں ایک چھناکا سا ہوا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میں اس قد و قامت کے آدمی اور اس منمناتی آواز کو پہلے بھی کہیں دیکھ اور سن چکا ہوں۔

"لیکن کہاں۔۔۔؟" میرے ذہن میں یہ سوال بڑی تیزی سے گردش کرنے لگا۔

پھر میرے ذہن کے دریچوں پر پڑے پردے تیزی سے سرکتے چلے گئے۔ مجھے یاد آگیا کہ میں نے وہ آواز پہلی بار کہاں سنی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے وہ خواب بھی یاد آگیا جب میں کسی لق و دق صحرا میں موت اور زندگی کی حالت سے دوچار تھا۔ ایک زہریلے سیاہ رنگ کے کوبرا نے مجھے ڈسنے کی کوشش کی تھی' پھر

www.urdukorner.com

ایک خوبصورت اور حسین عورت جس نے پاروتی ہونے کا دعویٰ کیا تھا' مجھے اس کوبرا سے نجات دلائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ بے پناہ غیر مرئی قوتوں کی مالک ہے۔ ایک نہ ایک دن مجھے اپنی طاقت کا کرشمہ ضرور دکھائے گی۔ اسی کا ہاتھ تھام کر میں نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور ایک ویران قبرستان میں پہنچ گیا تھا جہاں تاریکی کے سبب میں کسی قبر کے کتبے سے ٹکرا کر گرا تھا' وہیں مجھے وہ منمناتی ہوئی آواز میں بات کرنے والا پراسرار آدمی ملا تھا جو دبلا پتلا اور دراز قد تھا۔ اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ پاروتی کے مقابلے میں زیادہ ناقابل یقین اور حیرت انگیز شکتیوں کا مالک ہے' اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس کی اسے برسوں سے تلاش تھی اور میں دنیا میں اس کے لیے سب سے کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔ تاریکی کے سبب میں اس کے چہرے کے خدوخال نہیں دیکھ سکا تھا لیکن اس کی آواز میرے لاشعور میں جم کر رہ گئی تھی۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ تاریکی' گھپ اندھیرے اور فاصلے اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ وہ زمین کے اندر اور گہرے سمندروں میں غوطے لگائے بغیر بھی اس کے تحت الثریٰ کا احوال جان سکتا تھا جو ایک کمبل پوش بزرگ کے آجانے سے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

اور آج جب میں نے اسے اس کے اصلی روپ میں باتیں کرتے سنا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ شنکر ہی وہ پراسرار شخصیت کا مالک ہے جسے میں قبرستان میں دیکھ چکا تھا اور اب وہ میرے سامنے بیٹھا مجھے میری گمشدہ فائل کے دوبارہ مل جانے کا یقین دلا رہا تھا۔ میں ابھی اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے بڑی سنجیدگی سے منمناتی آواز میں پوچھا۔

"کس دھیان میں گم ہو مہاراج۔"

"ہم میں ۔۔۔۔ میں اپنی فائل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"وہ آپ کو اوش مل جائے گی سرکار مگر اس کے لیے آپ کو اس سیوک کے جھونپڑے تک چلنا ہوگا۔"

"کیوں؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا تم یہاں بیٹھے بیٹھے اس فائل کے بارے میں نہیں بتا سکتے۔"

"ہر بات کے پورا ہونے کا ایک سمے ہوتا ہے اور ہر چیز کی اپنی ایک جگہ ہوتی ہے جہاں وہ زیادہ شوبھا دیتی ہے۔" وہ سادگی سے بولا۔ "شاید آپ کو ایک کم ذات کے ٹھکانے تک چلنے سے خوشی نہیں ہوگی۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

مقدس مورتی

قمر اجنالوی

اردو ادب میں ایسا سنسنی خیز ناول آج تک نہیں لکھا گیا بدھ تاریخ کے آثار کے پس منظر میں وہ عجیب و غریب کہانی جس کے اسرار و تحیر نے [illegible] دو بنا دیا۔

[illegible]

قیمت حصہ اول 200/-

قیمت حصہ دوم 200/-

مکتبہ القریش

اردو بازار۔ لاہور 2

"پھر دیر کس بات کی ہے سرکار؟" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ "میرے دوار تک چلنے کے بعد آپ کو خالی ہاتھ نہیں آنا پڑے گا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم سفلی عمل سے واقفیت رکھتے ہو؟"

"اپنے پرکھوں سے جو کچھ سیکھا ہے اسی سے کام چلا لیتا ہوں۔" وہ زیرلب مسکراتے ہوئے بولا۔ اس کی مسکراہٹ کے اندر بھی مجھے ہزاروں اسرار پوشیدہ نظر آرہے تھے۔

"سنا ہے جنتا سے بھی تمہاری بہت دوستی ہے۔"

"کبھی کبھی مل لیتا ہوں سرکار۔ وہ بھی میری طرح کم ذات ہے اس لیے ہماری نبھ رہی ہے۔"

www.urdukorner.com

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اندر جا کر تیار ہوا اور شنکر کے ساتھ چل پڑا۔ اس وقت روپ نگر پر گہرا سکوت اور سناٹا طاری تھا اس لیے مجھے اس بات کا بھی کوئی خوف نہیں تھا کہ بستی کا کوئی آدمی مجھے شنکر کے ساتھ دیکھ کر نہ جانے کیا خیال کرے گا۔ چلتے وقت میں نے احتیاطاً اپنا سروس ریوالور بھی ساتھ لے لیا تھا۔ میرا اردلی موہن لال بھی میرے ساتھ تھا۔ کچھ دیر تک ہم خاموشی سے آگے پیچھے قدم اٹھاتے رہے پھر میں نے شنکر کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"تم آبادی سے اتنی دور کیوں رہتے ہو؟"

"ذات کا چمار ہوں مہاراج' اس لیے بستی والے مجھے اپنے بیچ بسانا پسند نہیں کرتے۔"

"جنگل کے قریب تنہا رہتے ہوئے تمہیں ڈر نہیں لگتا۔"

"ہر منش کے ساتھ کا ایک دن اس کے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے۔ اپنا سمے پورا کرنے سے پہلے کوئی واپس نہیں جاتا پھر ڈر کس بات کا؟" اس نے بے پروائی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے مہاراج کہ آپ میری بات کا وشواس نہ کریں لیکن آج کل منش کی ذات جانوروں سے بھی زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔"

"تم مجھے کیسے معلوم ہوتے ہو؟" میں نے اس کی بات کی گہرائی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"دو چار جماعتیں پڑھی ہیں مہاراج' اسی سے کام چلا لیتا ہوں۔"

"یہ تم بار بار مجھے مہاراج کہہ کر کیوں مخاطب کر رہے ہو؟"

"آپ روپ نگر کے مالک ہیں سرکار اس لیے۔" اس نے جھجکے بغیر جواب دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک پیدل چلنے کے بعد میں اس کے کچے مکان کے سامنے کھڑا تھا جو جنگل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس نے مجھے اندر آنے کی دعوت دی لیکن میرے اردلی کو مکان کے باہر ہی روک دیا' میں اس بات پر چونکا تھا لیکن میں نے موہن لال کو اپنے ساتھ اندر لے جانے پر اصرار بھی نہیں کیا۔ شنکر کا وہ کچا پکا مکان دو کمروں پر مشتمل تھا' ایک کمرا باہر تھا اس کے بعد کھلا ہوا صحن تھا۔ صحن کے بعد دوسرا کمرا تھا۔ وہ مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں ایک لالٹین جل رہی تھی۔ کمرا خاصا کشادہ تھا' ایک سمت ایک جھلنگا سا پلنگ نظر آرہا تھا جس پر میلی پرانی سی گدڑی پڑی نظر آرہی تھی۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک گھڑونچی رکھی تھی جس پر پانی کا مٹکا موجود تھا۔ وہاں اس ٹوٹے پھوٹے پلنگ کے علاوہ بیٹھنے کی کوئی اور چیز نظر نہیں آرہی تھی البتہ پلنگ کے ساتھ ٹین کا ایک صندوق ضرور موجود تھا۔

"شما کیجئے گا مہاراج' میں اس جھونپڑے میں ٹھیک طرح سے آپ کا سواگت نہیں کر سکتا۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مجھے فائل کے بارے میں بتا دو اس کے بعد میں زیادہ دیر یہاں نہیں رکوں گا۔"

"ایک چھوٹی سی بنتی ہے مہاراج۔" شنکر ہاتھ باندھ کر بولا۔

"کہو۔"

"جو کچھ آپ یہاں دیکھیں گے اس کا ذکر کسی اور کے سامنے نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے فائل کی خاطر ہامی بھرلی۔ مجھے وہاں کسی قسم کا کوئی خوف یا ڈر نہیں لگ رہا تھا لیکن وہاں کی ہر شے مجھے کچھ پراسراری نظر آرہی تھی۔

شنکر نے مجھے غور سے دیکھا پھر خاموشی سے صندوق کے قریب جا کر اس میں سے ایک دیا اور روئی نکال کر کمرے کے بیچوں بیچ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس نے صندوق سے جو روئی نکالی تھی اس کا رنگ سفید ہونے کے بجائے گہرا سرخ تھا' مگر میں نے فوری طور پر شنکر سے اس کے بارے میں کوئی استفسار نہیں کیا۔ لالٹین چونکہ کمرے کے درمیان چھت کی لکڑی سے بندھی لٹک رہی تھی۔ اس لیے اس کے نیچے اندھیرا تھا۔ اس نے روئی کا چھوٹا سا ٹکڑا علیحدہ کر کے اس کی بتی بنائی اور مٹی کے دیئے میں جما دیا پھر اس نے میری سمت غور سے دیکھا۔

"آپ چاہیں تو اس صندوق پر بیٹھ سکتے ہیں۔" اس نے دیا سلائی سے ایک تیلی نکالتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"نہیں۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔" میں نے بیزاری سے جواب دیا۔ شنکر کی ایک ایک حرکت مجھے بڑی پراسرار لگ رہی تھی۔

"ایک بنتی اور کروں گا مہاراج۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ سفلی کا پلید عمل بڑا جان جوکھم کا ہوتا ہے۔ ایک بار پلٹ جائے تو اسے کرنے والا مر بھی سکتا ہے اس لیے جتنی دیر تک دیا جلتا رہے اتنی دیر تک آپ اپنی زبان سے کوئی شبد یا آواز نہیں نکالیں گے۔ جو کچھ نظر آئے اسے بس خاموشی سے دیکھتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام شروع کرو۔"

شنکر نے میرا جواب سن کر دیا سلائی جلا کر دیا روشن کر دیا' پھر اس نے اپنا جسم اکڑا کر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما لیے۔ دیئے کی کپکپاتی روشنی میں اس کا وجود کچھ اور مکروہ اور بھیانک نظر آرہا تھا۔ اس کی نظریں پلکوں کی ایک معمولی سی جنبش کے بغیر دیئے پر مرکوز تھیں اور ہونٹ متحرک تھے۔ شاید وہ کوئی جنتر منتر پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک کمرے میں خوفناک خاموشی طاری رہی پھر میں نے ایسا محسوس کیا جیسے وہاں ایک سے زیادہ سانپ پھنکار

www.urdukorner.com

رہے ہوں۔ میں اپنی جگہ بت بنا کھڑا تھا لیکن سیدھے ہاتھ کی گرفت میں نے اپنے سروس ریوالور کے دستے پر مضبوطی سے جما رکھی تھی تاکہ اگر ضرورت پڑے تو اس کے استعمال میں زیادہ دیر نہ لگے۔

دیئے کی کپکپاتی روشنی ایک ہالے کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ شنکر کے علاوہ میری نگاہیں بھی اس دیئے پر مرکوز تھیں' پھر میں نے روشنی کے ہالے کے گرد ایک بچے کے سائے کو نمودار ہو کر گردش کرتے دیکھا۔ شنکر کے متحرک ہونٹوں میں کچھ اور تیزی آ گئی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر بچے کے سائے کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے کمرے میں مسلسل سانپوں کے پھنکارنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ بالکل ویسی ہی جیسی میں نے گزشتہ رات سنی تھی۔ ماحول پر کچھ عجیب سا اسرار طاری تھا پھر یکلخت شنکر نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر دیئے کی ٹمٹماتی لو پر رکھ دیا اور اسے بجھانے کے بعد اس نے اٹھ کر لالٹین کی روشنی دوبارہ تیز کر دی۔ دیئے اور سرخ روئی کو لے جا کر بڑی احتیاط سے صندوق میں بند کیا' پھر میرے قریب آ کر نحوس آواز میں بولا۔

"مبارک ہو سرکار۔ آپ کی کھوئی ہوئی فائل کا پتا چل گیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"آپ کے ماتحت رام دیال کے سونے کے کمرے میں جو کتابوں کی الماری رکھی ہے وہ فائل ان کتابوں کے پیچھے موجود ہے۔" شنکر نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "آپ چاہیں تو اسے ابھی برآمد کر سکتے ہیں۔ پرنتو ایک بات اور بتا دوں۔ وہ فائل رام دیال نے اپنی مرضی سے آپ کے سیف سے نہیں نکالی تھی بلکہ اسے تو خود بھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ فائل اس کے کمرے میں موجود ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب لہجے میں دریافت کیا۔ "چھٹی سے واپس آنے کے بعد میں نے اپنی خوابگاہ اور سیف دونوں کو مقفل پایا تھا' پھر وہ فائل وہاں سے کس طرح نکالی گئی؟"

"ہر بات کا کوئی نہ کوئی کارن ضرور ہوتا ہے سرکار۔" شنکر نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "آپ کی چنتا اب دور ہو گئی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ اس فائل کو پہلی فرصت میں برآمد کر کے راکیش ورما جی کو لوٹا دیں۔"

"حیرت ہے؟" میں نے قدرے الجھتے ہوئے کہا۔ "تم کہتے ہو کہ رام دیال نے وہ فائل غائب نہیں کی اور اسے اس بات کا بھی علم نہیں ہے کہ وہ اہم فائل اس کی کتابوں کے ریک میں موجود ہے' پھر وہ فائل وہاں تک کس طرح پہنچ گئی؟"

"آپ کیول آم کھانے سے مطلب رکھیں مہاراج' پیڑ گننے سے کیا فائدہ۔" شنکر نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"ایک اور بات۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ جس روئی سے تم نے دیا روشن کیا تھا اس کا رنگ سرخ کیسے ہو گیا؟"

"خون کا رنگ ہمیشہ سرخ ہی ہوتا ہے سرکار۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"دھیرج سے کام لیں مہاراج' ابھی تو آپ کی اور سیوک کی پہلی ملاقات ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"منش کا کام منش سے پڑتا رہتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "ہم دونوں روپ نگر میں موجود ہیں۔ مجھے وشواس ہے کہ آپ مجھے سیوا کا موقع دیتے رہیں گے۔"

"لیکن وہ خون آلود روئی۔"

"اس کے چکر میں نہ پڑیں مہاراج۔" شنکر سپاٹ آواز میں بولا۔ "ہم جو گندا اور پلید عمل کرتے ہیں اس کے لیے بہت جان ماری پڑتی ہے۔ مہینوں اور برسوں کی کٹھن تپسیا کے بعد کہیں جا کر کچھ حاصل ہوتا ہے۔ کیا آپ وشواس کریں گے کہ میں نے تین چندرما اترنے اور چڑھنے تک مردہ انسان کی کھوپڑی میں چاول ابال کر کھائے ہیں تب کہیں جا کر تھوڑی بہت شکتی پراپت ہوئی ہے۔"

"کیا تم مجھے اوم پرکاش کی پراسرار موت کے بارے میں بھی...........؟"

"نہیں۔" شنکر نے تیزی سے خشک لہجے میں کہا۔ "میں نے کسی کو وچن دیا ہے کہ میں اس دشٹ (بے رحم ظالم) کے بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔"

میں نے اس وقت شنکر کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے اردلی کے ساتھ واپس چل پڑا۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس بجے تھے لیکن اس کے باوجود میں سیدھا رام دیال کے گھر جا پہنچا۔ مجھے دیکھ کر اسے سخت حیرت ہوئی تھی۔ شاید وہ خواب میں بھی اس بات کی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ میں پوری تحصیل کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہو کر اتنی رات گئے اس کے دروازے پر دستک دے سکتا ہوں۔

"خیریت تو ہے سر؟" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنی خواب گاہ میں کتابوں کی ایک الماری بھی رکھی ہوئی ہے۔ جس میں بڑا اچھا کلکشن موجود ہے۔"

"جی........... جی ہاں سر لیکن...........؟"

"اگر تم اجازت دو تو میں اس الماری کو ایک نظر دیکھنا پسند کروں گا' ہو سکتا ہے کہ اس میں میری پسند کی کوئی کتاب مل جائے۔"

www.urdukorner.com

رام دیال مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے میری بات سے انکار نہیں کیا۔ ایک لمحے کے تامل کے بغیر مجھے اپنی خوابگاہ میں لے گیا پھر جب میں نے کتابوں کے پیچھے سے اوم پرکاش کی فائل برآمد کی تو اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ وہ اس فائل کو پہچانتا تھا اس لیے پھٹی پھٹی سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ خود بھی اس اہم فائل کو اپنی کتابوں کی الماری سے برآمد ہوتا دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا اور کچھ عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔

"رام دیال۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم اس فائل کو پہچانتے ہو؟"

"جی........... یس سر۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "یہ اوم پرکاش والے کیس کی فائل ہے جسے کچھ عرصہ پہلے راکیش ورما صاحب نے طلب کر لیا تھا لیکن یہ میرے پاس کس طرح آ گئی۔"

"پریشان مت ہو۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم یہاں نہیں لائے تھے۔"

"پھر........... یہ........... یہاں پہنچی کس طرح؟"

"بالکل اسی طرح جس طرح اوم پرکاش کی موت کا کیس پولیس کے لیے ابھی تک پراسرار بنا ہوا ہے۔"

"میں........... میں سمجھا نہیں سر۔"

"ذہنی جمناسٹک کی کوشش مت کرو۔ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"لیکن سر..........."

"بھول جاؤ اس بات کو۔" میں نے اس کی پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "ہاں ایک بات کا سختی سے خیال رکھنا اور وہ یہ کہ تم اس فائل کے سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔ اس کی بھنک بھی کسی اور کو نہیں ہونی چاہیے۔"

"او۔ کے۔ سر۔"

"گڈ نائٹ۔" میں اسے حیران و پریشان چھوڑ کر واپس گھر آ گیا۔ میں نے اپنے اردلی موہن لال کو بھی سمجھا دیا تھا کہ وہ ان باتوں کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرے۔

دوسری صبح دفتر جاتے ہوئے میں نے وہ فائل راکیش ورما کے حوالے کر دی جو کچھ ہوا تھا وہ میرے لیے بھی ناقابل یقین تھا۔ میں کئی دنوں تک اس پراسرار معمے کو حل کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ ویسے مجھے اس بات کا یقین آ چکا تھا کہ شنکر بہرحال کچھ پراسرار قوتوں کا مالک ضرور ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اوم پرکاش کی پراسرار موت میں بھی اس کے گندے عمل کا دخل رہا ہو اور اس نے محض مجھے ٹالنے کی خاطر کسی کو وچن دینے والی بات کہی ہو۔ اس کی تحویل میں موجود خون آلود روئی

روحانی ناول

زیب	حمیدہ جبین	75/-
شاخ بریدہ	حمیدہ جبین	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبین	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جبین	75/-

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور2

بھی میرے لیے کسی معمے سے کم نہ تھی۔

☆

اوم پرکاش کی فائل کا بوجھ میرے ذہن سے اتر چکا تھا لیکن شنکر کی پراسرار شخصیت کا تاثر بدستور میرے ذہن پر طاری تھا۔ اوم پرکاش کے کیس کے سلسلے میں اس نے بڑی خوبصورتی سے بات ٹال دی تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یا تو اس کیس میں براہ راست شنکر کا ہاتھ شامل تھا یا پھر وہ مجرموں سے ضرور واقفیت رکھتا تھا۔ منشی پریم چندر کی موت جمنا کی بددعا کے عین مطابق ہوئی تھی لیکن جس وقت اس نے بددعا دی تھی اس وقت میرے مشاہدے کے مطابق اس کی شخصیت پر کسی اور پراسرار اور نادیدہ قوت کا قبضہ تھا۔ میرے دیوانی اردلی نے بھی یہی کہا تھا کہ شنکر اور جمنا کے درمیان بڑے پرانے تعلقات ہیں اور وہ اسی کے بل بوتے پر اکڑتی ہے۔ لاک اپ کی آہنی سلاخوں کا موم کی طرح پگھل جانا اور پھر وہ خون آلود روئی جس سے شنکر نے دیا روشن کیا تھا۔ یہ تمام باتیں ایسی نہیں تھیں جسے نظرانداز کیا جا سکتا۔ بحیثیت ایک پولیس آفیسر کے مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ کسی سائے یا نادیدہ قوت کے ہاتھوں میں قانون کی زنجیریں نہیں ڈالی جا سکتیں۔ محض مفروضوں کی بنا پر دنیا کی کوئی بھی عدالت کسی شخص کو پھانسی کے پھندے تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔ سزا دینے کے لیے ٹھوس دلائل اور شہادتوں کی ضرورت اور اہمیت ہوتی ہے۔

اس روز بھی میں دفتر میں بیٹھا بظاہر فائلوں سے سر کھپا رہا تھا لیکن میرے ذہن میں شنکر کی پراسرار شخصیت کے مختلف پہلو کروٹیں لے رہے تھے جس کا جواب معلوم کرنے کے لیے میں بری طرح مضطرب تھا۔ مثلاً "یہ کہ پریم چندر کی موت میں شنکر کی شخصیت کا کس حد تک دخل تھا۔ لاک اپ کے معاملے میں اس

www.urdukorner.com

کا ہاتھ کتنا شامل تھا۔ کیا اس نے وہ سب جنتا کی خاطر کیا تھا یا اس کے پشت پر کوئی اور سازش کارفرما تھی اور وہ سایہ کس معصوم بچے کا تھا جو دیا روشن ہونے کے بعد اس کے ہالے کے گرد چکرا رہا تھا۔ کیا شنکر نے اسی بچے کی مدد سے اوم پرکاش کی فائل کا کھوج لگایا تھا یا محض مجھے مرعوب کرنے کی خاطر ڈھونگ رچایا تھا؟ وہ فائل جو میرے سیف میں محفوظ تھی وہ تمام تالے بند ہونے کے باوجود رام دیال کی خواب گاہ تک کس طرح پہنچ گئی اور سانپ کی پھنکار کی آوازوں کا بار بار میرے کانوں میں گونجنا۔ یہ سب ایسے پیچیدہ سوالات تھے جن کا جواب حاصل کیے بغیر قانون کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں چاہتا تو شنکر کو حراست میں لے سکتا تھا۔ اس کی گرفتاری کا جواز پیش کرنے کی خاطر بے شمار فرضی کہانیاں بنائی جا سکتی تھیں اور پیشہ ور گواہوں کی مدد حاصل کی جا سکتی تھی لیکن میں کسی ایسے اقدام سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ جنتا کو رنگے ہاتھوں گرفتار کرنے کے بعد جو واقعات پیش آچکے تھے اس کے پیش نظر جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانا مناسب نہیں تھا۔

میرے ذہن میں میری والدہ کی باتیں بھی گونج رہی تھیں۔ میرے والد ذو حرم داس جی اور میری والدہ کا بھی یہی مشورہ تھا کہ میں یا تو فوری طور پر روپ نگر سے اپنا تبادلہ کرا لوں یا پھر پولیس کی ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤں۔ والدہ کے بیان کے مطابق میرے پرکھا نے بھی اسی امر کی جانب اشارہ کیا تھا کہ کچھ بدروحیں اور گندی قوتیں میرے گرد جال بن رہی تھیں۔ میں نے خوابوں میں بھی ایسے واقعات سے خود کو دوچار ہوتے دیکھا تھا جس کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کی جا سکتی تھی لیکن خوابوں کے اشارے اب ایک ایک کر کے حقیقت کے روپ میں رونما ہونے لگے تھے۔ گھر سے روانگی کے وقت میری والدہ نے بڑی مشکلوں سے مجھے پندرہ دن روز کی مہلت دی تھی۔ میرے ذہن میں مختلف سوالات ابھر کر گڈمڈ ہو رہے تھے۔

"وہ کمبل پوش بوڑھا کون تھا جس نے پہلی بار خواب میں مجھے شنکر کے مکروہ وجود سے نجات دلائی تھی؟"

"شنکر نے یہ بات کیوں کہی تھی کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس کی اسے برسوں سے تلاش تھی۔ اسے میری تلاش کس لیے تھی؟"

"خواب میں نظر آنے والی خوبصورت عورت نے خود کو پاروتی ظاہر کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ لازوال قوتوں کی مالک ہے لیکن شنکر نے اس کے برعکس خود کو پاروتی سے زیادہ بلوان کہا تھا۔ ان دونوں کی اصلیت کیا تھی؟"

"وہ روئی جو خون آلود تھی اس کے لیے کس کا خون استعمال کیا گیا تھا؟ کسی انسان کا یا درندے کا؟"

"... بچے کی کیا کہانی تھی جو دیا جلنے کے بعد اس کے ہالے کے گرد چکرانے لگا تھا۔ کیا وہ شنکر کے کسی پلید جنتر منتر کا موکل تھا؟"

"اور وہ مورتی کس کی تھی جس کے لیے جنتا نے مجھ سے خواب میں کہا تھا کہ اسے حاصل کر لینے کے بعد جو چاہوں گا وہ پورا ہو گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ اس مورتی کے حصول کی خاطر مجھے اسے جان سے مارنا ہو گا؟"

"کیا .... کیا میں واقعی نادیدہ قوتوں کے زیر اثر آکر جنتا کا خون کر دینے پر مجبور ہو سکتا تھا؟"

قدموں کی آہٹ سن کر میں نے نظریں اٹھائیں تو رام دیال سامنے موجود تھا۔ اس وقت اس کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ کسی شدید ذہنی الجھن کا شکار ہے۔ میرا اشارہ پا کر وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھا تو میں نے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"اور سناؤ رام دیال خیریت سے تو ہو؟"

"آپ کی جے ہو ... سر۔"

"کوئی خاص کام؟"

"دراصل میں رات بھر سو نہیں سکا۔" اس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں؟" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔ "جاگتے رہنے کی کوئی وجہ؟"

"سر ...." وہ عجیب انداز میں بولا۔ "میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ وہ فائل۔"

"ٹیک اٹ ایزی۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ فائل تم نے غائب نہیں کی تھی۔"

"پھر وہ میری کتابوں کی الماری تک کس طرح پہنچی؟"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ اس فائل کا تعلق اوم پرکاش کی پراسرار موت سے ہے۔"

"میں جانتا ہوں مگر۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ویسے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ اس فائل کی میرے سیف سے گم ہونے کی وجہ کیا تھی۔"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"میں بھی ابھی تک ٹھیک طور پر حالات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا ہوں مگر میرا اندازہ ہے کہ اس فائل کی گمشدگی مجھے مرعوب کرنے کی خاطر کی گئی تھی۔"

"وہ کون لوگ ہیں سر؟" رام دیال نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا آپ ان سے واقف ہیں۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں رام دیال جس کے سلسلے میں زبان بند رکھنا ہی مناسب ہوتا ہے۔"

"سر۔" رام دیال نے ایک بار پھر غیر یقینی کی حالت میں پوچھا۔ "آپ کو میرے اوپر تو کوئی شبہ نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں۔" میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ "مگر ایک بات ابھی تک مجھے رہ رہ کر پریشان کر رہی ہے؟"

"وہ کیا؟"

"آپ کو اس بات کی خبر کس طرح ملی کہ وہ فائل میری کتابوں کے ریک میں ہی رکھی ہے۔"

"سوری' فی الحال میں اس کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا۔"

رام دیال مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا پھر وہ جانے کے ارادے سے اٹھنے کی خاطر پر تول ہی رہا تھا کہ ڈیوٹی آفیسر ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام نے کمرے میں داخل ہو کر زوردار سلوٹ مارا اور پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"سر' زمیندار حشمت خان کا دیہانت ہو گیا ہے۔ ابھی ابھی فون پر اطلاع ملی ہے۔ اے ' سی ایم صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔"

حشمت خان کا شمار بھی روپ نگر کے بڑے زمینداروں میں ہوتا تھا۔ میری اور اس کی زیادہ واقفیت نہیں تھی بس واجبی سی علیک سلیک تھی لیکن اس کے بارے میں میرا اندازہ یہی تھا کہ وہ خاصی مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا۔ تندرستی اور مغرور بھی تھا لیکن حسب مراتب لوگوں سے فاصلہ بھی برقرار رکھنا اس کی سرشت میں داخل تھا۔ مجھے اس کی موت کی اطلاع پا کر دکھ ہوا لیکن بات میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ گنگا رام نے وہ خبر اس قدر بوکھلاہٹ میں کیوں سنائی تھی اور راکیش ورما صاحب نے مجھے وہاں کس مقصد کے تحت طلب کیا تھا۔ چنانچہ میں نے گنگا رام کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں نظر آرہے ہو؟"

"وہ ... وہ دراصل بات ہی ایسی ہے سرکار کہ مجھے سن کر اچنبھا ہوا ہے۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے گنگا رام کو گھورتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"وہ جی .... جو اپنے زمیندار صاحب تھے نا! ان کی لاش کے پاس سے ایک سانپ بھی ملا ہے۔ رر کا سانپ۔"

"ناٹ نان سنس۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "بھلا رر کا سانپ کسی کی موت کا باعث کیسے بن سکتا ہے۔"

"یہی تو حیرت کی بات ہے سر۔"

"رر کے سانپ والی اطلاع تمہیں کس نے دی ہے؟"

"میرے ایک جوڑی دار نے سر۔ وہ مرنے والے کے قریب ہی رہتا ہے۔"

مجھے وہ خبر جو گنگا رام کی زبانی ملی تھی خاصی معنی خیز لگی لیکن راکیش ورما کی حشمت خان کے گھر پر موجودگی یقیناً اہمیت کی حامل تھی۔ میں نے رام دیال کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا پھر دفتر سے باہر آکر اپنی جیپ میں بیٹھ گیا۔

"حشمت خان بڑے بھلے آدمی تھے سر۔" رام دیال نے مجھے بتایا۔ "روپ نگر کے تمام چھوٹے بڑے ان کی عزت کرتے تھے۔ بڑے مشہور شکاری تھے اور خاص طور پر شکار کھیلنے ...

سپوکن ماڈرن جاپانی

★---- شاہد حمید

یہ کتاب سالہا سال کے ذاتی تجربات کا نتیجہ اور نچوڑ ہے۔
زبان کے سلسلے میں بنیادی حقائق کی طرف خاص توجہ مبذول کی گئی ہے۔
... نکات کو نہایت آسان الفاظ میں واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔
جس کے مختلف کالموں میں انگریزی الفاظ، جاپانی تلفظ اور جاپانی ترجمہ شامل ہے۔

خوبصورت سرورق ـ بہترین کمپوزنگ و طباعت

قیمت : -/120 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

سیاحوں کی بڑی آؤ بھگت کرتے تھے۔ بہت بڑی حویلی کے مالک تھے۔"

رام دیال مجھے حشمت خان کے سلسلے میں اپنی معلومات سے آگاہ کر رہا تھا لیکن میرا ذہن رر کے اس سانپ کے بارے میں الجھ رہا تھا جو گنگا رام کی اطلاع کے مطابق لاش کے قریب ہی ملا تھا۔ پندرہ منٹ بعد ہم اس شاندار حویلی کے اس کمرے میں موجود تھے جہاں حشمت خان کی لاش مسہری پر پڑی تھی۔ راکیش ورما کے علاوہ وہاں روپ نگر کے دوسرے بہت سارے ذمہ دار لوگ بھی موجود تھے۔ میرے پہنچنے تک لاش کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ انسپکٹر بدر اقبال بھی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اندر زنان خانے سے رونے پیٹنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

گنگا رام نے جو اطلاع دی تھی وہ غلط نہیں تھی۔ حشمت خان کے مردہ جسم کے ساتھ ہی رر کا ایک کوڑیالے رنگ کا سانپ بھی موجود تھا۔ یہ بات ناقابل یقین تھی کہ رر کے سانپ کے ڈسنے سے کسی کی موت واقع ہو سکتی تھی لیکن سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ حشمت خان کا پورا جسم ہلکا نیلا ہو کر رہ گیا تھا اور فوری طور پر یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ موت کسی سریع الاثر زہر ہی کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ میرے علاوہ راکیش ورما اور دھرم داس نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ بہرحال ضروری کارروائی کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

تفتیش کے دوران یہی پتا چل سکا تھا کہ لاش کو سب سے پہلے حشمت خان کے دیرینہ ملازم نے دریافت کیا تھا پھر وہ خبر جنگل کی آگ کے مانند روپ نگر کے کونے کونے تک پہنچ گئی تھی۔ لاش پر ایسے کچھ نشانات بھی نہیں ملے تھے جن کو تفتیش کے لیے اہم کہا جا سکتا۔ حشمت خان کی موت پر بیشتر آنکھیں نمناک تھیں لیکن خان دلاور جو مرحوم کا واحد وارث تھا۔ کسی بے جان بت ہی کی طرح اپنے خیالوں میں گم دکھائی دے رہا تھا۔ جس وقت لاش حویلی سے اٹھی اس وقت بھی اس کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہیں بہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک خیال نے تیزی سے سر ابھارا' طاقت اور اقتدار کے حصول کی خاطر انسان اپنے اور پرایوں کی شناخت کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ حشمت خان کے انتقال کے بعد خان دلاور ہی قانونی طور پر تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا مالک تھا اور یہ کچھ بعید از قیاس نہیں تھا کہ اس نے اقتدار اور دولت کی ہوس میں وہ سب کچھ کر ڈالا ہو جو اسے نہیں کرنا چاہیے تھا اور بعد میں جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ سکتے کی کیفیت سے دوچار ہو گیا ہو۔

واپسی میں رام دیال کے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی میرے ہمراہ تھا۔ کچھ دیر تک ہمارا سفر خاموشی سے جاری رہا پھر میں نے بدر اقبال سے پوچھا۔ "حشمت خان کی موت کے سلسلے میں آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟"

"بظاہر یہی لگتا ہے کہ موت کسی زہر کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔"

"خان دلاور کے بارے میں آپ کا مشاہدہ کیا کہتا ہے؟" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی حیرت ہوئی ہے جناب۔" بدر اقبال نے دبی زبان میں کہا۔ "باپ کی موت پر اس کے اکلوتے وارث کی آنکھوں سے ایک آنسو کا بھی نہ ٹپکنا بہت سارے شبہات کو جنم دیتا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ خان دلاور ہی نے حشمت خان کو اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر اسے کسی طرح سے زہر دے کر ہلاک کر دیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آنے تک ہم کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے۔"

"میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا سر۔" رام دیال نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ اور بات ہے کہ موت کا سبب زہر ہی ثابت ہو لیکن خان دلاور ایسا نہیں کر سکتا۔"

"اس یقین کی کوئی وجہ؟" میں نے رام دیال کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میری معلومات کے مطابق حشمت خان نے اپنی زندگی میں بھی کئی بار زمینداری کے کاغذات کی منتقلی خان دلاور کے نام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا لیکن خان دلاور نے مرحوم کو ایسا کرنے سے باز ہی رکھا تھا۔"

"دولت اور ہوس کا نشہ کسی وقت بھی انسان کی سوچوں کے دھاروں کا رخ تبدیل کر سکتا ہے۔" بدر اقبال نے جواز پیش کیا۔

"لیکن لاش کے قریب کسی رر کے سانپ کی موجودگی کا اخفا ایک معمہ ہی ہے۔" میں نے حالات پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی ہوش مند آدمی کسی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد ایسی مضحکہ خیز حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"مجھے ایک شبہ اور بھی ہے سر۔" رام دیال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تحصیل دار لالہ بہاری جی مرنے والے کے بارے میں زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "لالہ بہاری جی کا حشمت خان کی موت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"ایک بار گرداور (پٹواریوں کے حلقہ یا چٹی کے علاقے افسر) جان محمد نے یہ بات بتائی تھی کہ زمیندار حشمت خان نے لالہ بہاری جی سے اس زمین کا سودا کرنے کی بات کی تھی جو جھیل کے کنارے خالی پڑی ہے اور ......"

"اور کیا......؟" میں نے رام دیال کے اچانک خاموش ہو جانے کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم کچھ کہتے کہتے خاموش

www.urdukorner.com

کیوں ہو گئے؟"

"میں جس زمین کی بات کر رہا ہوں سر! اسی پر جنتا نے اپنی جھونپڑی ڈال رکھی ہے۔" رام دیال نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا تو میرے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"آئی سی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "گویا تمہارا خیال ہے کہ حشمت خان کی موت کا سبب بھی وہی زمین ہے جس کی خاطر اب تک پراسرار حالات میں اوم پرکاش اور منشی پریم چندر کی موت واقع ہو چکی ہے۔"

"میں پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتا جناب لیکن میرا خیال ہے کہ جب تک جنتا اس زمین پر آباد ہے کوئی بھی اسے حاصل نہیں کر سکتا۔"

"کیا جنتا کے پاس ایسی کوئی شکتی موجود ہے جو وہ اپنے راستے میں آنے والوں کو ختم کر دیتی ہے۔" میں نے دیدہ و دانستہ رام دیال کو کریدنے کی کوشش کی۔

"حالات تو یہی بتاتے ہیں۔"

"کیا تم یہ نہیں جانتے کہ وہ کس کی قوت پر سر اٹھا کر دیدہ دلیری سے چلتی ہے۔"

"کوئی نہ کوئی ضرور ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم بھی کھل کر شنکر کا نام لینے سے گھبرا رہے ہو؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

میری زبان سے شنکر کا نام سن کر رام دیال کے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی چونکا' خاص طور پر رام دیال کے چہرے پر شنکر کا نام سن کر خوف کی لہر دوڑ گئی تھی لیکن میں نے اسے مزید کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے میرا خیال تھا کہ اگر رام دیال کی وہ اطلاع درست تھی کہ حشمت خان نے جھیل کے قریب والی زمین خریدنے کی بات لالہ بہاری سے کی تھی تو پھر اس کی موت میں شنکر کا ہاتھ بھی کسی نہ کسی زاویے سے شامل ہو سکتا تھا۔ میرے ذہن میں شنکر کا خیال ابھرا تو ایک بار پھر بے شمار سوالات میرے دماغ میں کلبلانے لگے۔

دو روز بعد پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آئی۔ رپورٹ کے مطابق حشمت خان کی موت کسی سانپ کے زہر ہی سے واقع ہوئی تھی لیکن اس کے جسم پر ایسی کوئی علامت نہیں مل سکی تھی۔ جس سے اس خیال کی تصدیق ہو سکتی کہ سانپ کا زہر حشمت خان کو [illegible] کیا گیا ہے۔ البتہ رر کا وہ سانپ لاش کے جس حصے کے قریب پایا گیا تھا وہاں جسم پر بالکل ویسے ہی نشانات ملے تھے جیسے کہ سانپ کے ڈسنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو صورت حال سامنے آئی تھی اس کے پیش نظر کسی کو حشمت خان کا قاتل قرار نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن میں نے کاغذی کارروائی مکمل کرنے کی خاطر اس کیس کی تفتیش رام دیال کے سپرد کر دی۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ رام دیال نے اس کیس کی انوسٹی گیشن سے کترانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر میرے حکم سے مجبور ہو کر وہ فائل اسے لینی ہی پڑی تھی۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے دوسرے ہی دن خان دلاور میرے آفس میں موجود تھا۔ اس وقت اس کے تیور مجھے خطرناک نظر آرہے تھے۔ وہ مجھ سے ہمکلام ہوئے بغیر ایک کرسی گھسیٹ کر اس پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے کسی اہم بات کا فیصلہ کر کے آیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں تیرنے والی خون کی سرخی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ بڑی مشکل سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کہیں سے جھگڑ کر آیا ہو۔ ابھی میں اس کے آنے کا مقصد اور چہرے کے تاثرات سمجھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ وہ بڑے برہم اور کھردرے لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"میں نے سنا ہے بابا جانی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آگئی ہے۔" بابا جانی سے اس کا اشارہ حشمت خان کی طرف تھا۔

"ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "رپورٹ کے مطابق موت سانپ کے زہر ہی کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور مرحوم کے جسم کے ایک دو حصوں پر سانپ کے ڈسنے کے نشانات بھی ملے ہیں۔"

"کیا رر کا وہ سانپ ڈسنے کی صلاحیت رکھتا تھا؟" خان دلاور نے حقارت سے کہا۔

"میں نے مرحوم کی کیس فائل رام دیال کو بغرض تفتیش مارک کر دی ہے۔" میں نے خان دلاور کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ بات ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ رر کا کوئی معمولی سانپ اپنے اندر ڈسنے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن تفتیش مکمل ہوئے بغیر کسی کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ ویسے بائی دی وے کیا آپ کو کسی پر شبہ ہے؟"

"جی ہاں۔" خان دلاور دانت پیس کر بولا۔

"کون ہے وہ؟"

"شنکر۔" خان دلاور کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ اپنے آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "وہی چمار کی اولاد جس سے روپ نگر کے بڑے بڑے سورماؤں کی جان نکلتی ہے لیکن خان دلاور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ بابا جانی کی موت کا انتقام لینے کی خاطر میں اس مکروہ انسان کا پورا جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔"

"جو اقدام اشتعال کی حالت میں کیا جائے وہ دیوانگی کہلاتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں صبر کی تلقین کروں گا۔"

"میں جانتا ہوں کہ قانون کو کسی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنانے کی خاطر کسی ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خان دلاور یہ تحریری بیان دینے کو تیار ہے کہ بابا جانی کو اسی حرام

www.urdukorner.com

زادے نے مارا ہے۔" وہ جھلا کر بولا۔ "میں چشم دید گواہ ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم اس وقت بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہو۔"

"یہ میرا قطعی ذاتی اور نجی معاملہ ہے لیکن کیا میرے تحریری بیان کی روشنی میں اس مردود کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا؟"

"تم کیا بیان دو گے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا رر کا سانپ......؟"

"یہ سب بکواس ہے۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "میرا تحریری بیان بڑا مدلل ہو گا۔ شنکر ایک سانپ کی پٹاری لے بابا جانی کی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔ پٹاری میں موجود زہریلے سانپ سے بابا جانی کو ڈسوایا گیا پھر قانون کی نگاہوں میں دھول جھونکنے کی خاطر لاش کے قریب ایک رر کا سانپ ڈال دیا گیا۔"

"تم نے یہ سب کچھ اپنی نگاہوں سے دیکھا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"پھر تم نے شنکر کو اسی وقت رنگے ہاتھوں پکڑنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے خان دلاور سے جرح کی۔ ویسے یہ دیگر بات تھی کہ اس نے جو دلیل پیش کی تھی اسے بعید از قیاس نہیں کہا جا سکتا تھا بلکہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کی روشنی میں بھی خان دلاور کی کہانی میں بڑی جان نظر آ رہی تھی۔ اس نے یقیناً" وہ خیال شنکر کو پھنسوانے کی خاطر ظاہر کیا تھا لیکن اس کی بات کے امکان سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سرجن کی رپورٹ کے بعد وہ امکانی پہلو مجھے زیادہ ٹھوس محسوس ہو رہا تھا۔

"میں اس...... کتے کے پلے کو پکڑنا چاہتا تھا لیکن مجھے بابا جانی کے پاس پہنچنے میں دیر ہو گئی۔" خان دلاور نے شنکر کے خلاف زہر اگلتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ "بابا جانی کی آواز سن کر جس وقت میں ان کی خوابگاہ میں داخل ہوا اس وقت میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس ولد الحرام کو عقبی کھڑکی کے راستے لان میں چھلانگ لگاتے دیکھا تھا اور...... اور اس کے ہاتھوں میں سانپوں والی پٹاری بھی موجود تھی۔"

"تم نے مرحوم کی موت کا جواز پیش کرنے کی خاطر جو تانے بانے بنے ہیں وہ بہت ٹھوس اور مضبوط ہیں۔ میں تمہاری ذہانت کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمہیں کسی زمیندار کی اولاد ہونے کے بجائے ایک کامیاب جاسوس یا بڑے پائے کا وکیل ہونا چاہئے تھا لیکن تم سے بہرحال ایک غلطی ہو گئی ہے۔"

"کیا......؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"جس وقت روپ نگر کے تمام ذمہ دار افسران مرحوم کی لاش کے گرد جمع تھے اس وقت تم نے کوئی بیان نہیں دیا نہ ہی کسی ایسے خیال کا شبہ ظاہر کیا تھا جو شنکر کو قاتل قرار دے سکتا۔"

"اس وقت بابا جانی کی موت کے سبب مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔" اس نے ایک بار پھر معقول دلیل پیش کی۔ "اس وقت میں پوری طرح سے ہوش و حواس میں نہیں تھا لیکن اس وقت میں اپنا تحریری بیان دینے کی غرض سے آیا ہوں کیا پولیس میرا بیان ریکارڈ نہیں کرے گی؟"

"خان دلاور، کیا تم میرے ایک سوال کا جواب دوستانہ ماحول میں دینا پسند کرو گے؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟" اس مرتبہ پہلی بار اس نے نرم لہجہ اختیار کیا تھا۔

"کیا تم جو بیان دینا چاہتے ہو وہ حقیقت پر مبنی ہے؟"

خان دلاور نے فوراً ہی میرے سوال کا جواب نہیں دیا، تھوڑی دیر تک کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے وہی بدذات بابا جانی کی موت کا ذمہ دار ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"بابا جانی نے جھیل والی زمین کو خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا جہاں روپ نگر کی سب سے بدچلن اور بدکردار جمنا نامی عورت رہتی ہے اور یہ بات ہر مرد کو معلوم ہے کہ شنکر کی گندی قوتوں کی آڑ میں وہ سب کو دھونس دھڑلا دیتی رہتی ہے لیکن میں مسلمان ہوں، شنکر کی ناپاک طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"میری ایک بات مانو گے؟"

"کیا؟"

"تم اپنا تحریری بیان دے دو لیکن دو تین روز تک تم براہ راست شنکر سے الجھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اور اس کے بعد......"

"اس کے بعد میں وہی کروں گا جو تم چاہو گے...... اٹ از اے ڈیل۔"

"ٹھیک ہے لیکن......"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" میں نے اسے نرم پڑتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ ایمان کی قوت کے آگے کوئی دوسری طاقت نہیں ٹھہر سکتی لیکن جان بوجھ کر خطرات کے منہ میں چھلانگ لگانا بھی دانشمندی کے خلاف

www.urdukorner.com

"میں موت سے نہیں ڈرتا مسٹر شہباز۔"

"میں تمہارے جذبات سمجھ رہا ہوں تم شنکر سے خائف نہیں ہو لیکن ہمیں کسی امکانی پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔" میں اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جس زمین میں تمہارے مرحوم والد دلچسپی لے رہے ہوں اسی پر کسی دوسرے کی نظر بھی ہو اور اسی شخص نے تمہارے والد کو

راستے سے ہٹانے کے لیے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا ہو جو قانون کو شنکر کے خلاف بدظن ثابت کرنے کے لیے مؤثر ہو...... میں تمہاری اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ حشمت خان کی موت کسی اصلی اور زہریلے سانپ کے ڈسنے سے ہی واقع ہوئی ہوگی لیکن ہمیں ٹھنڈے دل سے یہ سوچنا ضروری ہے کہ اس واردات کے پیچھے کس کا ہاتھ کارفرما ہو سکتا ہے اور اس کے دو تین روز کا وقت بہرحال درکار ہو گا۔ فوری طور پر جلد بازی میں اٹھایا ہوا کوئی قدم قانون کے لیے نئی مشکلات بھی پیدا کر سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے...... میں آپ کے کہنے کے مطابق اپنا تحریری بیان لکھ کر دے دیتا ہوں لیکن اگر تین روز کے اندر اندر بابا جانی کے قاتلوں کا سراغ نہ ملا تو پھر شنکر کو میرے عتاب سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی خواہ اس کے نتیجے میں مجھے پھانسی کا پھندا کیوں نہ نصیب ہو۔" دلاور خان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا پھر تیزی سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا میرے دفتر سے باہر نکل گیا۔

خان دلاور کے جانے کے بعد بھی میں بڑی دیر تک حشمت خان کے کیس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا مجھے اس بات کا یقین تھا کہ خان دلاور جو کچھ کہہ کر میرے دفتر سے اٹھا تھا وہ اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ میرے پاس قاتل کو تلاش کرنے کے لیے صرف دو دن تھے میں نے انسپکٹر بدر اقبال کو بلا کر کیس کے نئے امکانات اور خان دلاور کی گفتگو سے آگاہ کیا پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

اسی رات کھانے کے بعد میں جیپ پر بیٹھ کر تنہا شنکر سے ملنے چلا گیا۔ اس وقت رات کے دس بجے ہوں گے۔ شنکر نے میری آواز پر تیزی سے گھر سے نکل کر میرا استقبال کیا تھا لیکن اس کے ہونٹوں پر جو غلاظت موجود تھی وہ اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ میرے آنے سے پہلے وہ کھانے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے حسب دستور ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا پھر مجھے اندر آنے کو کہا۔ نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی چمک دیکھ کر مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میری آمد شنکر کے لیے غیر متوقع نہیں تھی۔

"میں اس وقت جلدی میں ہوں۔" میں نے جیپ میں بیٹھے بیٹھے کہا۔ "تم سے ایک ضروری بات کرنے کے لیے آیا ہوں۔"

www.urdukorner.com

"...اس تھا مہاراج کہ آپ سیوک کو ایک بار پھر اپنی سیوا کا موقع ضرور دیں گے۔"

"کیا مطلب......"

"میرا من گواہی دے رہا تھا کہ آپ حشمت خان کی موت کا کھوج لگانے کی خاطر میرے دوار تک ضرور آئیں گے۔"

"اور مجھے بھی یقین ہے کہ تم گم شدہ قاتل کی طرح اس کیس میں بھی میری مدد ضرور کرو گے۔"

تاریخی ناول

خالد بن ولید	الماس ایم۔اے۔	200/-
سلطان ٹیپو شہید	الماس ایم۔اے۔	200/-
نواب حیدر علی خاں	الماس ایم۔اے۔	200/-
سلطان صلاح الدین ایوبی	الماس ایم۔اے۔	450/-

مکتبہ القریش اردو بازار۔لاہور 2

"سیوک آپ کے چرنوں کی دھول ہے سرکار...... بھلا میں اور آپ کی آگیا کا پالن نہ کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" شنکر بدستور میرے قریب کھڑے کھڑے بولا۔ "پرنتو ایک بنتی میری بھی ہے آپ مرنے والے کے بالک کو سمجھا دیں کہ وہ زیادہ اچھل کود کرنے کی کوشش نہ کرے۔" شنکر نے قدرے معنی خیز لہجے میں اپنا مافی الضمیر واضح کرتے ہوئے کہا۔ "اب شنکر میں اتنا مادہ بھی نہیں ہے کہ کل کے چھوکرے اسے موت کی دھمکی دینا شروع کر دیں۔"

"وہ جذباتی نوجوان ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "باپ کی موت نے اسے دیوانہ کر دیا ہے اس لیے وہ الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔"

"میں جانتا ہوں سرکار کہ وہ مورکھ مجھے دوشی سمجھ رہا ہے۔ اس نے مجھے دو روز بعد جان سے مار دینے کی سوگند بھی اٹھائی ہے۔" شنکر نے سرسراتے انداز میں کہا۔ "میں نے کالی کے نام پر اسے شما کر دیا ہے ورنہ اگر میں چاہوں تو اسکے باپ کی طرح اس کا کریا کرم بھی ہو سکتا ہے۔ ذات کا چمار ضرور ہوں سرکار لیکن پرکھوں سے جو کچھ سیکھا ہے وہ کم از کم اس نوجوان چھوکرے کا دماغ ٹھکانے لگانے کے لیے بہت کافی ہے۔"

شنکر ایک طرح سے مجھ پر اپنی قوت کا سکہ جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔ "اوم پرکاش کی قاتل کے سلسلے میں اس کی طاقت کا ایک مظاہرہ دیکھ چکا تھا اس لیے میں نے بات کو ٹالنے کی خاطر کہا۔

"میری خاطر خان دلاور کی جذباتی باتوں کو بھول جاؤ۔"

"اگر آپ کی اچھا ہے تو بھول گیا سرکار......" شنکر نے مسکرا کر کہا لیکن اس کی مسکراہٹ بھی بڑی پراسرار تھی۔

www.urdukorner.com

"میں اس وقت حشمت خان کی موت کے سلسلے میں تم سے مدد لینے کی خاطر آیا ہوں۔"

"سیوک جانتا ہے سرکار۔" اس نے پھر ہاتھ جوڑ کر جواب دیا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "حشمت خان کو اسی زمین کے ٹکڑے کے کارن مارا گیا ہے جس پر جمنا نے اپنا نین چھپر ڈال رکھا ہے۔ مجھے خبر تھی کہ جمنا کا نام آنے کے ساتھ ساتھ میرا نام بھی ضرور آئے گا اس لیے کہ میرا اور اس کا بڑا پرانا سمبندھ ہے اسی لیے میں نے بڑے زمیندار کے مرنے کی خبر سنتے ہی اپنے جنتر منتر اور ودیا کے ذریعے اس دشت کا نام معلوم کر لیا ہے جس نے ایک تیر سے دو شکار کھیلنے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا تم قاتل کا نام اور پتہ جانتے ہو۔" میں نے پوچھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اس سے نہ آتے سرکار تو شنکر اپنی شکتی کے زور سے اس حرامی کا کریا کرم کر دیتا پر اب آپ اسے ثبوت سمیت ہتھکڑی پہنا سکتے ہیں۔" شنکر کا لہجہ پھر سخت خیز ہو گیا۔ "آپ کی جے جے کار ہوگی تو آپ سیوک کا بھی ضرور خیال رکھیں گے میں آپ کو اس بات کا بھی وشواس دلاتا ہوں کہ جس نے کوڑیالے ناگ کے ذریعے حشمت خان کو ٹھکانے لگایا تھا وہ گرفتار ہونے کے بعد اپنے سنگی ساتھیوں کا نام بھی اگل دے گا۔"

"کیا نام ہے اس کا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"میں آپ کا سیوک ہوں مہاراج ۔۔۔۔۔ پر تو ایک بنتی میری بھی ہے۔"

"وہ کیا ۔۔۔۔۔"

"آپ پورن ماشی کی رات سیوک کو اس کے دوار ایک بار پھر درشن دیں گے۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔ میں آجاؤں گا۔" میں نے وعدہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب تم مجھے اس شخص کا نام بتاؤ جس نے حشمت خان کو مارا ہے۔"

"وہ ایک نہیں ۔۔۔۔۔ دو ہیں سرکار۔" شنکر بڑے مکروہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایک ہتیارے نے دوسرے کی جیب گرم کی اور دوسرے نے حشمت خان کو کنارے لگا دیا۔"

"کیا مطلب ۔۔۔۔۔" میں چونک اٹھا۔

"اس دھرتی کا چکر بھی منش کو مایا جال میں پھنسا رہا ہے۔" شنکر نے کہا۔ "روپ نگر کا چھوٹا (نائب) تحصیل دار نہیں چاہتا تھا کہ جھیل کنارے والی زمین حشمت خان کو ملے ۔۔۔۔۔ وہ اس کا سودا کسی اور سے طے کر رہا تھا حشمت خان کے درمیان میں آجانے سے اس کے سپنے پورے نہیں ہو سکتے تھے اس لیے اس نے رامو کی مٹھی گرم کر دی اور کھیل ختم ہو گیا۔"

"رامو کون ہے ۔۔۔۔۔؟"

"سپیرا ہے سرکار۔" شنکر نے اس کے بارے میں مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے بڑے نخوس لہجے میں جواب دیا۔ "اسی نے کوڑیالے ناگ سے حشمت خان کے شریر کو ڈسوایا تھا پھر قانون کو چکر دینے اور مجھے جال میں الجھانے کے کارن وہاں زہر کا سانپ چھوڑ آیا۔"

"تمہیں ان باتوں کا علم کس طرح ہوا۔"

"اسی گندے علم سے سرکار جو میں نے اپنے پرکھوں سے سیکھا ہے۔" وہ بڑی سخت خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتا ہوا بولا۔ "بڑے کٹھن سے گزرنا پڑا۔ بڑی کٹھن تپسیا کرنی پڑی ہے جب جا کر گھور اندھیاروں میں جھانکنے کی شکتی پراپت کی ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ رامو گرفتاری کے بعد اپنے جرم کا اقرار کرے گا۔"

"اوش کرے گا سرکار۔" شنکر نے پورے اعتماد سے کہا۔ "ناگ اور پٹاری بھی اس کی جھونپڑی میں موجود ۔۔۔۔۔ گرم ہوتے پر چوٹ لگے تو وہ بھی ٹیڑھے سے سیدھا ہو جاتا ہے۔ رامو کو قسمت کی سولی ہے پولیس کی سختی اسے سب بتا دیے گی مجبور کر دے گی ۔۔۔۔۔ پر تو آپ خان دلاور کو سمجھا دینا ۔۔۔۔۔ شنکر کے ساتھ پنجہ لڑانے کا دھیان اپنے من سے نکال دے ورنہ اسے سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔"

شنکر کی فراہم کردہ معلومات میرے لیے بہت قیمتی تھیں میں نے جیپ کا انجن اسٹارٹ کیا پھر اچانک میرے ذہن میں وہ خون آلود روئی ابھر آئی جس کے جلانے کے بعد اس نے اوم پرکاش والی گمشدہ فائل کا سراغ لگایا تھا۔

"ایک بات پوچھوں شنکر ۔۔۔۔۔ سچ سچ بتاؤ گے۔" میں نے اسٹیرنگ پر ہاتھ جماتے ہوئے کہا۔

"پوچھو سرکار ۔۔۔۔۔ یہ سیوک آپ کے ساتھ کوئی کھٹ پٹ نہیں کرے گا۔"

"تم نے جس روئی سے چراغ جلایا تھا وہ کس کے خون سے سرخ ہوئی تھی۔"

"دھیرج سے کام لو مہاراج ۔۔۔۔۔ پورن ماشی میں اب دن ہی کتنے باقی رہ گئے ہیں۔" شنکر نے نہ جانے کیوں بڑے اطمینان سے سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اس روز میں آپ کو اور بہت سارے باتوں سے بھی آگاہ کروں گا ۔۔۔۔۔ یہ میرا وچن ہے۔"

میں اس وقت چونکہ بہت جلدی میں تھا اس لیے میں نے شنکر کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ رات میرے لیے بڑی صبر آزما رات تھی مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ شنکر نے مجھے مایوس نہیں کیا تھا بلکہ چلتے چلتے اس نے اس بات کی تاکید بھی کی تھی کہ میں حشمت خان کے کیس میں اس کا نام درمیان میں نہ لاؤں۔ میں نے وہ رات تقریباً جاگ کر گزاری۔ دوسری صبح تک

جو شہرت ملنے والی تھی اس کے خیال نے ہی مجھے بے حد مسرور کر رکھا تھا۔ میں نے رات ہی کو انسپکٹر بدر اقبال کو فون کر دیا تھا کہ وہ صبح وقت پر دفتر آجائیں اور پولیس کے عملے کو تیار رکھیں چنانچہ جب میں صبح کو تیار ہو کر دفتر پہنچا تو بدر اقبال پولیس کے مسلح دستے کے ساتھ بالکل تیار تھا اور پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا میں نے اسے ایک طرف لے جا کر کہا۔

"انسپکٹر ۔۔۔۔۔ خان دلاور کا غصہ اور حشمت خان کی موت کے سبب میں تمام رات سوچتا رہا ہوں۔ یہ کیس پولیس ڈپارٹمنٹ کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔۔۔۔۔ ہمیں ہر قیمت پر قاتل یا قاتلوں کا سراغ لگانا ہے اور اگر اس کام میں ہم نے دیر کی تو ممکن ہے قاتل پولیس کی دسترس سے دور نکل جائے۔"

"لیکن ۔۔۔۔۔"

بدر اقبال نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے اپنی ذہنی صلاحیتوں کا سکہ جمانے کی خاطر بڑے نخوس لہجے میں کہا۔

"رات بھر کی ذہنی جمناسٹک کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ حشمت خان کی موت کسی سانپ کے ڈسنے سے ہی واقع ہوئی ہے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ سامنے کا سانپ تو وہ اس کیس کو بھی پراسرار بنانے کی خاطر بطور حربہ استعمال کیا گیا ہے۔"

"پھر ۔۔۔۔۔ اب آپ کا کیا فیصلہ ہے۔"

"ہمیں روپ نگر کے سپیروں کو راؤنڈاپ کرنا پڑے گا۔" میں نے جذباتی لہجہ اختیار کیا۔ "سانپ سے کسی کو ڈسوانے کا کام کوئی تجربے کار سپیرا ہی کر سکتا ہے۔"

"میں رامو نام کے ایک ایسے سپیرے سے واقف ہوں جناب جس نے آج سے پانچ سال پہلے ایک پرانے کوڑیالے ناگ کو پکڑ کر بڑی شہرت حاصل کی تھی ۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ دو تین سپیرے اور بھی ہیں لیکن وہ بھی رامو کو اپنا سردار مانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔ اگر یہ بات ہے تو ہم سب سے پہلے رامو ہی کو اٹھاتے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد رامو مع کوڑیالے ناگ کے پولیس لاک اپ کے اندر تھا۔ اس نے شنکر کے کہنے کے بموجب پولیس کے معمولی "ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ" کے بعد ہی نہ صرف یہ کہ اپنے جرم کا اقرار کر لیا تھا بلکہ یہ بیان بھی دیا کہ حشمت خان کی موت کی خاطر روپ نگر کے نائب تحصیل دار اونکار ناتھ نے دس ہزار کے عوض اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ رامو کے بتائے ہوئے پتے پر اس کے جھونپڑے میں زمین کے ایک حصے کو کھودنے پر دس ہزار کی رقم بھی برآمد کی گئی۔

رامو کے بیان پر اس کا انگوٹھا لگوانے کے بعد ہم نے نائب تحصیل اونکار ناتھ کو بھی اس کے دفتر سے اٹھوا لیا۔ پہلے تو اس نے سرے سے اس الزام کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن تھوڑی سی سختی کے بعد اس نے بھی اپنے جرم کا اقبال کر لیا چنانچہ اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ رامو اور اونکار ناتھ کے بیان چونکہ پولیس کپتان رائیکش ورما کی موجودگی میں ہوئے تھے اس لیے مقامی ہندوؤں نے اسے اپنی عزت کا مسئلہ نہیں بنایا۔ میں نے اسی خیال کے پیش نظر رائیکش ورما کو بطور خاص درخواست کر کے پولیس چوکی پر بلوا لیا تھا۔ قاتلوں کی گرفتاری پر تفتیشی افسر رام دیال نے بھی بڑا سکون کا سانس لیا تھا۔

اصل قاتلوں کا سراغ مل جانے اور ان کے اقرار جرم کر لینے کے بعد خان دلاور کسی زخمی درندے کے مانند تڑپ اٹھا وہ رائیکش ورما کے جاتے ہی پوری طرح لیس ہو کر پولیس چوکی پہنچ گیا۔ وہ اپنے باپ کے قاتلوں کو ٹھکانے لگانے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا اگر بروقت مجھے اطلاع نہ مل ہوتی اور میں نے اسے سمجھا بجھا کر واپس نہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً رامو اور اونکار ناتھ کے جسم چھلنی کر ڈالنے سے دریغ نہ کرتا۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کے باپ کے قاتل پھانسی کے پھندے سے کسی قیمت پر نہیں بچ سکیں گے۔

دوسرے روز تحصیل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میری شہرت پھیل گئی۔ دھرم داس جی کے علاوہ والد صاحب نے بھی مجھے اپنی ملازمت کی پہلی شاندار کامیابی پر فون کر کے

اُردو کے خوبصورت شاعر اکبر الہ آبادی
سے لے کر آج کے دور کے جانے
پہچانے شاعروں کا منتخب اور دلچسپ
ظریفانہ کلام ----

اُردو کی ظریفانہ شاعری

★ ---- ہما علی

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

مبارک باد دی۔ مجھے وہ شہرت شنکر کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی' وہ یقیناً "سفلی کے علاوہ اور بھی گندے علوم پر بھی دسترس رکھتا تھا۔ اس کی پراسرار قوت میرے کام آرہی تھی میں بہت خوش تھا لیکن کاش مجھے معلوم ہوتا کہ شنکر کی دوستی میرے لیے آگے چل کر اتنی مہنگی ثابت ہوگی کہ میں اپنے ہوش و حواس اور عقل و خرد سے بالکل بیگانہ ہو جاؤں گا تو میں کبھی بھول کر بھی اس کے قریب نہ پھٹکتا۔

پورن ماشی کی وہ رات میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ تھی۔ اس رات میں حسب وعدہ شنکر کے ڈیرے پر چلا گیا۔ وہ شاید میرا ہی منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے گندے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جیسے اس کی من مانگی مراد حاصل ہو گئی تھی اس نے بڑے پرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور اصرار کر کے مکان کے اسی حصے میں لے گیا جہاں میں ایک بار پہلے بھی جا چکا تھا۔ اس روز وہ گھر پر تنہا نہیں تھا جنتا بھی اس کے ساتھ موجود تھی۔ جس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بناؤ سنگھار کر رکھا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس روز وہاں کی ہر چیز بڑی پراسرار نظر آرہی تھی۔ شنکر کے اصرار پر مجھے اس کمرے میں پڑے صندوق پر بیٹھنا پڑا جسے جنتا نے اپنی اوڑھنی سے میری خاطر صاف کیا تھا۔

مجھے اس وقت جنتا کی وہاں موجودگی گراں گزر رہی تھی۔ ایک پولیس آفیسر ہونے کی حیثیت سے مجھے ان دو بدنام شخصیتوں کی ایک جگہ موجودگی کے پیش نظر وہاں نہیں رکنا چاہیے تھا ایسی صورت میں اگر کسی اور کو اس بات کا علم ہو جاتا تو میری شہرت کو دھچکا بھی پہنچ سکتا تھا میری بنی بنائی ساکھ' عزت اور شہرت سب برباد ہو سکتی تھی۔ میں جنتا کو وہاں دیکھ کر ٹھٹکا بھی تھا میں نے الٹے قدموں واپس لوٹ جانے کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن کوئی غیر مرئی قوت ایسی ضرور تھی جس نے مجھے وہاں رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"مجھے وشواس تھا سرکار کہ آپ اپنا وچن ضرور نبھائیں گے۔" شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا پھر پوچھا "کچھ جل پانی چلے گا مہاراج؟"

"نہیں ـــــ میں گھر سے کھانا کھا کر نکلا ہوں اس لیے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ کی مرضی سرکار ـــــ سیوک کے لیے تو یہی بہت ہے کہ آپ نے اپنا دیا ہوا وچن پورا کر دیا۔"

"تم نے مجھے کس مقصد سے بلایا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ شنکر میرے بالکل سامنے کچے فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ جبکہ جنتا کمرے کے مشرقی گوشے میں رکھی ہوئی چارپائی کے قریب موجود تھی۔

"اتنی جلدی کیا ہے مہاراج۔" وہ میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ "ابھی تو سیوک کو آپ کے بہت سارے سوالوں کے جواب دینے ہیں' آپ شاید بھول گئے اس روز آپ نے پوچھا تھا کہ جس روئی سے میں نے دیا روشن کیا تھا اس کا رنگ سرخ کیوں تھا۔"

"تم نے کہا تھا کہ وہ خون سے سرخ کی گئی تھی۔" میں سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" شنکر کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی' اس کی آنکھوں میں مجھے دائرے سے چکراتے نظر آرہے تھے۔

"وہ خون کس کا تھا ـــــ" میں نے پوچھا۔

"ایک نروش بالک کا مہاراج۔" شنکر نے یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "دھرتی کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا کھوج لگانے اور مہان شکتی پراپت کرنے کی کارن مجھے اس بالک کی تلاش تھی جس کے بغیر مجھے کالی کا آشیرباد حاصل نہیں ہو سکتا تھا اور کالی کو رام کیے بغیر میرے بھاگ نہیں جاگ سکتے تھے' میری بھاونائیں بھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں اسی کارن میں نے اپنے پرکھوں کے بتائے ہوئے عمل پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور بھگوان کی دیا اور کالی کی کرپا سے وہ شکتی حاصل کر لی جو بڑے بڑے بلوانوں کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔"

"گویا تم ایک معصوم اور بے گناہ بچے کا خون کرنے کا اعتراف کر رہے ہو ـــــ" میں نے قدرے خشک اور سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں ـــــ میں انکار نہیں کروں گا۔" شنکر نے بڑی بے پروائی سے کہنا شروع کیا۔ "میں نے اس چھ سات سال کے بالک کو بڑی کوششوں کے بعد حاصل کیا تھا ـــــ میں نے اپنے پرکھوں کے بتائے ہوئے عمل کے انوسار اس کو ایک ایسے کمرے میں رکھا جہاں ہلکے سرخ رنگ کی روشنی ہوتی تھی' میں اسے کھانے کے لیے صرف مٹھائی دیتا تھا' نمک کی بنی ہوئی کوئی چیز میں نے اسے نہیں کھانے دی۔ تم پڑھے لکھے ہو مہاراج تمہیں معلوم ہوگا کہ میٹھا کھانے کے بعد منش کی پیاس بھڑک اٹھتی ہے۔ اس بالک کے ساتھ بھی یہی ہوا اکیس روز تک میٹھا کھاتے رہنے کے بعد اس کی آتما بھی پانی کے لیے تڑپنے لگی پر تو مجھے معلوم تھا کہ اگر اسے پانی کی ایک بوند بھی مل گئی تو میری ساری تپسیا اور تمام جتن برباد ہو جائیں گے' میں اسے [illegible] مٹھائی کھلاتا رہا۔ گھپ اندھیرے میں مٹیالی سرخ اور مدھم روشنی ہر سمے اسے تڑپائی رہتی تھی میں جب بھی اس کے سامنے جاتا وہ تڑپ تڑپ کر مجھ سے پانی کی بھیک مانگتا اور میں ہر بار اس سے انکار کر دیتا پھر وہ سمے آگیا جس کا مجھے انتظار تھا ـــــ بالک کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے اندر رونے کی شکتی بھی باقی نہیں رہی تھی اس کے ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں' اس

www.urdukorner.com

کی آتما پانی کے لیے ترس رہی تھی پھر جب میں نے محسوس کیا کہ وہ انت کال کے قریب ہے تو میں نے اس کے گلے پر چھری پھیر دی اسے ذبح کر کے میں نے سینے سے اس کا دل نکالا اور دل کو چیر کر اس کے خون سے روئی بھگوئی ـــــ اب جب بھی میں اس روئی کی بتی سے دیا جلاتا ہوں تو اس کی بیاکل آتما روشنی کے منڈل کے چاروں اور سائے کے روپ میں چکرانے لگتی ہے وہ مجھ سے کیول پانی ـــــ پانی ـــــ پانی اور پانی کی درخواست کرتی ہے۔ اس کی آواز میرے علاوہ کسی اور منش کو نہیں سنائی دے سکتی میں اس کو پانی دینے کا وعدہ کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے اس کی آتما سے اپنا سارا کام نکلوا لیتا ہوں ـــــ اس روز بھی میں نے اسی بالک کی پراسرار آتما کے ذریعے اوم پرکاش کی لاش کا کھوج لگوایا تھا۔ حشمت خان اور اس کے ساتھیوں کے سلسلے میں بھی اسی کی بیاکل آتما نے میری سہائتا کی تھی ـــــ پرکھوں کا سکھلایا ہوا یہ عمل ہر کوئی نہیں کر سکتا مہاراج پر تو میں نے کال کے چرنوں میں بہت کچھ بلیدان کرنے کے بعد اس کا آشیرواد لیا تھا اور اس کی کرپا سے میری تپسیا بیکار نہیں گئی وہ روئی بڑے کام کی چیز ہے لیکن اس کا فائدہ صرف وہی اٹھا سکتا ہے جو اس کی آتما کو اپنے جنتر منتر سے قابو کرنے کے راز سے بھی واقف ہو۔ سفلی کا عمل کرنا بڑے جان جوکھم کا کام ہے اس کے لیے منش کو بڑے بڑے کٹھن جاپ کرنے پڑتے ہیں' [illegible] کھانا پڑتا ہے' مرگھٹ کی مٹی سے اشنان کرنا پڑتا ہے' مردہ کھوپڑیوں کے اندر برسوں بھوجن کرنا پڑتا ہے ـــــ سونے کو کندن بنانے کا کام ہر کوئی تو نہیں کر سکتا۔"

شنکر اپنی مکروہ داستان بڑی بے پروائی سے مزے لے لے کر سنا رہا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب کچھ خواب کی باتیں ہوں' میں نے کئی بار شنکر کو درمیان میں روک کر ذہن میں ابھرنے والے سوالات کی وضاحت طلب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کسی نادیدہ قوت نے میری قوت گویائی چھین لی تھی میں خاموش بیٹھا شنکر کی زندگی کے ایک ایک پہلو کی داستان سنتا رہا پھر جب وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

"تم نے ایک پولیس افسر کے سامنے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ایک معصوم بچے کو تم نے بھوکا پیاسا رکھا پھر اپنی ہوس کی خاطر اسے مار کر اس کے دل کے خون سے اپنے گندے عمل کی تکمیل بھی کی ہے۔"

"ہاں مہاراج ـــــ میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔

"اس اقرار جرم کے بعد تم پر قاتل ہونے کا الزام بھی لگ سکتا ہے۔"

"پھر پہنا دو شنکر کے ہاتھوں میں بھی لوہے کی ہتھکڑی۔" وہ عجیب سنسنی خیز انداز میں مسکرایا پھر جنتا کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "تم نے اسے بھی تو پاکٹ مارنے کے جرم میں لوہے کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا تھا پر اس کا انجام کیا ہوا ـــــ لوہے کی سلاخیں موم بن کر پگھل گئی تھیں اور پریم چند اس سندر نار کے انوسار خون کی الٹیاں کرتے ہوئے پرلوک سدھار گیا تھا ـــــ ایک بات کہوں مہاراج' شنکر سے پنجہ لڑانے کا دھیان من میں بھی نہ لانا ـــــ ذات کا چمار ضرور ہوں پر اپنے دشمنوں کے دماغ کے کیڑے جھاڑنے بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔" آخری جملہ ادا کرتے وقت اس کی پتلیوں کی گردش اپنے حلقوں میں تیز ہو گئی۔ اس نے دبی زبان میں مجھے دھمکی دینے کی کوشش کی تھی۔ میں بمشکل خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ شنکر کے اقرار جرم کے بعد بھی اسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے کہ اس کے زبانی بیان کا کوئی گواہ نہیں تھا اور میں جنتا کو گرفتار کرنے

اردو کے شاہکار سفرنامے — ضیاء ساجد — 200/-
منتخب مشہور سفرنامے — ضیاء ساجد — 250/-
منتخب مشہور افسانے — ضیاء ساجد — 150/-
منتخب اعلیٰ افسانے — ضیاء ساجد — 125/-
مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

تاریخی ناول
خالد بن ولید — الماس ایم - اے - 200/-
سلطان ٹیپو شہید — الماس ایم - اے - 200/-
نواب حیدر علی خاں — الماس ایم - اے - 200/-
سلطان صلاح الدین ایوبی — الماس ایم - اے - 450/-
مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

www.urdukorner.com

کے بعد اس کا انجام بھی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

میں شنکر کے جواب پر تلملا کر رہ گیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا خونخوار نظروں سے اسے گھورنے لگا۔ میرا سروس ریوالور اس وقت بھی میری جیب میں تھا میں چاہتا تو طیش میں آ کر اسے استعمال کر سکتا تھا لیکن ایسی صورت میں جنا بھی شاید کا کردار ادا کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔

"مجھے کے بے جان کھلونوں کا دیوتا۔ من سے نکال دو سرکار۔" شنکر نے سرد آواز میں کہا۔ "میں من کے اندر کا حال بھی پڑھنے کی شکتی رکھتا ہوں۔۔۔۔ ہم سے دوستی کر لو۔۔۔۔ سارا جیون عیش کرو گے۔"

"اور اگر میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے انکار کر دوں تو۔۔۔۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔" شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس لیے کہ تم میرے لیے بہت کام کے آدمی ہو۔۔۔۔ بڑے جتن کرنے اور پاپڑ بیلنے کے بعد میں نے تمہارا کھوج لگایا ہے' بھول گئے' یہی باتیں تو میں نے تم سے قبرستان میں کی تھیں میں اسی روز تمہیں اپنی شکتی کا چمکار دکھا کر اپنے اشاروں پر ناچنے کو مجبور کر سکتا تھا پر تو اس کمبل پوش بوڑھے نے میرا راستہ کاٹ دیا۔"

"تو۔۔۔۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ سب تو خواب کی باتیں تھیں۔"

"کبھی سپنے جھوٹے نہیں ہوتے بھولے ناتھ۔۔۔۔ کچھ سچے بھی ہوتے ہیں۔" شنکر آہستہ آہستہ مجھے اپنی برتری کا احساس دلا رہا تھا اس کے تیور بھی رفتہ رفتہ بدل رہے تھے' میرے لیے فرار کے راستے مسدود ہو چکے تھے میں اس کی خوابگاہ میں تھا اور وہ دلوں کا بھید جاننے کی صلاحیت رکھتا تھا چنانچہ میں نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے نرم لہجہ اختیار کیا۔

"مجھے یاد ہے۔۔۔۔ اس روز خواب میں تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک مدت کی تلاش کے بعد تمہیں اس دھرتی پر اپنے کام کا آدمی ملا ہے۔"

"ہاں۔۔۔۔ میں نے یہی کہا تھا۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان آنکھوں میں کوئی سحر تھا جو مجھے مغلوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے شنکر کی پراسرار آنکھوں سے بچنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

"مہاشے۔۔۔۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔۔۔۔" میں نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں۔۔۔۔ میں تمہیں اپنے بعد سب سے زیادہ بلوان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تمہاری پراسرار قوتیں میرے ساتھ رہیں تو پھر کامیابیاں میرے قدم چومیں گی لیکن وہ معصوم اور بے گناہ بچہ۔۔۔۔"

"اسے بھول جاؤ۔" شنکر نے حقارت سے جواب دیا۔ "اب تو شمشان گھاٹ پر اس کی راکھ کا بھی کوئی نشان باقی نہیں بچا ہوگا۔"

"کیا یہ ظلم نہیں ہے۔"

"اچھا اور برا کیا ہوتا ہے اس روگ کو من سے نکال دو۔۔۔۔ کیول اتنا یاد رکھو کہ منش صرف اسی کے آگے ڈنڈوت کرتا ہے جو اس سے زیادہ مہان شکتی کا مالک ہوتا ہے۔" شنکر نے بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا پھر اچانک جنا کی طرف پلٹ کر بولا۔ "بیٹھی بیٹھی دیدے نچا نچا کر ہماری باتیں کیا سن رہی ہے۔۔۔۔ اٹھ۔۔۔۔ جا' جا کر ہمارے پتر کے لیے سوم رس لے آ۔"

جنا بالکل مشینی انداز میں اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ شنکر کی نظریں میری طرف سے ہٹیں تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔ میں نے تیزی سے اٹھ کر اس گورکھ دھندے سے دور نکل جانا چاہا لیکن شنکر نے جیسے دل کا ارادہ بھانپ لیا تھا اس نے دوبارہ اپنی نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"اب بھاگنے کا دھیان من سے نکال دو مہاراج۔۔۔۔ تم صرف اتنا جانتے ہو کہ آج پورن ماشی کی رات ہے لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس رات کالی اپنے سیوکوں پر کس قدر مہربان ہوتی ہے۔۔۔۔ اس رات کالی کی کرپا سے ہماری ہر اچھا پوری ہوتی ہے۔"

اس کی منحوس آنکھوں کے سحر نے ایک بار پھر مجھے مسخر کر لیا۔ میں جیسے عضو معطل بن کے رہ گیا تھا۔ مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ چودھویں کی شب سفلی یا دوسرے جادو کرنے والوں کے لیے کس قدر اہم ہوتی ہے۔ اگر مجھے قبل از وقت اس بات کا ذرہ برابر بھی پتا ہوتا تو شاید اس رات میں شنکر کے جھونپڑے نما مکان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مجھے اس وقت بھی یہ احساس ضرور تھا کہ میری رگوں میں پٹھان کا خون دوڑ رہا ہے اور یہ سچ ہے کہ میں روپ نگر کی تحصیل کا سب سے بڑا پولیس آفیسر تھا لیکن ان تمام حقیقتوں کے باوجود میں خود کو بڑا بے بس اور مجبور محسوس کر رہا تھا۔

شنکر کچھ دیر تک میری آنکھوں میں جھانکتا رہا پھر اس کی آواز کمرے پر طاری سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

"اس سپنے کو یاد کرو جب تمہیں تپتے صحرا میں ایک ناگ نے ڈس لیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے خوابیدہ آواز میں کہا۔

"اور یاد دیوتی نے شیش ناگ کا زہر چوس کر تمہیں ایک نیا جیون دان کیا تھا۔"

"ہاں۔"

"شکتی کی اس دیوی نے کیول میرے لیے تمہاری سہائتا کی تھی۔"

"میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم ابھی سوال کر رہے ہو۔ تمہیں شنکر کتنی بتائے گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ دھیرج سے کام لو۔ سمے خود تمہیں بتائے گا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہوں۔" میں نے حالات کے پیش نظر مفاہمت کا راستہ اختیار کیا۔

"مجھے پورا وشواس تھا کہ تم شنکر کی دوستی سے منہ نہیں پھیرو گے۔"

"لیکن میں تمہارے لیے کوئی غیر قانونی کام نہیں کروں گا۔" میں نے قدرے جسارت سے کام لیا۔

"اتنی جلدی کوئی فیصلہ مت کرو مہاراج۔" وہ طنزیہ آواز میں بولا۔ "کل کیا ہوگا اور کیا ہونے والا ہے۔ یہ تم نہیں جانتے۔"

"تم جانتے ہو کہ کل کیا ہوگا؟"

"ہاں۔۔۔۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "مہان شکتیوں کے ان گنت روپ ہوتے ہیں۔ ایک روپ میں اسے کالکا کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ کالکا جسے پانے کے کارن اب تک نہ جانے کتنے بلوان اپنا جیون بلیدان کر چکے ہیں۔ میں نے اپنے پرکھوں سے یہی سنا ہے کہ جو کالکا پا لے گا وہ اس دھرتی پر راج کرے گا۔ وہ جو چاہے گا وہ فوراً پورا ہو گا۔ اس کے ہر سپنے پورے ہوں گے۔ وہ سب سے زیادہ بلوان ہو گا اور تم۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ اسے میرے لیے حاصل کرو گے۔"

"کالکا۔۔۔۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کالکا کیا چیز ہوتی ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے تم نے میرا انتخاب کیوں کیا ہے؟"

"یہ سب جنتر منتر کی باتیں ہیں۔ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

میں کوئی سوال کرنا چاہتا تھا کہ جنا لرزتی ہل کھاتی ہاتھوں میں مٹی کا ایک پیالہ لیے کمرے میں داخل ہوئی پھر میرے قریب آ کر بولی۔ "مہاشے۔۔۔۔ اسے پی لو' تم قسمت کے بڑے دھنی ہو جو تمہیں سوم رس پینے کو مل رہا ہے۔"

"سوم رس۔۔۔۔؟" میں نے شنکر کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "یہ کیا شے ہوتی ہے؟"

فکاہیہ ادب میں منفرد اہمیت کے حامل

ادیب اشتیاق ساجد کی نئی تصنیف

ایمرجنسی وارڈ

قیمت: -/80 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"یہ ایک ایسی بوٹی کا رس ہے جسے پی کر منش امر ہو جاتا ہے۔"

"لیکن۔۔۔۔"

"شنکر سے دوستی چاہتے ہو تو سوم رس پینے سے انکار نہ کرنا۔" اس کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

میں نے غیر اختیاری طور پر مٹی کا پیالہ جنا کے ہاتھ سے لے لیا۔ اس میں گہرے بادامی رنگ کا سیال مادہ موجود تھا۔ جس میں سے بڑی ناخوشگوار بو پھوٹ رہی تھی۔ میرا دل چاہا کہ میں اس کو اٹھا کر پھینک دوں لیکن میرے ہاتھوں نے میرے ذہن کا ساتھ نہیں دیا۔ میری کیفیت اس نوجوان کی سی تھی جو بظاہر پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا لیکن اس کی تمام جسمانی قوتیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔ شاید وہ شنکر کے جنتر منتر کا اثر تھا جس نے وقتی طور پر مجھ سے میری صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ میں بہت کچھ کر گزرنے کا خواہش مند تھا۔ مجھے موت سے بھی ڈر نہیں لگا۔ میں شکار کا شوقین تھا اس لیے خطرات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھیلنے کا عادی تھا۔ میں نے کبھی کسی محاذ پر ہار نہیں مانی تھی لیکن اس وقت میں ایک ایسا مشینی انسان بن کر رہ گیا تھا جس کا ریموٹ کسی اور کے ہاتھوں میں تھا۔ میں پیالہ ہاتھ میں لیے عجیب کشمکش میں مبتلا تھا جب شنکر کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کس وچار میں گم ہو؟ پیالہ اٹھاؤ اور سوم رس کو حلق کے

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

نیچے اتار لو۔"

میں نے اس کے حکم کی تعمیل میں کسی حیل و حجت سے کام نہیں لیا۔ سیال مادہ کی بدبو سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا لیکن میں نے سانس روکی اور ایک دو گھونٹ میں ہی پیالہ خالی کر دیا۔ ایک لمحے کو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری رگوں میں خون کے بجائے لاوا دوڑنے لگا ہو۔ اس کی حدت میرے وجود کو جھلسائے دے رہی تھی۔ مجھے اپنے جسم کے مسامات سے چنگاریاں سی ابلتی محسوس ہو رہی تھیں لیکن پھر آہستہ آہستہ میری کیفیت اعتدال کی صورت اختیار کرنے لگی۔ شنکر کی سحر آلود نگاہیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے اندر چکراتے ہوئے دائروں کی گردش اور تیز ہونے لگی تھی۔ جمنا نے میرے ہاتھ سے پیالہ لے کر ایک طرف رکھا پھر شنکری کے قریب زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی۔ شنکر کے ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔

"سوم رس پی لینے کے بعد اب تم میرے لیے کالکا کو حاصل کر سکتے ہو۔ میری دیوتا نے مجھے یہی بتایا تھا کہ اگر سوم رس لیے بغیر تم کالکا کو ہاتھ لگاتے تو جل کر بھسم ہو جاتے۔"

"اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔ سیال مادہ میرے ذہن پر ہلکی ہلکی غنودگی کی کیفیت طاری کر رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" شنکر نے بے پروائی سے کہا۔ "میں تمہیں اس جگہ لے چلوں گا جہاں کالکا موجود ہے اور تم اسے میرے لیے اس کے استھان سے باہر نکال لو گے۔"

"میں ہی کیوں؟ کیا تم خود اسے حاصل نہیں کر سکتے۔"

"اگر کر سکتا تو تمہارے ساتھ متھا ماری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" شنکر نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم .... کہیں اس خزانے کی بات تو نہیں کر رہے جو روپ نگر کے قریب والی پہاڑیوں میں کہیں دفن ہے۔" میں نے اپنی یادداشت کو کریدتے ہوئے کہا۔ "یہاں اپنا چارج سنبھالنے سے پہلے میں اس خزانے کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں، میری اطلاع کے مطابق اب تک بہت سارے لوگ اسے حاصل کرنے کے چکر میں اپنی جان گنوا چکے ہیں۔"

"یہ کیول بدھی مانوں کی من گھڑت کہانی ہے۔" شنکر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار میں نے بھی خون آلود روئی سے دیا جلا کر اس خزانے کی جانکاری کی کوشش کی تھی لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا۔"

"پھر یہ سب کہانیاں کیوں مشہور ہیں؟" میں نے سادگی سے دریافت کیا۔

"غیر ملکی سیاحوں کو الجھانے کی خاطر۔ دھن دولت کمانے کی خاطر بھی منش کو بڑے جتن کرنا پڑتے ہیں۔"

"شنکر ......" میں نے گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا تم مجھے اس کمبل پوش بوڑھے کے بارے میں بتاؤ گے جس کے آجانے سے تم مجھے قبرستان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔"

"میرا اور اس کا جنم جنم کا بیر ہے۔" شنکر نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو لازوال قوتوں کے مالک ہو۔"

"ہاں ...... میں چاہوں تو اپنی شکتی سے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے سرکا سکتا ہوں لیکن ......"

"لیکن کیا؟"

"یہ اپنے دھرم اور ایمان کی بات ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "وہ بوڑھا کئی بار میرا راستہ کاٹ چکا ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو اسے ایسا کشٹ دیتا کہ وہ سارا جیون یاد رکھتا لیکن ہمارے درمیان پوتر تا آڑے آجاتی ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ اس بوڑھے کے ذکر نے شنکر کو بے چین کر دیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھا اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے چباتا رہا پھر بل کھا کر بولا۔

"ہم دونوں مہان ہیں۔ ہماری شکتیاں اپرم پار ہیں لیکن وہ مسلا (مسلمان) ہے اس نے میری طرح گند نہیں کھایا۔ اسی لیے میں نے اس کے ساتھ پنجہ لڑانے کی کوشش بھی نہیں کی پرنتو ہمارے راستے الگ الگ ہیں۔"

"کیا تم مجھے ایک بات بتاؤ گے؟" میں نے دوسرا پہلو بدلا۔ "کیا اوم پرکاش کی پراسرار موت کا کیا راز ہے؟"

"نہیں ......" شنکر نے کن انکھیوں سے جمنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں اپنی زبان بند رکھنے کا وچن دے چکا ہوں۔"

"کیا جمنا اور اوم پرکاش کا کوئی چکر تھا۔" میں نے لڑکھڑاتے ہوئے اظہار خیال کیا۔ سیال مادہ کی وجہ سے بھی نشے کی کیفیت بڑھتی جا رہی تھی۔

"نہیں۔ تم پولیس آفیسر ضرور ہو لیکن شنکر کی زبان نہیں کھلوا سکتے۔"

"کیا ہم ایک دوسرے کے دوست نہیں ہیں؟"

"ہاں ...... میں نے تمہیں مترکہا ہے لیکن جانے ......"

کا کارن کیا ہے؟"

"نہیں۔"

"کالکا۔" شنکر نے جواب دیا۔ "جیسے تم میرے لیے ...... کرو گے پھر ہم دونوں مل کر ایک ایسی مہان شکتی ...... گے کہ منش اس کے بارے میں سپنوں میں بھی نہیں ...... سکتا۔"

"مجھے نیند آرہی ہے۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے ...... "میں اب گھر جاؤں گا۔"

"جانتے ہو تمہیں کالکا کو حاصل کرنے کے کارن کیا ......

کیا؟" شنکر نے میری بات سنی ان سنی کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں ......" میں نے نیند کے جھونکوں کی وجہ سے مختصراً کہا۔

"تمہیں جمنا کو موت کے گھاٹ اتارنا ہو گا۔" شنکر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "کالی کے چرنوں میں جمنا کی بلی (قربانی) دیے بغیر ہم کالکا کو نہیں حاصل کر سکتے۔"

"مت .... تمہارا اشارہ دھات کی اس مورتی کی طرف تو نہیں ہے جسے میں نے جمنا کے کہنے پر پہاڑوں کے ایک غار میں دلدل سے نکالا تھا لیکن وہ میرے ہاتھ سے پھسل کر نکل گئی تھی۔" میں نے ذہن کو بیدار کرتے ہوئے اس خواب کا حوالہ دیا جو میں کچھ دنوں پہلے دیکھ چکا تھا۔ جمنا نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اس مورتی کو حاصل کرنے کے لیے مجھے اسے جان سے مارنا ہو گا۔

"ہاں ......" شنکر نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "دیوی کالکا ہے مہان شکتیوں کی مالک۔ تم قسمت کے بڑے دھنی ہو۔ جو اس کا درشن کر چکے ہو، مجھے وشواس تھا کہ کالکا تم پر مہربان ہو گی اسی کارن میں نے برسوں تمہاری کھوج لگائی ہے۔"

"لیکن جمنا کے خون سے کالکا کی ذات کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔" میں نے نقلی آواز میں پوچھا۔

"بہت گہرا سمبندھ ہے پرنتو تم ابھی اس راز کو نہیں سمجھ سکتے۔"

"ہاں ...... ہیں۔" میں لڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ میری کیفیت اس شرابی جیسی تھی جس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پی رکھی ہو۔ میری ٹانگیں میرے وجود کو سہارنے سے انکار کر رہی تھیں۔ میں نے ڈگمگاتے ہوئے بڑی حقارت سے کہا۔ "دیوی دیوتاؤں کے پتھروں کے بت کے بے جان قدموں پر انسانی زندگی کی بھینٹ چڑھانا۔ یہ سب بکواس ہے ...... ای ...... سان ...... نے ...... کم ...... زوری کی ...... علامت ہے ...... ایک ...... ہاں ...... ہیں ......" میرے چکراتے وجود کی طرح میری زبان بھی لڑکھڑانے لگی تھی۔ مجھے ہر شے دھندلی دھندلی نظر آرہی تھی۔

"شہباز خان۔" شنکر کی نحوس اور بلند آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "تمہیں شنکر کی آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ تمہارے بھاگ میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے اب دھرتی کی کوئی شکتی نہیں مٹا سکتی۔ میری بات دھیان سے سنو۔ ختم کر دو جمنا کو، دیوتاؤں کو یہی منظور ہے۔"

میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن غنودگی کا اثر تیز تر ہو تا گیا، پھر میں نے نظروں کے سامنے طاری دھند میں جمنا کو اٹھتے دیکھا۔ وہ لہراتی بل کھاتی اپنے ہونٹوں پر مسکان سجائے میرے بالکل قریب آکر رک گئی۔ اس نے اپنی بانہیں پھیلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لو اور اتنی طاقت سے بھینچ کر شریر اور آتما کا سمبندھ ٹوٹ جائے۔ جمنا کالکا کے کارن اپنے جیون کا بلیدان دے کر امر ہو جائے گی۔ اس کے سارے پاپ دھل جائیں گے۔ دیر مت کرو میرے کرشن کنہیا سمیٹ لو مجھے اپنی بانہوں میں۔"

جمنا کی گرم گرم سانسیں مجھے اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کا قرب مجھے بڑا مکروہ لگ رہا تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں کسی ڈولتی ہوئی کشتی کے مانند لہروں کے رحم و کرم پر ہچکولے کھا رہا تھا۔ پھر اچانک پے در پے فائرنگ کی آوازیں سن کر مجھ پر طاری غنودگی دور ہو گئی۔ میں جیسے کوئی سہانا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گیا تھا لیکن وہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔ بڑی المناک حقیقت تھی۔ جمنا کا خون میں لت پت جسم میرے سامنے کچے فرش پر پڑا تھا اور میرا سروس ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔

میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے شنکر کی سمت دیکھا جس کے غلیظ ہونٹوں پر بڑی خباثت آمیز مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی جا رہی تھی اور اس کی آنکھیں کسی روشن دیے کی طرح چمک رہی تھیں۔

شنکر کے کہے ہوئے جملے بازگشت بن کر میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ جمنا کی خون میں لت پت لاش میرے سامنے فرش پر پڑی ہوئی تھی اور میں اپنا سروس ریوالور تھامے کھڑا تھا۔ سوم رس کا سارا نشہ ہرن ہو چکا تھا، میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس عورت کی بے جان لاش کو دیکھ رہا تھا جس کی خاطر روپ نگر میں اب تک کئی پراسرار وارداتیں رونما ہو چکی تھیں لیکن ان کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا شاید اس لیے کہ سب شنکر کی وجہ سے جمنا سے خائف رہتے تھے اس کا نام زبان پر لاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ وہ بڑے بڑے سیٹھ اور ساہوکاروں کے سامنے سینہ تان کر چلتی تھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ترکی بہ ترکی ان کی باتوں کا کھرا جواب دیتی تھی۔ جو بات اس کی زبان سے نکل جائے وہ پتھر کی لکیر بن جاتی تھی۔

شنکر کی گندی قوتیں دقتاً فوقتاً جمنا کے جسم پر اپنا قبضہ جماتی تھیں پھر اسے خود بھی ہوش نہیں رہتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے کیے کہہ رہی ہے؟ لیکن جو وہ کہتی تھی وہ ہر قیمت پر پورا ہوتا تھا، حوالات کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلانے کے بعد میں ایک بار جمنا کو اس کیفیت سے دوچار ہوتا دیکھ چکا تھا۔ وہ پتھر کی کوئی بے جان بت بن کر رہ گئی تھی پھر اسی حالت میں اس نے منشی پریم چندر کو بد دعا دی تھی اور اس کی دی ہوئی بد دعا کے مطابق پریم چندر اچھا خاصا بیٹھا بیٹھا خون کی الٹیاں کرتے ہوئے

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

لوٹ پوٹ ہو گیا تھا۔

لالہ بہاری اور دھرم داس جی سے لے کر میرے اپنے ماتحتوں تک سب ہی کھل کر جمنا کا نام لینے سے کتراتے تھے۔ وہ ایک بدنام اور بدکردار عورت ہونے کے باوجود نادیدہ خطروں اور پراسرار اموات کی علامت سمجھی جاتی تھی' دانشمند افراد اسے سامنے سے آتا دیکھ کر اپنا راستہ بدل لیتے تھے' کترا کر گزر جاتے تھے لیکن اس وقت اسی جمنا کا لہو میں تھڑا بے جان جسم میرے سامنے کچے فرش پر بکھرا پڑا تھا۔

میں نے بوکھلا کر اپنا سروس ریوالور چیک کیا جس میں سے چار گولیاں جمنا کے وجود کو چاٹ گئی تھیں' میں روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ایک قاتل کے روپ میں اس وقت شنکر کی جھونپڑی میں موجود تھا اور شنکر کے ہونٹوں پر بے حد غلیظ مگر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی' وہی اس قتل کا واحد عینی گواہ بھی تھا۔ اسی بدبخت نے مجھ سے غنودگی کی حالت میں کہا تھا کہ میں کالی کے قدموں میں جمنا کی قربانی پیش کر کے اپنے اور کاکا کے درمیان تمام رکاوٹوں کو دور کر دوں۔

کاکا۔ دھات کی بنی ہوئی وہ مورتی جو ایک بار خواب میں میرے ہاتھ میں آ کر نکل گئی تھی' شنکر کے کہنے کے بموجب وہ بے جان مورتی لازوال اور پراسرار قوتوں کی مالک تھی جسے حاصل کرنے والا دھرتی پر راج کر سکتا تھا لیکن ...... میں نے جمنا کو تو اپنے اور کاکا کے درمیان سے ہٹا دیا تھا مگر اب مجھے پھانسی کا پھندا' اور رسوائی اپنے اور کاکا کے درمیان حائل نظر آ رہی تھی۔ ایک بار میرے دل میں آیا کہ میں جمنا کے قتل کے اس واحد گواہ کو بھی موت کی نیند سلا دوں جس نے مجھے سوم رس پلا کر ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا' ایک جھوٹ چھپانے کی خاطر انسان کو دس جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں۔ میں نے ایک قتل بے ہوشی کی حالت میں کیا تھا اسے چھپانے کی خاطر اگر دوسرا قتل ہوش مندی کی حالت میں بھی کر دیتا تو اسے دانشمندی کے منافی نہیں کہا جا سکتا تھا' اس طرح میں شنکر کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد روپ نگر سے اس دہشت اور خوف و ہراس کو دور کر سکتا تھا جس نے چھوٹے بڑوں سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ میں نے نظریں اٹھا کر شنکر کی جانب دیکھا وہ بدستور بڑے اطمینان سے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا' جمنا کی لاش اس کے مکان میں موجود تھی اگر اس وقت پولیس موقع واردات پر آ جاتی تو میرے ساتھ ساتھ وہ بھی قانونی چکروں سے نہیں بچ سکتا تھا لیکن اسے اس کی مطلق کوئی فکر نہیں تھی۔

"کس وچار میں گم ہو مہاراج؟" اس نے جیسے میرے دل میں ابھرنے والا خیال پڑھ لیا تھا۔ "شنکر کوئی جنگلی خرگوش نہیں ہے جو تیز روشنی آنکھ پر پڑنے سے سہم کر رک جاتا ہے اور پھر شکاری کا نشانہ بن جاتا ہے۔ میں نے اپنے چاروں اور جو منڈل باندھ رکھا ہے اس سے گزر کر تمہاری گولی بھی میرے شریر تک نہیں پہنچ سکتی۔ میری بات پر وشواس نہیں ہے تو اپنے کھلونے کو ایک دوبار اور داغ کر دیکھ لو' تمہیں شنکر کی شکتی کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

میں نے جواب دینا چاہا لیکن زبان نے میرا ساتھ نہیں دیا' آنے والے کل کی بدنامی اور رسوائیوں نے جیسے مجھے گنگ کر دیا تھا۔ شنکر صرف پراسرار گندی قوتوں کا مالک ہی نہیں تھا بلکہ اس قتل کا عینی گواہ بھی تھا جو مجھ سے نہ جانے کس طرح سرزد ہو گیا' اس نے منڈل باندھنے (حصار کھینچنے) والی جو بات کی تھی وہ بھی غلط نہیں کہی ہو گی۔ اس کے منحوس اور مکروہ وجود سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی چنانچہ میں نے دوسرے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنی بدھی (عقل) ہی سے کام لینے کا فیصلہ کرو گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ ہو چکا ہے اسے ایک سپنا سمجھ کر بھول جاؤ' میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ جمنا کی موت کا کارن میرے سینے کی گہرائیوں میں دفن رہے گا' تمہارے خلاف میری زبان بند ہی رہے گی۔"

"لیکن جمنا کی لاش اور اس پر میرے ریوالور سے چلائی ہوئی گولیوں کے نشانات ......" میرا چہرہ پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ دل کی دھڑکنیں پورے شباب پر تھیں' تلخ حقائق نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا میں اپنا جملہ پورا نہ کر سکا۔

"کوئی چنتا مت کرو ...." شنکر نے بے پروائی سے کہا "روپ نگر کے باسی جس کی چنک سے خوفزدہ رہتے تھے اس کی آتما پرلوک سدھار چکی ہے' جو باقی بچا ہے وہ سب بھی اس طرح نشٹ ہو جائے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی' شنکر اس دھرتی کے ٹکڑے کے جھگڑے ہی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا جس نے روپ نگر کے باسیوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔"

"ہم ...... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے دبی سی آواز میں اس سے وضاحت چاہی۔

"تم کیول اتنا سمجھ لو کہ شنکر جو چاہتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔ "کالی کو راضی کرنے میں جو کٹھن تپسیا جاپ اور جھنجھٹ لگی ہے وہ شنکر کو بھی نراش نہیں کر سکتی۔"

"مگر جمنا کی لاش اور میرے ریوالور سے نکلی ہوئی گولیاں؟"

www.urdukorner.com

"میں نے کہا نا! سب کچھ بھول جاؤ۔" اس نے جھنجلا کر کہا۔ "چلو گھر جا کر ریوالور کو صاف کر ڈالو اور ریوالور کی گولیوں کی تعداد کو پورا کر لو .... میرا آشیرباد تمہارے ساتھ ہے۔ کوئی مائی کا لال تمہاری طرف نظریں اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک تمہیں شنکر کی سہائتا حاصل ہے دھرتی کی کوئی شکتی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور ابھی تو تمہیں کاکا کو میرے

لیے حاصل کرنا ہے جس کے کارن میں نے جمنا کی بھینٹ دی ہے۔"

"نہیں ..... کاکا کو کس طرح حاصل کروں گا۔" میں نے خوابیدہ آواز میں سوال کیا۔

"ابھی تمہیں کیول آرام کی ضرورت ہے۔ اس سمے پورے روپ نگر پر خاموشی اور سناٹا طاری ہے' بھور ہونے سے پہلے پہلے اپنی جیپ میں بیٹھ کر خاموشی سے نکل جاؤ۔ باقی شنکر پر چھوڑ دو۔ پر تم اس بات کا دھیان رہے کہ تم شنکر کے ساتھ کوئی چال چلنے کا دھیان بھی من میں نہیں لاؤ گے ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں سارا جیون اپنی بھول پر پچھتانا پڑے' میں نے تمہیں اپنا متر کہا ہے اور متر وہی ہوتا ہے جو چھل کپٹ سے کام نہ لے ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ جو بچن (عہد و پیمان) کیا ہے ہمیں ہر حال میں اس کا پالن کرنا ہو گا۔"

"شنکر ..." میں نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ میں کسی قتل کے کیس میں ملوث نہیں ہوں گا۔"

"جب تک شنکر تمہارے ساتھ ہے ایسا ہی ہو گا۔"

"ایک بات اور ...."

"پوچھو مہاراج۔" وہ میری کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"تم کاکا کو خود کیوں نہیں حاصل کر لیتے۔" میں نے ہمت کر کے کہا۔ "تمہیں کالی کے قدموں کے لیے جو نذرانہ پیش کرنا تھا وہ جمنا کے خون کی شکل میں پیش کیا جا چکا ہے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں نے کیا کہا تھا۔" وہ خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر میں کاکا کو خود حاصل کرنے کی شکتی رکھتا تو ان تمام جھمیلوں میں کیوں پڑتا۔"

"کاکا کو تمہارے حوالے کر دینے کے بعد کیا میں آزادی کا سانس لے سکوں گا۔"

"ہاں .... میرا خیال ہے کہ ایسا ہی ہو گا لیکن ...." شنکر کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا' اس کی آنکھیں بڑی بے چینی سے خلا میں کچھ تلاش کرنے کی خاطر اپنے حلقوں میں گردش کر رہی تھیں۔

"لیکن کیا ....." میں نے اس کے تذبذب کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"کاکا کو پا لینے کے بعد تمہیں اسے کچھ دنوں اپنے پاس رکھنا ہو گا پھر سمے آنے پر میں اسے تم سے حاصل کر لوں گا۔" شنکر نے بدستور الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کل کیا ہو گا۔ مجھے معلوم ہے لیکن کچھ سیاہ بادل کے ٹکڑے میری نظروں کے سامنے آ جاتے ہیں' میں ابھی تک اس کے پار نہیں دیکھ سکا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تحیر سے کہا۔

"شانت رہو ....." شنکر نے مجھے تسلی دی۔ "ان سیاہ بادلوں

گھر بیٹھے بغیر استاد کی مدد کے ملکی اور غیر ملکی زبانیں سیکھیے

عربی اردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے	75
کلید عربی اردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے	50
مجمع الاشرف ۔ سہ لسانی لغات (فارسی عربی اردو)	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	150/-
اشرف اللغات اردو عربی فارسی	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	50/-
فارسی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	20/-
خود آموز فارسی	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	100/-
سندھی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	40/-
پشتو اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60/-
روسی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60/-
فرہنگ روسی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	75/-
سویڈش اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	75/-
چائنیز اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	90/-
ڈچ اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	75/-
اطالوی اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	80/-
ہسپانوی اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	75/-
لغت ہسپانوی اردو انگلش	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	150/-
جرمن اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	90/-

مکتبہ القریش

اردو بازار۔ لاہور 2

www.urdukorner.com

کا کوئی سمبندھ تمہاری ذات سے نہیں ہے۔"

"میں اب چلتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "مگر تم اپنا وعدہ یاد رکھنا' جنتا کی موت کے سلسلے میں میرا نام نہیں آنا چاہئے۔"

"نہیں آئے گا۔" اس نے پورے اعتماد سے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

اس وقت رات کے تقریباً دو بجے کا عمل رہا ہوگا جب میں شنکر کے جھونپڑے سے باہر نکلا' روپ نگر پر شنکر کے کہنے کے مطابق گہرا سکوت اور سناٹا طاری تھا' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جیپ اسٹارٹ کی پھر شنکر پر ایک آخری نظر ڈالتا ہوا [illegible] کے لیے چل پڑا۔ گھر تک پہنچنے میں' میں نے خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا لیکن گھر میں قدم رکھتے ہی میں چونکے بغیر نہ رہ سکا' دھرم داس جی کو اس وقت خلاف توقع وہاں دیکھ کر مجھے [illegible] ہی ہوا تھا۔

"آپ....."

"کہاں چلے گئے تھے۔" دھرم داس نے مجھ سے استفسار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "دو گھنٹے سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔"

"چودھویں کا چاند میری کمزوری ہے۔" میں نے فوری طور پر بڑی خوبصورتی سے بہانہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں یوں ہی ذرا چاندنی رات سے لطف اندوز ہونے کی خاطر چلا گیا تھا لیکن آپ —"

"تمہارے والد کا فون آیا تھا میرے پاس۔" دھرم داس نے جواب دیا۔ "امر علی کا خیال تھا کہ تم میرے پاس ہوگے اس لیے خان صاحب نے میرے نمبر بھی گھما دیے۔"

"سب خیریت تو ہے۔"

"باقی تو سب خیریت ہے لیکن تمہاری ماتا جی کا حکم ہے کہ تم یا تو فوری طور پر لمبی چھٹی لے کر واپس چلے جاؤ یا پھر سروس سے ریزائن کر دو۔"

"اوہ....." میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ "آپ کو میری وجہ سے زحمت اٹھانی پڑی اس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔ ڈیڈی اور ممی سے صبح ہی فون پر بات کرلوں گا۔"

"میں تم سے ایک بات اور کرنا چاہتا ہوں۔" دھرم داس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"میرے لائق کوئی خدمت....."

جواب میں دھرم داس کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے۔

"میں جادو ٹونے اور جنتر منتر کو زیادہ نہیں مانتا لیکن پھر بھی ایک بات کا ذکر تم سے کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اگر بعد میں کوئی انہونی ہو جائے تو تم اس بات کی گواہی دے سکو۔"

"میں سمجھا نہیں....."

"جھیل کے کنارے والی زمین کسی بھی مقامی زمیندار کے لیے سونے کی کان سے کم اہمیت نہیں رکھتی۔"

"اور اسی زمین کے ایک ٹکڑے کی خاطر اب تک کئی پراسرار حادثے رونما ہو چکے ہیں جن کو پولیس کوشش بسیار کے باوجود ابھی تک حل کرنے سے قاصر ہے۔"

"قسمت میں اگر موت لکھی ہے تو وہ کسی بہانے سے بھی آسکتی ہے۔" دھرم داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس زمین کی خاطر اب تک جو کچھ ہو چکا ہے۔ میں اس سے بھی جانکاری رکھتا ہوں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں نے آج شام ہی ٹھاکر بناری سے بات کی ہے۔"

"مگر میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا اس لیے کہ منشی پریم چندر کی موت ابھی تک پولیس کے لیے معمہ بنی ہوئی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "جان بوجھ کر جلتی ہوئی آگ میں کودنا میرے نزدیک دانشمندی کے خلاف ہے اور....."

"ریلیکس مائی بوائے۔" دھرم داس جی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب تو اوکھلی میں سر دے چکا ہوں' جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

دھرم داس کے جانے کے بعد میں لباس تبدیل کر کے سونے کے ارادے سے لیٹ گیا لیکن جنتا کی خون میں لت پت لاش میرے تصور میں بار بار ابھرتی رہی پھر کب مجھے نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں' ویسے اتنا ضرور ہے کہ سونے سے پیشتر میں نے اپنے سروس ریوالور کی صفائی اس قدر احتیاط سے کی تھی کہ اسے دیکھ کر کوئی اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اسے حال ہی میں بھی استعمال کیا گیا ہوگا۔

دوسری صبح میں اپنے دفتر میں بیٹھا ضروری کام نمٹا رہا تھا لیکن میرے ذہن کی اسکرین پر گزشتہ رات پیش آنے والے واقعات رہ رہ کر ابھر رہے تھے' دھرم داس سے ہونے والی ملاقات کے بعد خود میں نے بھی ارادہ کیا تھا کہ فوری طور پر یا تو تبادلہ کسی دوسری جگہ کرا لوں گا یا پھر کسی بہانے طویل چھٹی منظور کرا لوں' حالات اور حادثات نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا رکھا تھا' شنکر نے مجھے نہ صرف اپنا دوست کہا تھا بلکہ اس بات کا وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ جنتا کے قتل کے سلسلے میں اپنی [illegible] بند رکھے گا لیکن میں اس کی بات پر آنکھ بند کر کے یقین کیسے کر سکتا تھا' وہ شخص جو گنڈا کر سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ شنکر نے وہ وعدہ شخص کاکا کی پراسرار مورتی حاصل کرنے کی وجہ سے کیا ہو اور مورتی [illegible] اپنے وعدے سے منحرف ہو جائے۔ حالات کے پیش نظر یہ ساری باتیں ممکن ہو سکتی تھیں میں ان ہی ممکنات کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا کہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر رام دیال [illegible] ہوا میرے آفس میں داخل ہوا' "بیٹھو....." میں نے اشارہ کیا۔ وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی ایسی بات سے بہت زیادہ الجھا ہوا ہے

اُردو کے منفرد اور صاحب طرز ادیب قمر اجنالوی

کا ایک انتہائی پُراسرار سنسنی خیز اور تحیر خیز ناول

مقدس مورتی

وہ جیون بھید کیا تھا۔ جس کی خاطر ساؤ خاندان تین صدیوں تک نسل در نسل بودھ کی ایک مورتی کو تلاش کرتا رہا؟

حقائق بدھ کے فلسفہ نروان اور بودھ تاریخ و آثار کے پس منظر میں بودھ گیانی تھارو کیمپ کی لرزہ خیز آپ بیتی جسے پڑھ کر آپ رائیڈر ہیگرڈ کی کہانیوں کو بھول جائیں گے۔ دوشیزہ ایوارڈ یافتہ شاہکار

قیمت: حصہ اوّل /200- حصہ دوم /200-

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2

بغداد کی رات

---------- قمر اجنالوی

الف لیلیٰ کی ایک ہزار ایک راتوں سے زیادہ حسین و رنگین رات' دجلہ اور نیل کے دامنوں میں لپٹی ہوئی رات' آسمان کی پہنائیوں میں بکھرے ہوئے ستاروں سے آراستہ رات۔ جسے صاحب طرز ادیب قمر اجنالوی مستند تاریخوں اور بے شمار کتابوں کے حوالوں سے آراستہ کر کے آپ کے لئے پیش کرتے ہیں۔

1200 سے زائد صفحات   قیمت حصہ اوّل /300- حصہ دوئم /300-

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

گالیا" اس کی توقع کے خلاف سرزد ہو گئی تھی۔ میں ایک لمحے تک رام دیال کے چہرے کے تاثرات کو پڑھتا رہا۔ ایک خیال یہ بھی میرے ذہن میں ابھرا تھا کہ ممکن ہے اسے جمنا کے قتل کی اطلاع کسی اور ذریعہ سے مل گئی ہو 'ممکن تھا کہ شنکر نے جمنا کی لاش کو جنگل یا پھر کسی دوسرے ایسے محفوظ مقام پر پھینک دیا ہو جہاں سے اس کے دستیاب ہونے کی توقع نہ ہو لیکن اتفاقاً" کسی کی نظر اس پر پڑ گئی ہو۔ بہرحال میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"سناؤ رام دیال ۔۔۔ کوئی خاص خبر۔"

"سر ۔۔۔ وہ ۔۔۔"

"تم اس وقت ضرورت سے کچھ زیادہ ہی گھبرائے ہوئے دکھائی دے رہے ہو۔"

"سر ۔۔۔ وہ بات ہی کچھ ایسی ہے۔" رام دیال کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔

"ہمیشہ یاد رکھا کرو رام دیال کہ تم ایک پولیس آفیسر ہو اور اگر کسی حادثے یا واقعے سے خود پولیس کے ہاتھ پیر پھول جائیں تو پھر عوام کی پریشانی کا سدباب کون کرے گا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر لیکن آپ شاید شنکر سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔"

"شنکر کون ۔۔۔؟" میں نے دیدہ و دانستہ انجان بننے کی اداکاری کی۔

"وہ سفلی کے پلید علم کا ماہر ہے سر۔"

"پھر۔"

"سر ۔۔۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اب تک روپ نگر میں جتنے پراسرار حادثات نے جنم لیا ہے۔ اس میں کسی نہ کسی طرح جمنا کا ہاتھ ضرور شامل تھا لیکن پولیس ابھی تک کسی ایک کیس کو بھی حل نہیں کر سکی۔" رام دیال نے کہا۔ "میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں سر کہ جمنا اسی شنکر کی وجہ سے کسی کو خاص نہیں ڈالتی تھی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔" میں نے خود کو پوری طرح سنبھالتے ہوئے کہا۔

"جھیل کے قریب جس ٹکڑے پر جمنا نے اپنی جھونپڑی بنا رکھی تھی اس کی وجہ سے اب تک کئی لوگ قتل ہو چکے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"لیکن کل رات کسی نے جمنا کی جھونپڑی کو آگ لگا دی۔" رام دیال نے ایک بار پھر قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آگ نے صرف جھونپڑی ہی کو نقصان نہیں پہنچایا سر' بلکہ جمنا اور اس کی اندھی بوڑھی ماں بھی جل بھن کر راکھ کا ڈھیر بن چکی ہیں' سوائے جلی ہوئی انسانی ہڈیوں کے اور کچھ باقی نہیں بچا۔"

"یہ حادثہ کس وقت پیش آیا۔" میں نے پوچھتے ہوئے سوال کیا۔

"جو کچھ ہوا ہے وہ کل رات ہی کو کسی وقت ہوا ہے۔"

"آپ کو اس حادثے کی اطلاع کس طرح ہوئی۔"

"ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام روز صبح جھیل پر اشنان کرنے جاتا ہے۔ اسی نے مجھے اس حادثے کی اطلاع دی تھی۔" رام دیال نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی اسی طرف سے آرہا ہوں سر ۔۔۔۔۔ وہاں اب راکھ اور جلی ہوئی ہڈیوں کے سوا اور کچھ باقی نہیں بچا۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "آپ حادثے کی تفصیلی رپورٹ درج کر کے انکوائری شروع کر دیں۔"

"وہ تو میں ضرور کروں گا سر لیکن شنکر اس حادثے کی خبر سن کر چپ نہیں رہے گا۔" رام دیال نے اپنے خوف کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں سر کہ جمنا اور شنکر کے درمیان کیا سمبندھ تھا اگر شنکر کا دماغ الٹ گیا تو پھر روپ نگر میں بھونچال آجائے گا۔"

"نہیں ۔۔۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "شنکر کوئی ایسی حماقت نہیں کرے گا جو اسے قانون کی نظروں میں مجرم بنا دے' میرا مطلب ہے کہ جو لوگ جنتر منتر جادو ٹونا اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں وہ کبھی کھل کر سامنے آنے کی کوشش نہیں کرتے' جھیل والی زمین کی خاطر اب تک جو قتل اور پراسرار حادثات رونما ہوتے رہے ہیں اس میں بھی شنکر کا ذکر کہیں نہیں آیا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر' لیکن جمنا کی موت شنکر کو پاگل بنا سکتی ہے۔"

"جو کچھ ہوگا اسے بہرحال تمہیں قانون کے دائرے میں رہ کر فیس کرنا پڑے گا ۔۔۔۔ ویسے بائی دی وے تمہارا کیا خیال ہے' جمنا کی جھونپڑی کو آگ لگانے کی ہمت کون کر سکتا ہے۔"

"ہمت سارے زمیندار اس زمین پر دانت لگائے ہوئے ہیں' ہو سکتا ہے کہ ان ہی میں سے کسی نے یہ حرکت کی ہو۔"

"ون منٹ ۔۔۔۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "جس آدمی نے جھونپڑی کو آگ لگائی ہے کیا وہ شنکر کی پراسرار اور گندی قوتوں سے واقف نہیں ہوگا۔"

"نہیں ۔۔۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔"

"او کے' آپ ضابطے کی کارروائی شروع کر دیں لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھیں۔ کسی ٹھوس ثبوت کو حاصل کیے بغیر آپ شنکر کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب کہ اس کا نام سرے سے درمیان میں نہ لایا جائے۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

www.urdukorner.com

رام دیال کے جانے کے بعد میں سنجیدگی سے شنکر کے بارے میں سوچنے لگا اس نے گزشتہ رات مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ سب کچھ اس طرح تباہ و برباد کر دے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوگی' شنکر نے یقیناً" جھونپڑی کی آگ کو چتا کی آگ بنا کر بڑی دور اندیشی سے کام لیا تھا' سب کچھ جل کر خاک ہو جانے کے بعد اب کوئی ثبوت باقی نہیں رہ گیا تھا اور بقول شنکر کے زمین کے اس ٹکڑے کا جھگڑا بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا تھا جس نے روپ نگر کے باسیوں کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں' گزشتہ رات سے میرے ذہن پر جو ایک بوجھ طاری تھا وہ بڑی حد تک ہلکا ہو گیا' جمنا کی لاش اگر دستیاب ہو جاتی تو اس کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ قتل کی کہانی سنا سکتی تھی' اب صرف شنکر باقی رہ گیا تھا اور جھونپڑی میں آگ لگ جانے اور سب کچھ جل کر راکھ ہو جانے کے بعد اس کی گواہی بھی میری خلاف زیادہ موثر ثابت نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس کے باوجود میں دل ہی دل میں شنکر کا شکریہ ادا کیے بغیر نہ رہ سکا جس نے میرے راستے کی تمام مشکلات اور پریشانیاں دور کر دی تھیں۔

کچھ دیر تک میں اپنے آفس میں بیٹھا حادثات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے تحصیل دار' پٹواری' دھرم داس جی اور تحصیل کے دوسرے ذمہ داروں کو اس حادثے کی اطلاع دی' خاص طور پر میں نے رائیش وساکی سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ بھی جائے وقوعہ پر پہنچ جائیں تو بہتر رہے گا ۔۔۔۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر میرے علاوہ تحصیل کے دوسرے ذمہ دار آفیسر بھی جائے حادثہ پر پہنچ گئے پھر ضروری کارروائی کے بعد راکھ اور بچی کھچی ہڈیوں کو بھی دیگر بکھرے ہوئے سامان کے ساتھ ہندو رسم و رواج کے مطابق' اے' سی' ایم رائیش وساکی ہدایت پر جھیل کے بہتے پانی میں بہا دیا گیا' میں نے تمام کارروائی مکمل ہونے کے بعد ایک بار پھر سکون کا سانس لیا۔

جمنا اور اس کی بوڑھی ماں کے خاتمے کے بعد میرا خیال تھا کہ اب حالات بھی ساز گار ہو جائیں گے' مجھے اس بات کا بھی کامل یقین تھا کہ شنکر اس وقت تک میرے ساتھ دوستی ضرور نبھائے گا جب تک کالکا کی مورتی اسے حاصل نہیں ہو جاتی لیکن میرا اندازہ ٹھیک ثابت نہیں ہوا' جس روز جمنا اور اس کی ماں کی جلی ہوئی راکھ کا کریا کرم پورا کیا گیا تھا اس کے دو روز بعد ہی میں شام کو اپنے مکان کے لان پر بیٹھا ایک میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ میرے ملازم احمد علی نے خان دلاور کی آمد کی اطلاع دی' میں نے اسے اندر بلوا لیا لیکن یہ بات میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لی تھی کہ خان دلاور کے تیور اچھے نہیں تھے۔ میں نے احمد علی کو اس کے لیے چائے لانے کو کہا' چائے کے ختم ہونے تک وہ زیادہ تر خاموش ہی رہا' میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کوئی بات پر کھول رہا تھا پھر جب احمد علی چائے کے برتن سمیٹ کر

پاکستانی، انڈین اور چائنیز کھانوں پر مشتمل اپنے طرز کی واحد اور مکمل کتاب

سپیشل کچن گائیڈ

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

چلا گیا تو خان دلاور نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے ۔۔۔۔ جمنا کی جھونپڑی کو کس نے آگ لگائی ہوگی۔"

"تفتیش جاری ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "ابھی تک اس حادثے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی' ہو سکتا ہے کہ کھانا پکاتے ہوئے چولہا بھڑک اٹھا ہو یا کسی چنگاری نے آہستہ آہستہ اتنے خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر لیا ہو کہ جمنا کو اسے بجھانے کی خاطر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا ۔۔۔۔"

خان دلاور چپ چاپ بیٹھا میری بات سنتا رہا' میں خاموش ہوا تو اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حالات کی روشنی میں قائم کردہ مفروضے ہیں لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔"

"وہ کیا ۔۔۔" میں نے میگزین ایک طرف رکھتے ہوئے خان دلاور کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"آگ لگی نہیں بلکہ جان بوجھ کر اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت لگائی گئی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "تم اس بات کو اس قدر یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو۔"

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ باقاعدہ لکھ کر دینے کو بھی تیار ہوں۔" خان دلاور نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"کسی بات کو کہہ دینا یا لکھ کر دے دینا اور بات ہوتا ہے

www.urdukorner.com

"لیکن اسے ثابت کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔"

"میں بھی ان ہی خطوط پر ابھی تک خون کا گھونٹ پی کر خاموش ہوں۔" وہ جذباتی انداز میں بولا۔

"کیا مطلب ـــــ" میں نے اسے غور سے دیکھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

"چونکہ ہم جنس باہم جنس پرواز ـــــ" وہ معنی خیز آواز میں بولا۔ "ان کا تعلق چونکہ ایک ہی ذات پات سے ہے اور روپ نگر میں ان کی اکثریت بھی زیادہ ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ دروغ گوئی سے کام لے کر ایک سچ حقیقت کو جھٹلا دیں لیکن خان دلاور موت سے نہیں ڈرتا' وہ بھی حالات کے دھاروں کا رخ بدلنا جانتا ہے' یوں بھی ایمان کی قوت باطل کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم کھل کر صاف صاف باتیں کریں۔"

"آپ بابا جانی کی موت کو فراموش نہیں کر سکتے۔" خان دلاور ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اسی زمین کے حصول کی وجہ سے انہیں ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

"مجھے معلوم ہے اور شاید تم بھی جانتے ہو کہ حشمت خان صاحب کی موت کی سازش میں شامل نائب تحصیل دار اونکار ناتھ اور رامو چپڑے کو گرفتار کیا جا چکا ہے' ان پر عدالت میں کیس چل رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دونوں لمبی سزاؤں سے نہیں بچ سکیں گے۔"

"جمنا اور اس کی بوڑھی اندھی ماں کو بھی ایک سازش کے تحت راستے سے ہٹایا گیا ہے۔" خان دلاور نے پہلو بدل کر سرد لہجے میں جواب دیا۔ "وہ آگ لگی نہیں بلکہ لگائی گئی تھی اور ان دونوں ماں بیٹیوں کو زبردستی اس میں جلا کر راکھ کر دیا گیا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ جمنا کی موت میں تم کس سازش کا ذکر کرنا چاہتے ہو۔"

"مجھے یقین ہے کہ اس سازش میں دھرم داس اور لالہ بنارسی برابر کے شریک ہیں۔" خان دلاور کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ "ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے کوئی لمبی رقم دے کر اس چمار کی اولاد شنکر کو بھی خرید لیا ہو۔"

"دھرم داس ـــــ" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "یہ نام تمہارے ذہن میں کیسے آیا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ـــــ"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دھرم داس اور آپ کے والد بہت گہرے دوست ہیں لیکن کیا آپ اسے بھی اتفاق کہیں گے کہ جس روز شام کو لالہ بنارسی اور دھرم داس کے درمیان زمین کے اس ٹکڑے کی لین دین کی بات ہوئی تھی اسی رات جمنا اور اس کی ماں اپنے تمام اثاثے کے ساتھ جل بھن کر خاک ہو گئی اور وہ ولد الحرام شنکر ـــــ وہ گندی قوتوں کا مالک ہونے کے باوجود ابھی تک خاموش ہے۔"

خان دلاور کی بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی بات میں وزن تھا' اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ جمنا کا قتل کس نے کیا ہے اور اس کی جھونپڑی کو کس نے نذر آتش کیا ہے تو شاید میں بھی اسی لائن پر پڑ جاتا جس پر خان دلاور کا ذہن کام کر رہا تھا' میں بذات خود اس بات کا گواہ تھا کہ جس روز میں جمنا کو ختم کر کے گھر واپس لوٹا تھا اسی رات دھرم داس نے زمین کے سلسلے میں تحصیل دار سے اپنی ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا تھا' میری جگہ اور کوئی دوسرا ہوتا تو وہ دھرم داس پر یقینی طور پر شبہ کر سکتا تھا۔

"تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ دھرم داس اور تحصیل دار کے درمیان اس زمین کے سلسلے میں بات ہوئی تھی۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد سوال کیا۔

"میرے آباؤ اجداد کا تعلق بھی اسی تحصیل سے رہ چکا ہے۔ کچھ لوگ ہمارے بھی وفادار ہیں اور پھر زمین کے لین دین کی بات چھپی بھی نہیں رہتی۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارے مخبر نے تمہیں جو اطلاع دی ہو وہ درست ہو لیکن ـــــ"

"میں جانتا ہوں کہ آپ پرانے تعلقات کی بنا پر دھرم داس کو شامل تفتیش نہیں کریں گے۔" خان دلاور کے لہجے میں بلا کا سا طنز بھی شامل تھا۔ وہ پہلو بدل کر بولا۔ "میں اس وقت دھرم داس کے خلاف ایف آئی آر کٹوانے نہیں آیا ہوں۔"

"پھر ـــــ"

"میں صرف یہ بتانے کے لیے حاضر ہوا تھا کہ جس زمین کو حاصل کرنے کی خاطر بابا جانی کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا ہے وہ میرے علاوہ کوئی اور حاصل نہیں کر سکے گا خواہ اس کے لیے مجھے کتنی ہی بھاری قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔"

"میرے خیال میں تم دھرم داس کے خلاف بلاوجہ بدگمان ہو رہے ہو۔" میں نے خان دلاور کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "میں تحصیل دار سے بات کروں اگر وہ تمہارے حق میں آمادہ ہو جائے تو دھرم داس کو میں سمجھا لوں گا۔"

"آپ ابھی یہاں نئے نئے تعینات ہوئے ہیں اس لیے آپ کو حالات کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔" خان دلاور نے کہا۔ "یہاں ہر بات کو فرقہ واریت کی ترازو میں تولا جاتا ہے یا زمینداری کا مسئلہ تو اس کے چکر بھی اتنی جلدی آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اس وقت تو معاملہ میرا اور دھرم داس کا ہے لیکن اکثر و بیشتر زمین کے کسی ٹکڑے کی خاطر ایک ہی ذات برادری کے لوگ بھی خون خرابے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔"

"پھر میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے جانچتے ہوئے پوچھا اس لیے کہ میں خان دلاور کی آمد کا مطلب اور مقصد سمجھنے سے قاصر تھا۔

www.urdukorner.com

"میں صرف یہ درخواست کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ کل کلاں کو اگر معاملہ کوئی پیچیدہ صورت اختیار کر جائے تو آپ غیر جانب داری رہیں گے۔"

"ایک بات میں بھی تم پر واضح کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے قدرے خشک لہجہ اختیار کیا۔ "جہاں تک زمین کے لین دین کا معاملہ ہے اس سے پولیس ڈپارٹمنٹ کا براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اسی لین دین کے سلسلے میں اگر صورت حال کوئی سنگین صورت اختیار کرے تو پھر وہ معاملہ قابل دست اندازی پولیس بن جاتا ہے۔"

"کیا آپ غیر جانب داری سے میرے ایک سوال کا جواب دیں گے۔"

"خان دلاور ـــــ" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ تم جو بار بار غیر جانب داری کی بات کر رہے ہو اس سے تمہارا کیا مقصد ہے' کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کیس میں جانب داری سے کام لیا ہے۔"

"آپ غلط سمجھے۔" اس نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "میں دراصل کچھ اور کہنا چاہ رہا تھا۔"

"کیا ـــــ"

"میری جگہ آپ ہوتے اور خدانخواستہ جو حادثہ میرے والد صاحب کو پیش آچکا ہے وہی آپ کے والد کو پیش آتا تو کیا آپ زمین کے اس ٹکڑے کے سلسلے میں خاموش رہ سکتے تھے۔"

"نہیں ـــــ" میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "اسے حاصل کرنے کے لیے میں بھی سر دھڑ کی بازی لگا دیتا لیکن اس کے باوجود کسی غیر قانونی اقدام سے گریز ہی کرتا۔"

"فرض کر لیجیے کہ لالہ بنارسی جانب داری سے کام لے کر وہ زمین دھرم داس کے نام کر دیتا ہے تو۔"

"ایسی صورت میں اگر تم سمجھتے ہو کہ قانونی طور پر تمہاری کوئی حق تلفی ہوئی ہے تو تم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہو۔"

"یہی تو مصیبت ہے جناب۔" خان دلاور نے تلملا کر جواب دیا۔ "میں اس زمین کی جو قیمت بھی لگاؤں گا اس کا علم دھرم داس کو تحصیل دار یا پٹواری کے ذریعے ہو جائے گا اور پھر ـــــ"

"اب میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

www.urdukorner.com

"آپ ہی مشورہ دیں کہ مجھے اس زمین کے حصول کے سلسلے میں کون سا ایسا قدم اٹھانا چاہیے جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

میرے لیے فوری طور پر کوئی جواب دینا مشکل تھا' ایک طرف معاملہ دھرم داس کا تھا جو میرے والد کے دیرینہ ساتھیوں میں سے تھے اور دوسری جانب خان دلاور تھا جو مسلمان تھا اور بہت زیادہ جذباتی بھی ہو رہا تھا' اس کے علاوہ تیسری شخصیت خود میری تھی جس کی وجہ سے وہ زمین جمنا اور اس کی ماں کے وجود سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو چکی تھی اگر خان دلاور کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی کچھ کرنے کی ٹھان لیتا جو اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا لیکن وہ شنکر کی گندی قوتوں سے واقف نہیں تھا۔ خود شنکر نے بھی حشمت خان کے قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلے میں میری مدد کرتے وقت یہ درخواست کی تھی کہ خان دلاور کو زیادہ اچھل کود کرنے سے روک دوں ورنہ پھر اسے اپنی نادیدہ قوتوں سے کام لینا پڑے گا۔ میں شنکر کی طاقت کا اندازہ لگا چکا تھا' اس نے جو کچھ کہا تھا اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا مگر میرے لیے دشواری یہ تھی کہ میں خان دلاور کو شنکر کے سلسلے میں محتاط روی اختیار کرنے کی تلقین بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حالات اور واقعات نے مجھے الجھن میں مبتلا کر رکھا تھا' میں اگر جانب داری سے کام لیتا تو اس سے دھرم داس کی حق تلفی ہو سکتی تھی' غیر جانب دار رہتا تو شنکر کی ماورائی قوتیں خان دلاور کو نقصان پہنچا سکتی تھیں۔ میں ابھی اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ خان دلاور نے میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کو کوئی حتمی فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔" اس کے لہجے میں ہلکے طنز کی آمیزش بھی تھی جسے موقع کی نزاکت کے پیش نظر میں نے نظر انداز کر دیا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم فوری طور پر کسی جذباتی قدم اٹھانے سے گریز کرو۔"

"اور دھرم داس اس زمین کو ہڑپ کر جائے۔"

"نہیں ـــــ ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے فوری طور پر اس معاملے کا ایک درمیانی حل تلاش کرتے ہوئے کہا۔ "میں راکیش وساجی اور لالہ بنارسی سے مل کر کوشش کروں گا کہ فی الحال دو تین مہینے تک اس زمین کی فروخت کا معاملہ روک دیا جائے' اس عرصے میں پولیس کی تفتیش بھی مکمل ہو جائے گی۔"

"اور اگر آپ کسی وجہ سے اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے تو ـــــ"

خان دلاور نے ایک بار پھر مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا' میں نے ایک لمحے تک سوچنے کے بعد پوچھا۔

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ وہ زمین دھرم داس کو تمہارے مقابلے میں نہ مل سکے۔"

"جی ہاں ـــــ"

"اور اگر کوئی تیسرا شخص اسے خرید لے تو۔"

"اگر اس تیسری شخصیت کا گٹھ جوڑ دھرم داس سے نہ ہوا تو پھر میں خاموش ہی رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے ـــــ میں کوشش کروں گا تمہارے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچ پائے لیکن تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔"

"وہ کیا ـــــ"

www.urdukorner.com

"تم مجھ سے مشورہ کیے بغیر اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔ "تم میری پوزیشن سمجھ رہے ہو' ایسی صورت میں تمہارا کوئی جذباتی قدم مجھے کسی سخت امتحان سے دوچار کر دے گا۔ تم غالباً میرا مطلب سمجھ رہے ہو؟"

"ٹھیک ہے۔" خان دلاور نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں کوشش کروں گا کہ آپ کو کسی امتحان سے دوچار نہ ہونا پڑے۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں اسے مزید سمجھانے کی کوشش کرتا وہ تیزی سے گھوما اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا لان عبور کر کے مکان کے پھاٹک سے باہر نکل گیا!

٭

میں نے دو تین روز کی دوڑ دھوپ کے بعد راکیش ورما کے مشورے سے تحصیل دار لالہ بہاری کو اس بات کے لیے پابند کر دیا تھا کہ جب تک جنتا کی موت کے کیس کی تفتیش مکمل نہ ہو جائے اس زمین کا سودا کسی بھی پارٹی کے ساتھ نہ کیا جائے' لالہ بہاری نے میری بات سے اتفاق تو کر لیا تھا لیکن میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی تھی کہ وہ اس فیصلے سے خوش نہیں تھا۔

تین روز بعد میں اپنے دفتر میں بیٹھا روز مرہ کے معاملات نمٹا رہا تھا کہ گھر سے والدہ کا فون آ گیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا تو دوسری جانب سے والدہ کی آواز سنائی دی۔

"خیریت سے تو ہو۔"

"جی ہاں۔ خدا کا شکر ہے' سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔"

"تمہیں وہاں کسی قسم کی کوئی پریشانی تو لاحق نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں پریشان نہیں ہوں۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن اب روپ نگر میں تمہارا زیادہ دنوں قیام میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔" والدہ کی سنجیدگی میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔ "جتنی جلدی ہو تم اس تحصیل کی حدود سے باہر نکل آؤ۔"

"آپ جو حکم دیں گی میں وہی کروں گا لیکن ابھی میرے کچھ کام ادھورے رہ گئے ہیں' ان کا پورا کرنا بھی میرے فرائض منصبی میں شامل ہے۔"

"کسی ایک آدمی کے ہونے نہ ہونے سے دنیا کے کام رک نہیں جاتے۔" والدہ نے کہا۔ "جب تم روپ نگر گئے تھے اس وقت بھی تمہیں بھی کچھ پرانے قصے نمٹانے پڑے ہوں گے' اب تم واپس چلے آؤ گے تو تمہاری جگہ تعینات ہونے والا اپنی ذمہ داری پوری کرے گا۔ دنیا کے کاروبار ہمیشہ اسی طرح چلتے رہتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں' میں جلد از جلد ضروری فائلوں کی خانہ پری کر کے واپس آ جاؤں گا۔"

"یہ بات تم نے پہلے بھی کہی تھی لیکن وہاں جا کر پھر [...] بکھیڑوں میں الجھ گئے ہو۔"

"آپ تو جانتی ہیں امی حضور کہ پولیس کی نوکری میں یہ [...] کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے۔"

"جہنم میں جھونکو پولیس کی ملازمت کو اور استعفیٰ دے [...] واپس آ جاؤ۔" امی نے جھلائے ہوئے لہجے میں اپنا حتمی فیصلہ [...] دیا۔

"کیا کوئی خاص بات ہے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں..... میں گزشتہ تین روز سے برابر خواب میں دیکھ رہی ہوں کہ تم کسی لق و دق صحرا میں بے یار و مددگار کھڑے ہو' دور دور تک بادلوں کا کوئی نام و نشان نہیں ہے لیکن ایک گہرے رنگ کا ٹکڑا تمہارے سر پر ایک دائرے کی شکل میں گردش کر رہا ہے۔" امی نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "کل رات میں نے بڑے ابا کو دیکھا' وہ بھی تمہاری طرف سے بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے اور بار بار ہاتھ جھٹک جھٹک کر تمہیں بادل کے سیاہ ٹکڑے سے دور ہونے کا اشارہ کر رہے تھے۔"

"اگر آپ کا یہی حکم ہے تو میں ایک ہفتے کے اندر اندر واپس آ جاؤں گا خواہ مجھے ملازمت کو چھوڑنا ہی کیوں نہ پڑے۔"

"ایک ہفتے رکنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔"

"پلیز! امی!" میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب روپ نگر میں میرا قیام صرف سات [...] ہو گا' آٹھویں روز میں آپ کے پاس ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایک ہفتہ اور انتظار کیے لیتی ہوں [...] اس کے بعد بھی تم نے میرا حکم نہ مانا تو پھر مجھے خود آنا ہو گا۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے انہیں یقین دلایا۔

"اچھا خدا حافظ۔"

"خدا حافظ امی حضور۔"

میں نے اپنی والدہ سے ایک ہفتے کی مہلت مانگی تھی [...] اس بات کا فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ خواہ حالات کچھ ہی کیوں نہ [...] میں آٹھویں روز روپ نگر کی تحصیل کو ہمیشہ کے لیے خیر[...] کہہ دوں گا لیکن کاش! میں نے امی سے ضد نہ کی ہوتی اور ان [...] کہا فوری طور پر مان لیا ہوتا تو ان ہولناک [...] سے دوچار نہ ہونا پڑتا جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔ امی [...] بات کرنے کے بعد میرے ذہن میں والد صاحب کا وہ جملہ ابھرا تھا کہ۔ "لالچ اور دولت کی ہوس انسان کو گھن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ جاتی ہے' ہر شخص طاقت ور بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے اور اسی خواب کی تکمیل کی خاطر وہ مال و زر [...] سنہرے جال میں پھنس جاتا ہے۔" میں ابھی ان ہی خیالوں [...]

گم تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ اے ایس پی شہباز خان اسپیکنگ۔"

"میں تمہارا اجتر بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے شنکر کی مکروہ آواز سنسناتی ہوئی سنائی دی۔ "اپنے سیوک کو پہچانا مہاراج۔"

"کہاں سے فون کر رہے ہو۔" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔

"چھما کرو..... میں اتنا مورکھ بھی نہیں ہوں کہ تمہیں کسی ایسی جگہ سے فون کروں گا کہ دوسروں کو کسی قسم کا شبہ ہو۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں....." اس نے روکھے انداز میں جواب دیا۔ "روپ نگر سے اتنی جلدی جانے کا وچار دھیان سے نکال دو اور کیول اتنا یاد رکھو کہ بھگوان منش کے بھاگ میں جو لکھ دیتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔ بھوش کے لکھے کو دھرتی کی کوئی شکتی نہیں مٹا سکتی۔"

"لیکن....." میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تو شنکر نے میری بات کاٹتے ہوئے سرسراتی آواز میں کہا۔

"شنکر نے تم سے کہا تھا مہاراج کہ اس کی کالی طاقتیں من کے بھیتر کا حال بھی جان لیتی ہیں۔"

"میں تمہاری پراسرار قوتوں کا تماشا دیکھ چکا ہوں لیکن....."

"پھر وہی لیکن اور اگر مگر۔" وہ بڑی سنجیدگی سے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں بولا۔ "کیا تم اپنے سیوک کی تعریف نہیں کرو گے کہ اس نے اپنے دیے ہوئے وچن کے انوسار جھیل کنارے والی دھرتی کا سارا جھگڑا ختم کر دیا اور جنتا کے قتل کا راز بھی اس کی راکھ اور بچی کھچی ہڈیوں کے ساتھ ہی بہتے ہوئے پانی میں ڈوب گیا۔"

"میں مانتا ہوں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تم نے بہت دور اندیشی سے حالات کا رخ بدل دیا ہے۔"

"میں اپنے وچن کا پالن کر چکا ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

"مطلب....."

"تمہیں کالکا کو میرے لیے حاصل کرنا ہے۔ اس کے بغیر تم روپ نگر سے باہر نہیں جا سکو گے۔"

"تم شاید مجھے دھمکانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"نہیں مہاراج۔ تمہارا سیوک تو تم سے پرارتھنا کر رہا ہے۔" اس نے تلخ آواز میں جواب دیا۔ "پرنتو اتنا یاد رکھو کہ شنکر نے تمہاری کھوج میں جو پاپڑ بیلے ہیں اور جو سمے برباد کیا ہے وہ اتنی آسانی سے اسے بھلا بھی نہیں سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ جنتا کے انجام کے بعد اب تم میرے خلاف قتل کا الزام ثابت نہیں کر سکو گے۔"

"یہ تمہاری بھول ہے سرکار۔" اس نے پھر سنسناتی آواز میں کہا۔ "تم ابھی تک شنکر کی شکتی سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ میں جو چاہتا ہوں وہ اوش پورا ہوتا ہے۔ میں چاہوں تو تم سے بہت دور رہ کر بھی اپنے جنتر منتر کے ذریعہ تمہیں اس بات پر مجبور کر سکتا ہوں کہ تم خود اپنے منہ سے جنتا کو مارنے کی ذمہ داری قبول کر لو گے..... اس کے بعد جو ہو گا اس میں شنکر کا کوئی دوش نہیں ہو گا۔"

"پھر..... تم کالکا کو کس طرح حاصل کر سکو گے۔" میں نے اس کی دکھتی رگ کو چھیڑا تو وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

"مہان لکھیاں اپنا فیصلہ سنا چکی ہیں۔ کالکا کو تم ہی میرے لیے حاصل کرو گے۔"

"اسے حاصل کرنے میں کتنے دن لگیں گے۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"صرف تین دن....." وہ منحوس لہجے میں بولا۔ "تین روز بعد ناگ پنچمی کا تہوار ہے' اس روز بڑے بڑے پنڈت پجاری اور گیانی بھی سانپوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اس روز کالی اپنے

روزنامہ "امروز" میں "گستاخی معاف" کے عنوان سے چھپنے والے فکاہیہ کالموں کا شگفتہ انتخاب

ایک سو نو (طنز و مزاح)

★ ---- مظفر بخاری

خوبصورت سرورق' عمدہ طباعت

قیمت: -/100 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

سیوکوں پر مہربان ہوتی ہے۔۔۔ میری بات دھیان سے سنو آج سے چوتھے روز ٹھیک رات کے بارہ بجے تم میرے پاس آؤ گے میں تمہیں اس استھان تک لے جاؤں گا جہاں ایک بار تم پہلے ہی جنتا کے ساتھ جا چکے ہو۔۔۔ اسی دلدل کے بیچ سے تمہیں کاکا کی مورتی کو میرے لیے نکالنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں وعدے کے مطابق وہ مورتی تمہارے لیے ضرور نکال دوں گا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ سات روز بعد میں روپ نگر کی پراسرار حدود سے باہر نکل جاؤں گا۔"

"دھیرج سے کام لو سرکار۔۔۔ منش سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ اور ہے۔ ابھی ترنت کوئی آخری فیصلہ نہ کرو۔"

"تمہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ میرے نجی معاملات سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔ ہمارے درمیان ایسا کوئی وعدہ بھی نہیں ہوا تھا۔"

"اگر تمہاری یہی اچھا ہے تو شنکر تمہارے اور تمہاری ماتا کے بیچ نہیں آئے گا۔"

"اور کچھ کہنا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا مہاراج کہ حشمت خان کے چھوکرے کو اچھل کود کرنے سے منع کر دو لیکن اس نے تمہارا کہا بھی نہیں سنا۔"

"کیا مطلب۔۔۔"

"وہ شنکر کے خلاف زہر اگلنے کی کوشش کر رہا ہے۔" اس بار شنکر نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا اس نے دھرم داس اور لالہ بنارسی والی زمین کی بات میں میری ٹانگ گھسیٹنے کی حماقت نہیں کی۔ کیا اس دو دمڑی کے پرش نے تمہاری موجودگی میں میری ماتا پتا کا اپمان نہیں کیا تھا' میں مانتا ہوں کہ وہ چمار تھے لیکن میں کسی پاپ کی نشانی نہیں ہوں' انہوں نے مجھے جنم دینے میں کوئی اپرادھ نہیں کیا تھا۔"

"میں نے خان دلاور کو سمجھا دیا ہے۔" میں نے شنکر کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ "اس نے تمہارے خلاف جو کچھ کہا وہ جذبات کی رو میں بہک کر کہا تھا لیکن اب وہ تمہارے خلاف کچھ نہ کرے گا۔"

"تچھ اشبھ (منحوس) اور اشدھ (پلید) چھوکرا شنکر کے خلاف کر بھی کیا سکتا ہے۔" شنکر نے حقارت سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس کی شریانوں میں خون دوڑ رہا ہے پرنتو وہ یہ نہیں جانتا کہ شنکر کی رگوں میں خون کے بجائے آگ دوڑتی ہے۔ اب اسے سبق دینا ضروری ہو گیا ہے' اسے بتانا ہوگا کہ شنکر کی شکتی اپرمپار ہے۔"

"نہیں شنکر۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تم فی الحال خان دلاور کے خلاف کچھ نہیں کرو گے۔"

"سیوک کہنا چاہتا ہے مہاراج پر تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ مجھے وشواس ہے کہ ایک دو روز گزرنے کے بعد اس چھوکرے کا گھمنڈ ٹوٹ جائے گا۔"

"شنکر۔۔۔ میری بات سنو۔۔۔"

"سمے بیت چکا ہے سرکار' اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔" شنکر نے سپاٹ اور سرد آواز میں کہا۔ "ناگ پنچمی والی رات کی بات دھیان میں رکھنا۔ ٹھیک بارہ بجے شنکر اپنے ڈیرے پر تمہارا سواگت کرے گا۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ شنکر کی گفتگو نے جہاں مجھے اس سلسلے میں سکون کا سانس لینے کا موقع فراہم کیا تھا کاکا کی مورتی اس کے حوالے کرنے کے بعد مجھے اس کی گندی اور کالی قوتوں سے مکمل آزادی نصیب ہو جائے گی وہاں خان دلاور کے بارے میں اس نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا' شنکر سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین بھی آ گیا تھا اس کی قوتیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں' وہ دور رہ کر بھی کسی کے دل کا بھید جاننے کی قوت رکھتا تھا' ہو سکتا تھا کہ اس کے جنتر منتر کے موکل اس کے مطلوبہ آدمیوں پر نظر رکھتے ہوں اور اسے ہر بات سے آگاہ کرتے رہتے ہوں بہرحال شنکر سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے خان دلاور کے سلسلہ میں تشویش لاحق ہو گئی تھی شنکر نے میرے سمجھانے پر یہی جواب دیا تھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے اور وہ اپنے فیصلوں کو واپس لینے سے قاصر ہے' اس کی باتوں سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ خان دلاور کو خرافات بکنے کے عوض تھوڑی بہت سزا ضرور دے گا۔

ہندوؤں کی اکثریت رکھنے والے علاقوں میں کسی بھی مسلمان آفیسر کی تعیناتی پھولوں کی سیج کے بجائے کانٹوں کا بستر تصور کی جاتی تھی' ایسے حساس علاقوں میں کوئی قدم اٹھانے سے پیشتر بہت غور و خوض سے کام لینا پڑتا تھا' روپ نگر میں میری تعیناتی کے آرڈر لینے کے بعد والد صاحب نے بھی دبی زبان میں یہی کہا تھا وہ میری پہلی پوسٹنگ سے کچھ زیادہ مطمئن نہیں ہیں اس کے بعد ایک موقع پر دھرم داس نے بھی کہا تھا کہ میں اپنا تبادلہ کہیں اور کرا لوں اس لیے کہ روپ نگر کا ماحول مجھے سازگار آنا مشکل ہے اور سب سے زیادہ اہم وہ فون کال تھی جو شنکر سے پہلے مجھے اپنی والدہ کی طرف سے موصول ہوئی تھی انہوں نے بھی میرے پرنانا کے خواب میں نظر آنے کے حوالے سے اس بات پر زور دیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو روپ نگر کی حدود سے نکل جاؤں۔

خان دلاور بلاشبہ ایک جذباتی نوجوان تھا جس نے شنکر کے بارے میں مختلف موقعوں پر چند نازیبا جملے کہے تھے لیکن ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناتے میرا فرض تھا کہ اسے کسی بھی

www.urdukorner.com

مصیبت کا شکار ہونے سے بچانے کی کوشش کروں لیکن یہاں میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار بھی نہیں کروں گا کہ میں شنکر کی پراسرار کالی اور گندی قوتوں سے خائف بھی تھا۔ انسان انسان کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن نادیدہ اور ماورائی قوتوں کا مقابلہ کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہوتی' اس خیال کے پیش نظر اور خان دلاور کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں اس وقت میں جس ذہنی اذیت کا شکار تھا اس کا اندازہ کچھ میں ہی بہتر طور پر لگا سکتا تھا' مجھے یقین تھا کہ اگر شنکر نے خان دلاور کو رگڑا دینے کی ٹھان لی ہے تو پھر اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نکالنا کم از کم میرے اختیار سے باہر تھا' ابھی میں اسی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال کمرے میں داخل ہوا' اس کے چہرے پر بڑی گمبھیر سنجیدگی مسلط تھی۔

"کوئی خاص خبر۔۔۔" میں نے پوچھا۔

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی سر' پہلے یہاں اس قسم کے واقعات رونما نہیں ہوتے تھے جیسے اب ہو رہے ہیں۔" بدر اقبال نے کہا۔ "رام دیال کا کہنا ہے کہ اب جو کچھ بھی نہ ہو جائے وہ کم ہے۔ وہ یہاں ایک طویل عرصے سے تعینات ہے لیکن۔۔۔"

"بات کیا ہے آخر۔" میں نے الجھتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ حشمت خان کا جو بیٹا ہے نا۔ خان دلاور' وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے' عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے سر۔" بدر اقبال نے جواب دیا۔ "میں ابھی اسی کے گھر سے آ رہا ہوں' لوگوں نے اسے بڑی مشکلوں سے پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا ہے' رام دیال سرکاری ڈاکٹر کی طرف گیا ہے' میں آپ کو خبر دینے کی خاطر ادھر آ گیا۔"

"گھر والوں کا کیا بیان ہے۔" میں نے بڑھتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی کوئی دو گھنٹے پہلے تک وہ بالکل ٹھیک تھا۔" بدر اقبال نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔ "صبح وہ تحصیل دار کے پاس بھی گیا تھا' حشمت خان کی زمینوں کا کچھ حساب کتاب سمجھنا تھا' لالہ بنارسی کا بھی یہی بیان ہے کہ جب وہ اس سے ملا تھا تو ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہا تھا' تحصیل دار سے مل کر واپس آنے کے بعد وہ زمینوں پر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اس پر دماغی دورہ پڑ گیا۔ اس نے دیوانوں کی طرح اپنے کپڑے پھاڑ کر واہی تباہی بکنی شروع کر دی اور جب دیواروں سے ٹکریں مارنی شروع کر دیں تو پھر گھر والوں کو قابو کرنے کی خاطر اسے رسیوں سے باندھنا پڑ گیا۔۔۔ گھر کے سارے ہی لوگ اور نوکر چاکر بھی پریشان ہیں کہ اچانک بیٹھے بٹھائے اسے کیا ہو گیا۔۔۔ اچھا خاصا ہٹا کٹا نوجوان تھا لیکن اب اس کے چہرے کی رنگت بالکل ہلدی کی طرح زرد پڑ گئی ہے' یوں لگتا ہے جیسے اس کے بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ بچا ہو' کسی کو بھی نہیں پہچان رہا۔ بس پاگلوں کی طرح ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ "میں ہنومان ہوں اور دم جلا کر راون کی لنکا ڈھا دوں گا۔ جلا کر سب کچھ بھسم کر دوں گا۔ خاک کر دوں گا۔"

بدر اقبال کی اطلاع میرے لیے کچھ زیادہ غیر متوقع نہیں تھی' شنکر نے یہی کہا تھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ بہرحال میں تیزی سے اٹھا اور انسپکٹر کے ہمراہ حشمت خان کی حویلی کی سمت روانہ ہو گیا' مجھے معلوم تھا کہ خان دلاور کے پاگل پن کا علاج ڈاکٹروں کے بس کی بات نہیں ہے' اسے صرف شنکر ٹھیک کر سکتا تھا جس نے اپنے وعدے کے مطابق اپنی پلید قوتوں کے ذریعہ اس کا دماغ پلٹ دیا تھا۔ میں شنکر سے مل کر اسے اس بات پر آمادہ کر سکتا تھا کہ وہ خان دلاور کو دیا ہوا سراپ (سزا' بددعا) واپس لے لے لیکن دن کے اجالے میں روپ نگر تحصیل کے سب سے بڑے پولیس آفیسر کا شنکر جیسے بدنام شخص سے ملنا مناسب بھی نہیں تھا' میرے ہاتھ میں شنکر کے سلسلے میں ایک ٹرمپ کارڈ تھا ۔۔۔ "کاکا" جسے میں خان دلاور کے لیے استعمال کر سکتا تھا' مجھے یقین تھا کہ کاکا کے حصول کی خاطر شنکر میری کوئی بات بھی مان سکتا تھا لیکن دن کی روشنی میں میرا شنکر سے ملنا میری پوزیشن اور ذاتی حیثیت کے منافی تھا اور خود میں بھی اپنے علاقے کے لوگوں کی نگاہوں میں اپنا امیج (IMAGE) گرانا نہیں چاہتا تھا۔

میں جس وقت حشمت خان کی حویلی پہنچا رام دیال سرکاری ڈاکٹر کے ہمراہ وہاں موجود تھا' خان دلاور کو وسیع اور عریض صحن کے درمیان ایک درخت سے باندھ دیا گیا تھا۔ گھر کے لوگوں کے علاوہ پاس پڑوس کے افراد بھی اس کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے اور ہر شخص کے ذہن میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا کہ خان دلاور کو اچانک کیا ہو گیا؟

سرکاری ڈاکٹر بڑے محتاط انداز میں خان دلاور کا معاینہ کر رہا تھا اور خان دلاور اسے یوں آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا جیسے اسے شناخت کرنے کی کوشش کر رہا ہو' بدر اقبال کے کہنے کے موجب اس کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی لیکن اس کی آنکھیں اس وقت بھی شعلہ بار نظر آ رہی تھیں' کچھ دیر تک وہ بالکل پاگلوں جیسے انداز میں دیدے نچا نچا کر ڈاکٹر کو گھورتا رہا پھر یکلخت وہ زور لگا کر خود کو رسیوں کی قید سے آزاد کرنے کی کوشش کرتا ہوا دیوانگی کی کیفیت میں چلایا۔

"کیوں جکڑ رکھا ہے تم لوگوں نے راون کے۔۔۔ اسے باہر نکالو پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس نے شری رام چندر جی کے خلاف یدھ لڑنے کی جرات کس طرح کی۔۔۔ میں ہنومان ہوں' سیناپتی (فوج کا سپہ سالار) ہوں اس دھرتی کے کیڑے مکوڑے بھی مجھے بجرنگ بلی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔۔۔ میں دم جلا کر لنکا کو بھسم کر دوں گا۔۔۔ اب میرے کشٹ سے دھرتی کی کوئی شکتی بھی اس

www.urdukorner.com

چڑال کو نہیں بچا سکتی ــــ نکلو باہر ــــ کہاں دبک کر بیٹھ گیا ہے ــــ آ نے ــــ اب میرے سامنے چھاتی ٹھوک کر آئے ــــ آخ تھو۔"

خان دلاور کے آخ تھو کے بعد ہی سرکاری ڈاکٹر جلدی سے اٹھ کر اس سے دور ہو گیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر۔" میں نے ڈاکٹر کے قریب جا کر انگریزی میں پوچھا۔

"یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔" ڈاکٹر نے خان دلاور کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "اسے کوئی ایسا ہی شاک پہنچا ہے کہ جس نے اس کے سوچنے سمجھنے کی قوت کو ڈس بیلنس کر دیا ہے ــــ کیس از سیریس۔"

"پھر ــــ"

"فوری طور پر ذہنی سکون اور آرام کی خاطر نیند کا انجکشن ہی کارآمد ہو سکتا ہے۔ باقاعدہ علاج ضروری ٹیسٹ وغیرہ کے بعد ہی شروع ہو سکے گا۔"

"آپ کا کیا مشورہ ہے۔" میں نے پوچھا۔ "کیا ایسی حالت میں مریض کو گھر پر رکھنا مناسب ہو گا۔"

"ناٹ ایٹ آل۔" ڈاکٹر نے تیزی سے کہا۔ "اسے جتنی جلدی ممکن ہو مینٹل اسپتال پہنچانا ہو گا جو کم از کم اس تحصیل میں نہیں ہے۔ شہر لے جانا پڑے گا۔ ابھی مرض کا حملہ زیادہ شدید نہیں ہے ورنہ یہ سر کو درخت سے ٹکرا ٹکرا کر خود کو لہولہان بھی کر سکتا ہے اور اس صورت میں اس کی ذہنی کیفیت اور زیادہ دگرگوں ہو جائے گی۔"

"میں اسے شہر لے جانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" انسپکٹر بدر اقبال نے جو میرے قریب ہی کھڑا تھا' جلدی سے کہا۔ "اگر ابھی روانہ ہو جائیں تو سورج ڈھلنے سے پہلے شہر پہنچ سکتے ہیں۔"

"ٹھی کو ٹیک ــــ" ڈاکٹر سنجیدگی سے بولا۔ "فی الحال میں اسے نیند کا انجکشن دے دیتا ہوں تاکہ اس کی حالت زیادہ تشویش ناک نہ ہو سکے۔"

میں خان دلاور کے مرض کے پس منظر کو بخوبی سمجھ رہا تھا لیکن اس وقت سوائے خاموشی کے اور کچھ کرنا میرے اختیار سے باہر تھا' ٹھگر کے گندے عمل نے اس کا دماغ پلٹ دیا تھا اور میں جانتا تھا کہ جب تک وہ اپنے عمل کا توڑ نہیں کرتا خان دلاور کا کسی علاج سے دوبارہ صحت مند ہونا مشکل ہی تھا۔

ڈاکٹر نیند کے انجکشن کی سرنج تیار کر رہا تھا کہ اچانک کھٹ کھٹ ــــ کھٹ کی آواز سن کر میں بے اختیار چونک اٹھا' یہی آواز میں ایک بار پہلے بھی خواب میں سن چکا تھا' میں تیزی سے پلٹا اور پھر میری نگاہ اس سفید ریش بوڑھے کے چہرے پر جم کر رہ گئی جو اپنے جسم کو پھٹے پرانے کمبل میں لپیٹے سیدھے ہاتھ میں ایک ٹیڑھی میڑھی لکڑی تھامے مجمع کو چیرتا ہوا خان دلاور کی

سمت بڑھ رہا تھا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں' خواب میں نظر آنے والے قبرستان میں اسی بزرگ نے مجھے ٹھگر سے نجات دلائی تھی' میری پلکیں جھپکے بغیر اس کے چہرے پر مرکوز تھیں جو ماحول سے بے نیاز قدم اٹھاتا خان دلاور کی جانب بڑھ رہا تھا' میرے علاوہ کسی اور نے بھی اس بوڑھے کے راستے میں حائل ہونے کی جسارت نہیں کی۔

خان دلاور گلا پھاڑ کر دیوانوں کی طرح چیخے چلا جا رہا تھا اور رہ رہ کر مغلظات بک رہا تھا لیکن پھر اس کی نظریں جیسے ہی بوڑھے سے چار ہوئیں وہ اس طرح سہم کر اپنے وجود میں سمٹنے کی کوشش کرنے لگا جیسے وہ اچانک خوف زدہ ہو گیا ہو۔ ڈاکٹر نے سرنج تیار کرنے کے بعد بوڑھے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے دریافت کیا۔

"ہوازی (وہ کون ہے)؟"

میں نے ڈاکٹر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' بوڑھے کے چہرے پر نظر جمائے رہا جو بڑے جلالی انداز میں خان دلاور کو گھور رہا تھا' صحن میں موجود دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی جگہ خاموش کھڑے تھے پھر سفید ریش بوڑھے کی آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری' وہ خان دلاور سے مخاطب ہوا۔

"اب غل غپاڑہ مچانا کیوں بند کر دیا ــــ گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخ۔"

خان دلاور نے بھی کوئی جواب نہیں دیا بس سہمی سہمی نظروں سے بوڑھے کو دیکھتا رہا۔

"کھول دو اس کی رسیاں۔" بوڑھے نے کسی کی سمت دیکھے بغیر بلند آواز میں کہا۔ "مر لینے دو اسے خود کو لہولہان۔ گندا خون جسم سے بہہ جائے گا تو یہ راہ راست پر آ جائے گا۔"

میں نے قدم آگے بڑھائے تو ڈاکٹر نے جلدی سے مجھے منع کرتے ہوئے کہا۔

"او نو پلیز ــــ اسے مت کھولیے ورنہ یہ کسی کا مرڈر بھی کر سکتا ہے۔"

میں نے ڈاکٹر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' خان دلاور کے ایک قریبی رشتے دار نے بھی مجھے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کا کہا بھی نہیں مانا اور خان دلاور کے قریب جا کر اسے رسیوں کی قید سے آزاد کر دیا' بندشوں سے آزادی ملنے کے بعد خان دلاور آہستہ آہستہ اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا تھا' اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے ہاتھ سے سہلا رہا تھا لیکن اس وقت بھی وہ خوفزدہ نظر آ رہا تھا' اس کی نگاہیں بدستور بوڑھے کی آنکھوں سے چار تھیں۔

"خاموش کیوں کھڑا ہے ــــ قلابازی لگانا شروع کر دے ــــ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جا ــــ سڑکوں اور گلیوں میں جا کر ناچنا گانا شروع کر دے ــــ اپنے بزرگوں کی قبروں کو بیویوں سے

www.urdukorner.com

روند ڈال۔ چہرے پر بھبوت مل کر کسی مرگھٹ کی طرف چلا جا۔ زمین پر گھٹنے ٹیک دے۔"

بوڑھے کے لہجے میں رفتہ رفتہ کرختگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

"نن ــــ نہیں ــــ نہیں۔" خان دلاور نے سہمی ہوئی آواز میں کہا پھر خوفزدہ نظروں سے خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ "یہ سب ــــ مجھے مار رہے ہیں ــــ"

"ہنڈی ہال کے کیڑوں سے بدک رہا ہے ــــ بدبخت۔" بوڑھے نے غصے سے کانپتے ہوئے بڑی جلالی حالت میں کہا۔ "زمین پر جھک جا' تھوڑی سی خاک پھانک لے۔ دیوانگی کا شوق ہے تو پھر پیشانی کو زمین پر رگڑ رگڑ کر لہولہان کر لے۔"

خان دلاور بوڑھے کی آواز سن کر وہیں زمین پر سجدہ ریز ہو گیا اور پیشانی کو رگڑنے لگا بوڑھے نے پلٹ کر ایک نظر مجھ پر ڈالی ان نظروں کی تپش مجھے اپنے جسم پر محسوس ہو رہی تھی میں بس ایک لمحے کو لڑکھڑایا' میری نگاہوں کے سامنے ایک دھند سی طاری ہو گئی پھر جب دھند کا غبار دور ہوا تو بوڑھا وہاں موجود نہیں تھا' میں تیزی سے باہر کی جانب لپکا لیکن اس کا دور دور تک کوئی نشان نظر نہیں آیا۔ کچھ دیر بعد میں دوبارہ حویلی میں داخل ہوا تو ششدر رہ گیا۔ میرے علاوہ دوسرے تمام افراد بھی خان دلاور کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جو اب ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی سرنج اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر چکی تھی!!

❖

جس روز ناگ پنچمی کا تہوار تھا اس روز نہ جانے کیوں میرا دل صبح سے ہی دھڑک رہا تھا' وعدے کے مطابق مجھے رات ٹھیک بارہ بجے ٹھگر سے اس کے ڈیرے پر ملاقات کرنی تھی پھر اس کی رفاقت میں مجھے پہاڑی سلسلے کے اس حصے میں جانا تھا جہاں میں ایک بار پہلے خواب کی کیفیت میں جنتا کے ساتھ جا چکا تھا' وہاں سے مجھے کالکا کی پراسرار مورتی نکالنی تھی' اس کے بعد وہ مورتی ٹھگر کے حوالے کرنے کے بعد میں اس کی مکروہ اور منحوس شخصیت کے سحر سے گلوخلاصی کر سکتا تھا۔ والدہ سے کیے ہوئے عہد کے مطابق بھی اب میرے پاس صرف پانچ روز کی مہلت باقی تھی اس کے بعد مجھے ہر قیمت پر روپ نگر کی حدود سے باہر نکل جانا تھا' اپنے پرنانا کی بزرگی کے واقعات میں اپنی والدہ اور دوسرے لوگوں کی زبانی سن چکا تھا اور ٹھگر کے حوالے سے مجھے اب اس بات کا شبہ بھی لاحق ہو گیا تھا کہ اگر میں نے روپ نگر کو خیرباد کہنے کے سلسلے میں والدہ کا کہا نہ مانا تو کسی بڑی مصیبت سے بھی دوچار ہو سکتا تھا۔ یوں بھی خان دلاور کو پیش آنے والے حادثے نے میرے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میرا ذہن اس بزرگ کی شخصیت کے بارے میں بھی الجھ رہا تھا جس نے ایک بار خواب میں مجھے ٹھگر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی اور

جاوید اقبال' سدھیر در اور درشن کے شوخ کارٹونوں کے ساتھ

جا بیل اُسے مار (طنز و مزاح)

★ ---- اعتبار ساجد

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

دوسری بار اسی بزرگ نے سیکڑوں لوگوں کی موجودگی میں خان دلاور کو ٹھگر کے عتاب سے نجات دلائی تھی' یہ بات اس حقیقت کی ترجمان تھی کہ اس بزرگ کی قوت ٹھگر کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ خان دلاور کو ٹھگر کی گندی قوت کے سحر سے آزاد کرنے کے بعد بزرگ نے مجھے جن تیز نگاہوں سے گھورا تھا اس کا مفہوم میری سمجھ میں پوری طرح نہیں آ سکا تھا لیکن مجھے اس بات کا احساس ضرور ہو گیا تھا کہ ان تیکھی نظروں کے انداز میں میرے لیے بھی کوئی پیغام ضرور تھا۔ جسے میں سمجھنے سے قاصر تھا وقتی طور پر میرے ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی تھی' میری نگاہوں کے سامنے دھند کا ایک پردہ حائل ہو گیا تھا اور جب وہ پردہ درمیان سے ہٹا تو بزرگ میری تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکے تھے البتہ خان دلاور پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ وہ ڈاکٹر جس نے خان دلاور کو خطرناک قسم کا ذہنی مریض قرار دیا تھا وہ بھی اس کے دوبارہ ہوش میں آ جانے پر ششدر رہ گیا تھا' باقی افراد بھی اس بزرگ کی آمد کو خان دلاور کے سلسلے میں قدرت کا ایک کرشمہ سمجھ رہے تھے۔ اس کرشمے کا اثر ٹھگر کی ذات پر بھی اثر انداز ہوا تھا یا نہیں مجھے بظاہر اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کمبل پوش بزرگ کے مقابلے میں اسے اپنی شکست کا احساس ضرور ہونے لگا رہا ہو گا۔ شاید اس لیے کہ

www.urdukorner.com

وہ دوسرا موقع تھا جب اسی بزرگ نے شنکر کو نیچا دکھایا تھا۔

اس روز میں دن بھر اسی کشمکش سے دوچار رہا کہ شنکر سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کی خاطر اس کے ڈیرے پر جاؤں یا نہ جاؤں۔ ایک دل یہ کہتا تھا کہ پہلی فرصت میں روپ نگر کی سرحدوں کو عبور کر جاؤں اور شہر جانے کے بعد میڈیکل سرٹیفکیٹ بھیج دوں اور اس عرصے میں یا تو کہیں دوسری جگہ جانے کی کوشش کروں یا پھر والدہ کے کہنے کے مطابق ملازمت چھوڑ دوں لیکن دوسرا خیال یہ بھی تھا شنکر کی گندی قوتیں نہ صرف فاصلوں کی قید سے آزاد تھیں بلکہ وہ دور رہ کر بھی دلوں کا بھید جان لینے کی قوت رکھتا تھا اور ایسی صورت میں جبکہ وہ کاکا کے حصول کی خاطر برسوں مجھے تلاش کرنے میں لگا رہا تھا کیا وہ آسانی سے مجھے نظر انداز کر سکتا تھا؟

میں روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہونے کے باوجود اس روز خود کو بہت مجبور محسوس کر رہا تھا۔ قانون نے میرے ہاتھ ضرور مضبوط کر رکھے تھے لیکن شنکر کی پلید قوتوں نے مجھے بے بس کر رکھا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا یقین تھا کہ کاکا کی حصولیابی سے پہلے اس کا منحوس وجود اور اس کی مکروہ طاقتیں ایک لمحے کو بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گی چنانچہ بہت غور و خوض کرنے کے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا کہ شنکر سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں اور اس کے بعد اس سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لوں۔

میں نے روانگی کے وقت اپنی دستی گھڑی پر نگاہ ڈالی اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بجے کا عمل تھا' مجھے آدھے گھنٹے کے اندر اندر شنکر کے ڈیرے پر پہنچنا تھا' اس نے مجھ سے یہی کہا تھا وہ ٹھیک بارہ بجے اپنے دروازے پر میرے استقبال کو موجود ہوگا چنانچہ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور روانہ ہو گیا۔ راستے بھر بھی مجھے والدہ کی کہی ہوئی باتیں یاد آتی رہیں اور کبھی اس کمبل پوش بزرگ کی نگاہوں کی تپش کا خیال پریشان کرتا رہا' کاش میں ان ڈھکے چھپے نیمی اشاروں کا مفہوم سمجھ لیتا جو قدم قدم پر مجھے اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ میں جس راستے پر قدم آگے بڑھا رہا ہوں وہ راستے میرے لیے اتنے پُر خطر تھے کہ ان پر چلنے کے بعد مجھے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ بڑے پُراسرار اور عجیب و غریب حالات کے شکنجے میں گزارنا ہوگا۔ اگر کسی قدم پر ایک لمحے کو بھی ان خطرناک راستوں سے آگاہی ہو جاتی تو اس رات میں شنکر کے پاس کبھی نہ جاتا خواہ اس کے عوض مجھے اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑتی لیکن دانشوروں کا یہ قول بھی اپنی جگہ غلط نہیں کہ ہر انسان کو اپنے قسمت کے لکھے کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ شنکر نے بھی یہی کہا تھا کہ ایک بار جو بات انسان کے مستقبل میں رقم کر دی جاتی ہے پھر اسے دنیا کی کوئی طاقت حرف غلط کی طرح مٹا نہیں سکتی' اسے ہر حال میں نوشتہ تقدیر کے ایک ایک مرحلے سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے چنانچہ میں بھی شاید تقدیر کے چکروں سے دوچار ہونے کو مجبور تھا!

وقت کے لحاظ سے میں گاڑی کی رفتار بڑھاتا رہا پھر ٹھیک بارہ بجے میں نے شنکر کے دروازے پر پہنچ کر گاڑی روک دی۔ حسب وعدہ وہ اس وقت اپنے کچے پکے مکان کے دروازے پر ہی موجود تھا' مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس کے غلیظ ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ ابھر آئی پھر وہ تیزی سے میرے قریب آ کر سرسراتے لہجے میں بولا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنے دیے ہوئے وچن کو پورا کرو گے' یہ اور بات ہے کہ کئی بار تمہارے من میں کھوٹ نے سر ابھارا تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اب چھوڑو بھی مہاراج۔۔۔" شنکر نے زہر خند لہجے میں جواب دیا۔ "میں پہلے بھی تمہیں کئی بار بتا چکا ہوں کہ میری ایرم پار ہے اور میں من کا بھید کا حال بھی جان لیتا ہوں۔ تم نے اچھا کیا جو روپ نگر کو چپ چھپاتے چھوڑ دینے کے دھیان کو من سے نکال دیا۔ اگر تم نے ایسا کیا ہوتا تو بڑی مصیبت میں پھنس جاتے۔۔۔ تیر ایک بار کمان سے نکل جائے تو پھر اسے واپس لانا مشکل ہی ہوتا ہے۔"

"لیکن خان دلاور کے سلسلے میں ایسا نہیں ہوا۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے اسے دکھ دینے کی بات کی تھی لیکن وہ کمبل پوش بوڑھا۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" شنکر نے بل کھا کر کہا۔ "وہ دوسری بار بھی راستہ کاٹ گیا۔"

"اور تم اس کے خلاف کوئی تیر اور کمان استعمال نہیں کر سکے۔"

"ان چکروں کو بھول جاؤ۔" شنکر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "یہ تمہاری نہیں بلکہ مہاپرشوں کے سمجھنے کی بات ہے۔ ہر ایک سمان نہیں ہوتے سے بدلتا رہتا ہے اور بلوان ہمیشہ وہی کہلاتا ہے جو سمے کو دیکھ کر اور سوچ وچار کے بعد قدم اٹھاتا ہے۔"

"ایک بات پوچھوں۔۔۔"

"میں جانتا ہوں تم کیا پوچھو گے۔" شنکر نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "خان دلاور کی ارتھی کے بارے میں تمہاری جنم کنڈلی تیار کر کے تمہارے بھوش میں لکھی ایک ایک بات جان چکا ہوں' اس کمبل پوش بوڑھے نے تم کو جس طرح نظروں سے گھورا تھا تم اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے پر تو جانتا ہوں کہ اس نے تم سے کیا کہنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا۔۔۔" میں نے تیزی سے سوال کیا تو شنکر کے ہونٹوں پر پھر ایک مکروہ مسکراہٹ مچل اٹھی۔

"وہ بھی سے کام لو سرکار۔" وہ معنی خیز آواز میں بولا۔ "ابھی تو بھوش کا چکر شروع بھی نہیں ہوا اور تم ابھی سے بیاکل ہو گئے ہو۔ بیٹھے رہو۔ آہستہ آہستہ تم سب کچھ جان جاؤ گے۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ میں آنے والے کل کے بارے میں بھی سب کچھ جانتا ہوں لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تم کچھ کہتے کہتے چپ کیوں ہو گئے۔"

"کیا تم میری ایک بات مانو گے۔" شنکر نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا۔۔۔"

"پورن کاکا کی مورتی حاصل کرنے کے بعد تم اس وقت تک روپ نگر سے باہر نہ جاؤ جب تک میں نہ کہوں۔"

"شنکر۔" میں نے جواب دیا۔ "تم وچن دے چکے ہو کہ مجھے روکنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"ہاں۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "میں تمہیں روکنے کے لیے اپنی شکتی استعمال نہیں کروں گا۔"

"پھر کیا بات ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر سوال کیا۔

"تمہیں کاکا کی مورتی حاصل کرنے کے بعد اسے کچھ دنوں اپنے پاس رکھنا ہوگا' دیوی دیوتاؤں کی یہی اچھا (خواہش) ہے پر ایک بات مجھے پریشان کرتی رہتی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔"

"کاکا کی مہان مورتی میرے قبضے میں کب آئے گی۔"

"کیا مطلب۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم اپنی شکتی کے زور سے نہیں معلوم کر سکتے۔"

"میں نے کئی بار کوشش کی ہے لیکن ہر بار سیاہ بادلوں کا ایک ٹکڑا میری نظروں کے سامنے آ جاتا ہے' میں ابھی تک اس کا کارن نہیں سمجھ سکا۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ جب تک میں سیاہ بادلوں کے اس پار نہ دیکھ لوں تم روپ نگر میں رہتے تو اچھا ہوتا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "پانچ روز کے اندر اندر میں ہر قیمت پر روپ نگر کی حدود سے باہر چلا جاؤں گا۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"میری والدہ کا حکم ہے۔۔۔" میں نے کہا۔ "لیکن تمہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے' مجھے کاکا کی مورتی اور لازوال قوتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم چاہو تو اسے آج ہی مجھ سے لے سکتے ہو۔"

"یہی تو الجھن کی بات ہے۔" شنکر نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "جب تک کالی کی اور (جانب) سے کوئی اشارہ نہ ملے میں اس مورتی کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔"

"بہرحال میں حسب وعدہ آ گیا ہوں اور تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی طے ہے کہ میں روپ نگر میں پانچ روز سے زیادہ نہیں رکوں گا۔"

شنکر نے کوئی جواب نہیں دیا' اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں' اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے شاید وہ کسی منتر کا جاپ کر رہا تھا یا ان سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے کی کوششوں میں مصروف تھا جو اس کے اور کاکا کے درمیان حائل تھے۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی' چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی ذہنی خلفشار میں مبتلا تھا کچھ دیر تک وہ آنکھیں بند کیے اپنے خیالوں میں گم رہا پھر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو میں چونک اٹھا' اس کی آنکھوں کے ڈھیلے دہکتے انگاروں کی مانند روشن اور سرخ نظر آ رہے تھے' آنکھ کھولنے کے بعد وہ دیر تک گھورتا رہا پھر بولا۔

"کیا تم میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو۔"

"ہاں۔۔۔"

"اگر تم اپنا سرکاری کھلونا ساتھ لائے ہو تو اسے بھی میرے جھونپڑے میں چھوڑ دو' کاکا کی مہان شکتی کے سامنے ان بے جان کھلونے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔"

"تم مطمئن رہو۔۔۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "آج میں اپنا ریوالور نہیں لایا ہوں۔"

"سمجھا۔" وہ حقارت سے مسکرایا۔ "جیتا کے قتل نے شاید تمہیں سنبھل سنبھل کر قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے' پر تو ایک بات ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔ شنکر جو چاہتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔"

رومانی ناول

زیب	حمیدہ جبین	75/-
شاخ بریدہ	حمیدہ جبین	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبین	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جبین	75/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شنکر کچھ دیر تک مجھے تیز نگاہوں سے گھورتا رہا، شاید وہ میرے احساسات کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا پھر وہ کچھ کہے بغیر میرے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور میں اس کے بتائے ہوئے راستوں پر گاڑی چلانے لگا۔ ایک لمبا چکر کاٹ کر ہم پہاڑی سلسلوں کے قریب پہنچ گئے پھر میں نے شنکر کے کہنے پر گاڑی چھوڑ دی اور اس کے ساتھ پیدل چل پڑا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم ناہموار راستوں سے گزرنے کے بعد ایک غار میں داخل ہو گئے۔ شنکر اور میرے درمیان کسی قسم کی کوئی گفتگو نہیں ہو رہی تھی۔ جنتا کی طرح وہ بھی اندھیرا ہونے کے باوجود تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا پھر ہم ایک مقام پر پہنچ کر رک گئے، اندھیرے میں مجھے کچھ زیادہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن پھر وہ شاید شنکر کی گندی قوتوں کا چمتکار ہی تھا جس نے غار کے اس حصے کو روشن کر دیا۔ جنتا نے بھی خواب میں غار کو اسی طرح روشن کیا تھا، اب میں صاف طور پر ہر چیز کو بہ آسانی دیکھ سکتا تھا، میرے سامنے وہی کٹورے نما چٹان قدرے نشیب میں موجود تھی جس کے اندر دلدل نظر آ رہی تھی، شنکر کی آنکھیں فاتحانہ انداز میں چمک رہی تھیں، کچھ دیر تک وہ دلدل کو حسرت بھری نگاہوں سے گھورتا رہا پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔ "یہی وہ پوتر استھان ہے جہاں کالکا کی مورتی موجود ہے۔ اب تم اسے شنکر کے لیے حاصل کرو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور حسب سابق گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر دلدل میں ہاتھ گھمانے لگا پھر وہ مورتی میرے ہاتھ آ گئی، میں نے اسے دلدل سے باہر نکالا تو خود مجھے بھی حیرت سے دو چار ہونا پڑا، میرا سیدھا ہاتھ کہنی تک کیچڑ میں سن گیا تھا لیکن کالکا کی مورتی اس طرح صاف و شفاف نظر آ رہی تھی جیسے اسے دلدل سے نکال کر پانی سے دھو لیا گیا ہو۔ شنکر نے دھات کی اس مورتی کو دیکھا تو اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی وہ چٹانوں ہی پر ڈنڈوت کرنے لگا، میں نے جیب سے رومال نکال کر اپنا ہاتھ صاف کیا پھر آستین ٹھیک کر لی۔ کالکا کی مورتی اندھیرے کے باوجود میرے ہاتھ میں دبی چمک رہی تھی، میں نے اسے غور سے دیکھا، وہ ایک حسین عورت کی مورتی تھی جسے نہایت چابکدستی سے تراشا گیا تھا۔

شنکر ڈنڈوت سے فارغ ہو کر اٹھا تو ایک بار پھر مورتی کو للچائی نظروں سے گھورنے لگا۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اس مورتی کو جھپٹ کر میرے ہاتھوں سے چھین لینا چاہتا ہو لیکن کوئی نادیدہ قوت اسے روکے ہوئے تھی۔

"تم چاہو تو اسی وقت مورتی کو حاصل کر سکتے ہو۔" میں نے کالکا کی مورتی کو اس کی جانب بڑھایا تو وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"نہیں۔۔۔" اس نے حسرت بھری آواز سے جواب دیا۔ "ابھی وہ شبھ گھڑی نہیں آئی کہ میں اس مہان مورتی کو ہاتھ لگاؤں۔"

"پھر۔۔۔"

"فی الحال تمہیں اسے اپنے پاس رکھنا ہو گا۔۔۔"

"لیکن پانچ روز بعد۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارا من روپ نگر سے اکتا گیا ہے۔" شنکر نے میری بات سمجھتے ہوئے کہا پھر مورتی کو گھورتے ہوئے بولا۔ "کالکا کی مورتی تمہارے پاس میری امانت ہے۔ اس بات کا دھیان رہے۔"

"مگر۔۔۔"

"تمہیں چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تیزی سے میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "تم دھرتی کے کسی حصے میں رہو، کہیں بھی جاؤ۔ سمے آنے پر شنکر تم سے یہ مورتی حاصل کرے گا۔ آج میرے جنون کی ایک ایسی آشا پوری ہوئی ہے جس کے لیے بڑے بڑے بھگت، پنڈت، پجاری اور گیان دھیان رکھنے والے سپنوں میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے۔"

واپسی پر بھی میں شنکر کی بے چینی کو محسوس کر رہا تھا، اس کی نگاہیں بار بار مورتی کی جانب اٹھ رہی تھیں، وہ بار بار پہلو بدل رہا تھا، کوئی اندرونی جذبہ یا احساس ضرور ایسا تھا جو اسے پریشان کر رہا تھا، میں نے اسے اس کے ڈیرے پر اتارا تو اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"کالکا کے سلسلے میں جنتا نے تم سے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا، اس کی مہان شکتی منش کے من کی تمام خواہشوں کو پل بھر میں پورا کر سکتی ہے پر تو اس کے لیے بھی کچھ جنتر منتر کرنے پڑتے ہیں، دیوی دیوتاؤں کے چرنوں میں بلی چڑھانی پڑتی ہے۔۔۔ یوں جان لو کہ منش کو کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔"

"مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "یہ مورتی میرے پاس تمہاری امانت ہے کہ جب تم سیاہ بادلوں کے پار دیکھنے کے قابل ہو جاؤ تو آ کر اسے لے جانا۔" پھر اس سے پیشتر کہ شنکر کوئی جواب دیتا میں نے گاڑی موڑی اور اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا، اس وقت رات کے پونے دو بجے کا عمل تھا لیکن میرا ملازم احمد علی جاگ رہا تھا۔

"آج تو آپ نے بہت دیر لگا دی۔" اس نے دبی زبان سے پوچھا۔

"ہاں، کچھ ضروری کام تھا۔ تم جا کر آرام کرو۔" میں نے احمد علی سے کہا پھر مورتی کو جو لمبائی میں نو انچ سے زیادہ نہ رہی ہو گی اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر شیشے کے شوکیس میں رکھا اور لباس تبدیل کر کے سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

دن بھر کی ذہنی جنگ اور تکان کی وجہ سے مجھے جلد نیند آ گئی، میں کتنی دیر تک خواب خرگوش کی حالت سے دو…

www.urdukorner.com

…مجھے یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ وہ ایک مترنم آواز ہی تھی جس نے میری نیند میں خلل ڈالا تھا، میں نے اسے دھندلائی آنکھوں سے دیکھا، اس کی بادامی اور خمار آلود نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں، اس کا گداز جسم اور جسم کے نشیب و فراز اتنے حسین اور دلکش تھے کہ میں اس کے سراپے سے نظر نہ ہٹا سکا، وہ سراپا کسی ماہر سنگ تراش کا ایک انمول شاہکار نظر آ رہی تھی، اس کی سیاہ زلفیں اس کے شانوں پر بکھری ہوئی تھیں، آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے، اس کے وجود سے پھوٹتی ہوئی مہک میرے دل و دماغ کو تر و تازہ کر رہی تھی، وہ مجھ سے بس ایک قدم کے فاصلے پر کھڑی مجھے مدھ بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور میں اس کے حسن، اس کی رعنائیوں اور اس کی آنکھوں کے سحر میں ڈوبتا جا رہا تھا، اس کے ہونٹوں پر کھلنے والی مسکراہٹ میرے وجود اور احساسات کو گدگدا رہی تھی۔

"اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو۔" اس کی نشیلی آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

"تم۔۔۔ تم۔۔۔" میں نے رک رک کر کہا۔ "میں شاید تم کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔"

"ہاں۔۔۔ تم ہی وہ قسمت کے دھنی ہو جس نے میرا بھاگ جگا دیا ہے۔" وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ "تم ہی نے میرے شریر کو چھو کر مجھے سوتے سے جگایا ہے۔"

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ سمجھا نہیں۔" میں نے اس کے پیکر کو سراپا گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں کہاں دیکھا تھا۔"

"غور سے دیکھو۔۔۔" وہ زیر لب مسکرائی۔ "تم نے مجھے کالکا کے روپ میں دیکھا تھا۔"

"کالکا۔۔۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ میں کالکا ہوں، مجھے پانے کے لیے اب تک نہ جانے کتنے سنیاسی، بھگت، مہارشی اور پنڈت پجاری اپنا جیون برباد کر چکے ہیں۔" وہ …لہجے میں بولی۔ "بڑے بڑے گیانی میری …ت کرنے کے کارن اپنے جیون سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ …اپنے مقصد میں سپھل نہیں ہو سکا پر تو تمہاری بات…" وہ …ستی خیز انداز میں مسکرائی۔ "تم مجھے سندر لگے تھے …میں نے شنکر کے ذریعے تمہیں اپنے استھان پر بلا لیا۔۔۔ …ہو کر کسی جاپ اور بھگت کے بغیر ہی میں …ہاتھ آ گئی۔"

"لیکن شنکر۔۔۔" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "کیا اسے اس… نہیں ہو گا کہ تم مجھ پر مہربان ہو گئی ہو۔"

"نہیں۔" کالکا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم شاید …ہو کہ شنکر نے تم سے کیا کہا تھا، سیاہ بادلوں کا ایک …اور میرے درمیان پردہ بنا ہوا ہے، وہ پردہ میں نے ہی اس کی نگاہوں کے سامنے تان دیا ہے جب تک میں نہ چاہوں وہ اس پردے کو چاک نہیں کر سکے گا۔"

"لیکن۔۔۔ تم مجھ پر کس لیے مہربان ہو گئی ہو۔۔۔"

"میں نے کہا نا کہ تم مجھے سندر لگے تھے، اسی کارن میں تمہیں اس دھرتی کا سب سے بلوان منش بنانے کو تمہارے پاس آئی۔" کالکا کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

"اور۔۔۔ اور اگر میں بلوان نہ بننا چاہوں تو۔۔۔" میں نے کسمساتے ہوئے سوال کیا۔

"اب تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔" اس نے مجھے پیار سے گھورتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اب صرف وہی ہو گا جو میں چاہوں گی۔"

"لیکن۔۔۔"

"مورکھوں جیسی باتیں مت کرو۔۔۔" اس نے تیزی سے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم ابھی کالکا کی مہان شکتی سے پوری طرح جانکاری نہیں رکھتے۔ میں جو چاہتی ہوں وہ اوش پورا ہوتا ہے، اس دھرتی کی کوئی شکتی کالکا سے زیادہ مہان نہیں ہے۔"

"ہاں۔۔۔ جنتا اور شنکر دونوں نے مجھ سے یہی کہا تھا۔"

"ابھی تم نے صرف کالکا کو دیکھا ہے، اس کی شکتی کا چمتکار دیکھو گے تو تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی پر تو ایک بات کا دھیان رکھنا۔۔۔ مجھ سے چھل کپٹ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"مگر۔۔۔ میں روپ نگر سے دور جانا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا یہ ممکن ہو گا۔"

"تمہارے من میں جو دھیان بھی آئے گا وہ اوش پورا ہو گا۔" کالکا نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ "میری مانو تو اس ملازمت سے ہاتھ کھینچ لو، اتنی چھوٹی حیثیت تمہیں شوبھا نہیں دیتی۔"

"مگر۔۔۔ پھر کیا کروں؟"

"یہ تم اپنی کالکا پر چھوڑ دو۔۔۔" اس کی نگاہوں میں مستی کے ساغر چھلک اٹھے، اس نے اپنی نرم انگلیوں سے میرے بالوں کو چھیڑا تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں زیرو پاور کا بلب روشن تھا، وہاں میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا، جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ خواب تھا، ایک حسین خواب تھا لیکن جب میں نے اپنے دل کی تسلی کی خاطر شوکیس کی سمت دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میں نے تیزی سے اٹھ کر شوکیس کا کونا کونا کھنگال ڈالا لیکن کالکا کی مورتی وہاں موجود نہیں تھی۔۔۔

کالکا کی مورتی کو گم دیکھ کر میں بری طرح بوکھلا گیا، اس کی آواز کے گھنگرو اور نرم انگلیوں کا لمس جس نے میرے وجود کو گدگدانے پر مجبور کر…

www.urdukorner.com

رہا تھا' شوکیس اسی طرح بند تھا جس طرح میں نے اسے بند کیا تھا۔ خواب گاہ کے دروازے بھی اندر سے مقفل تھے' ایسی صورت میں اس مورتی کا غائب ہو جانا میرے لیے کچھ کم پریشانی کا باعث نہ تھا۔

"شنکر۔" میرے ذہن میں اس دبلے پتلے' دراز قد اور منحنا کرو جیتے والے منحوس پجاری کا تصور ابھر آیا جس کے نام ہی سے روپ نگر کے لوگ کتراتے تھے' جس طرح کالکا کی مورتی غائب ہوئی تھی بالکل اسی طرح میری الماری کے بند سیف سے اوم پرکاش کی اہم فائل گم ہوئی تھی۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں شنکر کے خلاف نفرت کا غبار ابھرا لیکن پھر میں نے خود ہی اس خیال کی نفی کر دی۔ اگر شنکر کالکا کی مورتی کو اس طرح پراسرار انداز میں غائب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوتا تو اسے دلدل سے نکالنے کی خاطر میری خدمات بھی مستعار نہ لیتا۔

"پھر۔۔۔ کالکا کی وہ مورتی کہاں گئی۔۔۔" میرے ذہن میں یہ سوال بازگشت بن کر گونج رہا تھا' ابھی میں اس سوال کے جواب کے لیے الجھ ہی رہا تھا کہ خواب گاہ میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور میں اس طرح چونک اٹھا جیسے کچی نیند سے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔ میں نے گھڑی کی سمت نظر اٹھائی۔ اس وقت صبح کے سوا چار کا عمل تھا۔ "اتنی صبح کون فون کر سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے سوچا پھر تیسری گھنٹی پر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔۔۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اے' ایس پی شہباز خان۔"

"میں تمہارا سیوک بول رہا ہوں صاحب بہادر۔" دوسری جانب سے شنکر کی منمناتی ہوئی مکروہ آواز سنائی دی تو ایک بار پھر دل میں یہی وسوسے جاگ اٹھے کہ کالکا کی مورتی کی گمشدگی میں اسی منحوس کا ہاتھ شامل ہے۔

"اتنی صبح فون کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔" میں جماہی لیتے ہوئے بولا۔ "خواہ مخواہ سوتے سے جگا دیا۔"

"تم سو رہے تھے۔۔۔ بڑے اچنبھے کی بات ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔" میں نے چڑ کر کہا۔ "کیا تمہارا خیال ہے کہ رات جاگنے کے لیے ہوتی ہے۔"

"ہاں۔۔۔ کالکا کی مہان مورتی جس بھاگوان کے ہاتھ لگ جائے پھر اس کی آنکھوں میں نیند کہاں باقی رہ جاتی ہے۔" شنکر نے ٹھنڈی سسکاری لیتے ہوئے کہا۔ "تم قسمت کے دھنی ہو جو کالکا کی مورتی تمہارے پاس ہے اور میں۔۔۔"

جس دیش میں گنگا بہتی ہے۔ اس
دیش کے پراسرار بت خانوں کے
دوش پر بت کے مندروں
بھارت کے ہوس پرست پجاریوں
خفیہ عشرت گاہوں اور بند حیا
کے خطرناک جنگلوں میں ایک پاکستانی
نوجوان کے حیرت انگیز ایڈونچر
سفر کی سچی داستان۔

گنگا کے پجاری ناگ

اے حمید کے ایڈونچرس قلم سے

حصہ اول

حصہ دوئم

مکتبہ القریش

اردو بازار۔ لاہور

www.urdukorner.com

"تمہیں کیا ہوا۔۔۔"

"میں اس کے درشن کے خیال سے ابھی تک کروٹیں بدل رہا ہوں۔"

"کیا۔۔۔" میں نے کسی فوری خیال سے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اپنے گھر سے فون کر رہے ہو۔"

"نہیں سرکار۔۔۔ سیوک اس سے کہیں اور سے بول رہا ہے۔" شنکر نے سرد آہ بھری۔ "جب سے کالکا رانی کو تم نے حاصل کیا ہے۔ میرا سکھ چین سب ختم ہو گیا ہے۔ کاش اس سمے میرے پاس ہوتی۔"

"تم چاہو تو اسی وقت آ کر اسے لے جاؤ۔" میں نے خالی شوکیس کی جانب دیکھتے ہوئے شنکر کو ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ "مجھے تمہاری کالکا رانی یا اس کی مہان شکتیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"اس لیے کہ تم اس کے بارے میں پوری جانکاری نہیں رکھتے۔"

"مجھے اس کے بارے میں زیادہ جاننے کی خواہش بھی نہیں ہے۔" میں سپاٹ لہجے میں بولا۔ "میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔ اب تم جانو اور تمہاری کالکا۔"

"مہاراج۔۔۔" شنکر نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ "میری ایک بات مانو گے؟"

"کہو۔۔۔"

"اگر تم اگلے پورن ماشی کے چاند تک اور رک جاؤ تو میرے وارے نیارے ہو سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"مجھے وشواس ہے کہ سیاہ بادلوں کو اپنے اور کالکا رانی کے بارے بتانے میں مجھے زیادہ سمے نہیں لگے گا۔" شنکر نے کہا۔ "مجھے دیوی دیوتا آس کو خوش کرنے کے لیے پندرہ برس پہلے کسی ویرانے میں منڈل کے اندر دھونی مار کر ایک جاپ کرنا ہو گا' اس کے بعد راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔"

"شنکر۔۔۔" میں نے نفرت آمیز آواز میں جواب دیا۔ "کیا تم مجھے کچھ کر بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں سرکار۔۔۔" اس نے وضاحت چاہی۔ "پہلے دن تم نے کالکا کے جنتر منتر اور منڈپ منڈل کے اور اپنے درمیان منڈلاتے ہوئے سیاہ بادلوں کا بھید جاننے کے لیے مجھے اس کام کے لیے بھی منتخب نہ کرتے۔ کیا تم نے اس بات کا اقرار نہیں کیا تھا کہ میرا کھوج لگانے کی خاطر تمہیں جنگل جنگل اور بستی بستی خاک چھاننی پڑی تھی۔"

"۔۔۔ میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن ہر شخص اپنے سپنوں کو پورا کرنے کی خاطر ہاتھ پاؤں ضرور مارتا ہے' دیوی دیوتا اگر مہربان ہو جائیں تو سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔"

"یہ مت بھولو شنکر کہ تم نے مجھے کیا وچن دیا تھا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "ٹھیک پانچ روز بعد میں روپ نگر سے دور چلا جاؤں گا اور تم میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"ہاں۔۔۔ میں نے یہی وچن دیا تھا پرنتو۔۔۔"

"شنکر۔۔۔" یکلخت میرا لہجہ سرد اور خشک ہو گیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم سفلی علم کے ماہر ہو لیکن میں بھی اپنی دھن کا پکا ہوں' میں نے اپنی والدہ سے جو وعدہ کیا ہے اسے ہر حال میں پورا کروں گا خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔"

"آج بڑے اونچے سُروں میں بات کر رہے ہو مہاراج۔۔۔ کیا شنکر کو بالکل ہی بھول گئے۔"

"کالکا میرے پاس تمہاری امانت ہے' تم جب چاہو اسے واپس لے سکتے ہو لیکن میں نے بھی جو فیصلہ کر لیا ہے وہ اپنی جگہ اٹل ہے۔"

"اگر شنکر نہ چاہے تو اس کی اچھیا کے بغیر کوئی پتا بھی اپنی جگہ سے نہیں سرک سکتا' پر تو تمہاری بات اور ہے میں نے تمہیں بچن دیا ہے اس لیے تمہارا راستہ کاٹنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پر تم کو بھی اپنا وچن یاد رکھنا ہو گا۔۔۔۔۔ کالکا رانی کے سلسلے میں تم شنکر کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کرو گے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔۔۔۔۔" شنکر کے لہجے میں دھمکی تھی۔

"کل کیا ہونے والا ہے یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔" میں نے اس بار سرد لہجے میں کہا پھر دوسری جانب سے جواب کا انتظار کیے بغیر سلسلہ منقطع کیا اور ریسیور کریڈل سے ہٹا کر نیچے رکھ دیا مبادا مجھے شنکر کی مزید حماقتوں سے دوچار ہونا پڑے۔

فون بند کرنے کے بعد میں نے دوبارہ شوکیس کی سمت نظر اٹھائی' کالکا کی مورتی اس وقت بھی اپنی جگہ نہیں تھی' نیند کا خمار میرے پپوٹوں کو بوجھل کر رہا تھا چنانچہ میں نے ہر شے سے بے نیاز ہو کر خود کو بستر پر گرا دیا اور آنکھیں بند کر لیں پھر مجھے کب نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ جب میں نیند کی آغوش میں ہلکورے کھا رہا تھا اس وقت کسی کی نرم انگلیاں آہستہ آہستہ میرے بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں' مجھے تھپک تھپک کر سلا رہی تھیں اور میرا ذہن نیند کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

دوسری صبح حسب معمول احمد علی نے مجھے جگانے کی خاطر

www.urdukorner.com

دروازے پر دستک دی تو میں جماہی لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ اس وقت صبح کے ساڑھے آٹھ کا عمل تھا۔ بستر سے نیچے اترتے ہوئے میری نگاہ یونہی غیر اختیاری طور پر شوکیس کی جانب اٹھی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔

کاکا کی مورتی ٹھیک اسی جگہ موجود تھی جہاں میں نے اسے رکھا تھا۔ اس کے چہرے کی تراش خراش ہو بہو اس حسین دوشیزہ سے ملتی جلتی تھی جسے میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا تھا۔ میرے ذہن میں ایک سوال بڑی شدت سے بار بار ابھر رہا تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا تھا کیا وہ محض ایک خواب تھا یا ایک پراسرار اور حیرت انگیز حقیقت؟

*

دوسری صبح میں دفتر پہنچا تو ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام نے مجھے بتایا کہ اے، سی، ایم راکیش ورما دوبار مجھے فون کر چکے ہیں کوئی ضروری کام ہے۔ میں نے کرسی پر بیٹھ کر ایک لمحہ سکون کا سانس لیا پھر راکیش ورما کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ایک منٹ بعد ہی وہ لائن پر تھے۔

"آپ نے مجھے یاد کیا تھا؟" میں نے رابطہ قائم ہونے کے بعد دریافت کیا۔

"ہاں۔" راکیش ورما نے جواب دیا۔ "آپ روپ نگر سے واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"جی ہاں......"

"کیس تیار ہو گیا ہے یا چھٹی پر جانے کا ارادہ ہے؟"

"فی الحال تو چھٹی پر جانے کا خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا چھٹی منظور ہو گئی ہے؟"

"جی نہیں۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "گھر جانے سے پہلے میڈیکل دے کر جاؤں گا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"بس یہ سمجھ لیجئے کہ اب روپ نگر سے دل بھر گیا ہے۔"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ابھی حشمت خان کے کیس کا فیصلہ نہیں ہوا۔" دوسری جانب سے سنجیدگی سے کہا گیا۔ "اس کیس کے نمٹنے تک آپ کا یہاں موجود رہنا بہت ضروری ہے۔"

"میں نے رام دیال کو انکوائری آفیسر مقرر کر رکھا ہے، وہ میری غیر موجودگی میں بھی پیشیاں بھگتا رہے گا۔"

"لیکن اس کے باوجود آپ کی موجودگی ضروری ہے۔"

"مجھے افسوس ہے جناب میں اپنا فیصلہ ملتوی نہیں کر سکتا۔"

"اور اگر مقامی ڈاکٹر آپ کو سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر

"میری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" میں نے پروائی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ویسے میرا خیال تھا کہ اگر آپ رک جا بہتر تھا۔"

"میری غیر موجودگی سے کیا فرق پڑ جائے گا۔" میں سنجیدگی سے پوچھا۔

"کبھی کبھی غلط فہمی کی بنا پر فرقہ وارانہ فساد بھی پھوٹ ہیں۔" راکیش ورما نے کہا۔ "ایک طرف خان والا موت کی وجہ سے بہت جذباتی ہو رہا ہے اور دوسری جانب نے رام دیال کو تفتیشی افسر مقرر کر دیا ہے۔ میرا خیال آپ میرا مقصد سمجھ رہے ہوں گے۔"

"حشمت خان کے کیس کی پیشی کب ہے۔" میں نے پوچھ لیا۔

"تین روز بعد۔"

"اس وقت تو میں بہرحال موجود رہوں گا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا رامو سپیرا اور اونکار ناتھ پیشی پر اپنے جرم کا اقرار کر لیں گے۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔"

"مسٹر شہباز ...... آپ شاید رامو کے بارے میں نہیں جانتے ...... اسے خاص طور پر شنکر کی پشت پنا ہے، اس کے علاوہ بھی وہ پیدائشی سپیرا ہے اور بہت ہے۔ آسانی سے اپنے جرم کا اقبال نہیں کرے گا۔ اس پر جانب تحصیل دار اونکار ناتھ کے فیصلے کا بھی وارد مقامی لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ کے مقابلے پر......"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" میں نے لہجے میں کہا۔ "ویسے آپ کا ذاتی خیال کیا ہے، کیا اونکار ناتھ سزا سے بچ جائیں گے؟"

"اس کا فیصلہ تو گواہی اور شہادت کی بنیاد پر ہو وقت کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"بہرحال اس بات کو تو آپ بھی مانتے ہیں کہ لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ سوال تو مجھے کم عرصے میں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ ہر شکل کے پلید عمل کا ماہر ہے بلکہ اچھی خاصی جمائی بازی بھی پلٹ سکتا ہے۔ اگر ساتھ ہے تو پھر فیصلہ بھی رامو کے حق میں ہو گا۔ میں ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" دوسری جانب سے دیا گیا لیکن میں اس بات کو محسوس کیے بغیر نہ راکیش ورما مجھے بھی حشمت خان کے کیس میں

مگر کیوں؟ میں ابھی اس کیوں کے بارے میں حالات کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے چوتھی گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا۔

"اے، ایس، پی شہباز خان اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں سپاٹ آواز میں کہا۔

"آئی جی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔" دوسری جانب سے آئی جی صاحب کے پی اے نے کہا پھر ہمارا براہ راست رابطہ قائم ہو گیا۔

"گڈ مارننگ سر......"

"مارننگ۔" آئی جی نے جس کا نام وجے چندر تھا ٹھوس لہجے میں جواب دیا پھر کسی تمہید کے بغیر پوچھا۔ "مجھے خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ میڈیکل گراؤنڈ پر روپ نگر سے جانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"یس سر......" میں نے بغیر جھجکے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا بیماری ہے آپ کو۔" تلخ لہجے میں پوچھا گیا۔

"میں ذہنی طور پر کچھ اپ سیٹ ہوں جناب اس لیے۔"

"آئی ایم سوری۔" میرا جملہ مکمل ہونے سے پیشتر ہی دوسری جانب سے کہا گیا۔ "فی الحال آپ کی چھٹی منظور نہیں کی جا سکتی۔"

"ایسی صورت میں مجھے مجبوراً ملازمت سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔" میں نے تیزی سے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے...... آپ اپنا استعفیٰ بھجوا دیں، میں اس پر غور کروں گا لیکن اس کی منظوری تک آپ کو روپ نگر ہی میں ڈیوٹی دینی ہو گی...... اٹ از مائی آرڈر۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن اس کا موقع نہیں ملا چنانچہ میں نے جھلا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ روپ نگر سے میری روانگی کی اطلاع شنکر کے سوا کسی اور کو نہیں تھی، اس نے مجھ سے ضد کی تھی کہ جب تک وہ سیاہ بادلوں کے اس پار نہ دیکھ لے میں روپ نگر میں قیام کروں لیکن میرے انکار کے بعد اس نے دوسرے ذرائع سے میری ناکہ بندی کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ شنکر ہی کے ذریعے میری روانگی کی بھنک راکیش ورما کے کان تک پہنچی ہو گی پھر اس کا علم آئی جی کو ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے فوری طور پر بھی استعفیٰ لکھ کر آئی جی آفس تک پہنچا دیا پھر بھی دفتری کارروائی میں پندرہ بیس روز ضرور صرف ہو جائیں گے جبکہ میں روز کے اندر اندر ہر قیمت پر روپ نگر چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

میری طبیعت پر جھنجھلاہٹ سی طاری تھی، میں نے اپنی والدہ سے تھا اسے ہر قیمت پر پورا کرنے کا تہیہ کر چکا تھا لیکن

کچھ لوگ یقیناً کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت مجھے روپ نگر میں روکنے پر بضد تھے، میرے خیال میں اس کوشش میں شنکر کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل تھا۔ وہ کاکا کی خاطر سب کچھ کر سکتا تھا۔ کاکا کے حصول کی خاطر برسوں بعد اس نے میرا کھوج لگایا تھا پھر وہ اتنی آسانی سے مجھے فراموش کس طرح کر سکتا تھا؟ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی کرتا لیکن میں نے اب اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔ میرے خیال کے مطابق شنکری میرے راستے کی دیوار بن رہا تھا، میرا دل چاہا کہ اسی وقت دفتر سے نکلوں اور شنکر کے ڈیرے پر جا کر اس کا ناپاک جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں خواہ اس کے بعد مجھے پھانسی کا پھندا ہی کیوں نہ قبول کرنا پڑے۔ میں ابھی اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال نے اندر داخل ہو کر سلیوٹ کیا پھر میرا اشارہ پا کر میرے سامنے پڑی خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کوئی خاص اطلاع......؟" میں نے سرسری طور پر سوال کیا۔

"خبر زیادہ اچھی نہیں ہے جناب۔"

"کیا مطلب؟"

"اونکار ناتھ پولیس لاک اپ میں مردہ پایا گیا ہے۔" انسپکٹر بدر اقبال نے کہا۔ "اس کا پورا جسم نیلا ہو رہا ہے، رام دیال کا خیال ہے کہ اسے کسی طرح زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

"اوہ نو......" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ پولیس لاک اپ میں اونکار ناتھ کا مردہ پایا جانا میری راہ میں ایک اور رکاوٹ بن سکتا تھا، میں اسی وقت بدر اقبال کے ساتھ پولیس اسپتال روانہ ہو گیا جہاں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ تیار کرنے کے بعد مجھے یہی بتایا گیا کہ مرنے والے کے جسم میں سانپ کا مہلک زہر پایا گیا ہے۔ پولیس لاک اپ جا کر میں نے وہاں تعینات عملے سے بھی باز پرس کی لیکن یہ معلوم نہ کر سکا کہ سانپ کا زہر کس طرح اونکار ناتھ کے جسم کے اندر داخل ہوا۔ لاک اپ میں میں نے رامو سپیرے سے بھی ملاقات کی جو ایک علیحدہ کوٹھڑی میں قید تھا، مجھے دیکھ کر وہ جس معنی خیز انداز میں مسکرایا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے میری پریشانی کی وجہ معلوم ہو چکی تھی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ کر میرا غصہ اور تیز ہو گیا۔

"تین روز بعد عدالت میں تمہاری پیشی ہے۔ تم حشمت خان کو قتل کرنے کے الزام سے بری نہیں ہو سکو گے۔"

"اس کا فیصلہ تو آنے والا کل کرے گا۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "کل کیا ہو گا اس کا علم دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی اور کو نہیں ہو گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ اونکار ناتھ کی موت میں بھی تمہارا گندہ ہاتھ کسی نہ کسی ذریعے سے شامل ہے۔" میں نے اسے نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کی خاطر کہا۔ "اس کے جسم سے بھی ویسا زہر ملا

www.urdukorner.com
www.urdukorner.com

ہے جس کے ذریعے حشمت خان کی موت واقع ہوئی تھی۔"

"اگر آپ میرا گندہ ہاتھ شامل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کو اپنے ایک آدمی کی قربانی بھی دینی ہوگی۔"

"کیا مطلب......"

"ظاہر ہے کہ وہ زہر اونکار ناتھ کے شریر تک پہنچانے میں آپ ہی کے کسی کارندے نے میری مدد کی ہوگی۔" وہ زہر خند لہجے میں بولا۔ "میں نے دیوار توڑ کر تو وہ زہر وہاں تک نہیں پہنچایا ہوگا اور پھر لاک اپ میں بند ہونے کے بعد میں وہ زہر کہاں سے لا سکتا ہوں۔ اس پر بھی غور کیا ہے سرکار نے؟"

رامو جو کچھ کہہ رہا تھا اس میں وزن تھا' پہلی بات تو یہ تھی کہ وہ زہر رامو کو کس طرح دستیاب ہوا' پھر اسے اونکار ناتھ تک کس نے پہنچایا؟ یقیناً" وہ کوئی پولیس ہی کا کارندہ ہو سکتا تھا جس نے اس سازش میں سب سے اہم رول ادا کیا ہوگا۔

"یہ روپ نگر ہے سرکار۔" رامو نے میری خاموشی کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "یہاں مسان بھٹیاں اس قسم کا چمتکار دکھاتی رہتی ہیں جن کا کوئی کھوج نہیں ملتا...... آپ رام پرکاش کی موت کو ہی لے لیجئے۔ قانون نے ہزاروں قلابازیاں کھائیں لیکن ابھی تک اس کی موت کا کوئی کارن نہیں معلوم ہو سکا......"

"لیکن یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ حشمت خان کی موت میں تمہارا ہی ہاتھ شامل ہے۔" میں دانت پیستے ہوئے بولا۔ "تم دبی زبان میں اس کا اقرار بھی کر چکے ہو۔ تمہارا بیان پولیس کے ریکارڈ پر موجود ہے۔"

"اس کاغذ کے پرزے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی سرکار۔" رامو نے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ "پولیس کی ڈنڈا ڈولی اور مار پیٹ سے بچنے کی خاطر اس قسم کا بیان دینا ہوتا ہے لیکن عدالت میں پہنچنے کے بعد سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ وہاں نئے سرے سے بیانات اور گواہی شہادت ہوتی ہے اور کوئی اتنا مورکھ نہیں ہوتا کہ خود اپنے ہاتھوں سے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لے۔ رامو نے تو دنیا میں بہت کچھ دیکھ رکھا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم کس کے بل بوتے پر اچھل رہے ہو۔" میں نے اسے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اور تم اس کی شکتی کا تماشا بھی دیکھ چکے ہو......" وہ دیدے نچا کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"شٹ اپ......" میں نے ہاتھ میں دبے بید کو پوری قوت سے ننگے پر مارا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے دفتر میں آ گیا۔ انسپکٹر بدر اقبال بدستور میرے ساتھ تھا۔

"میرا خیال ہے جناب کہ اونکار ناتھ کی موت کسی سوچی سمجھی سازش کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔" بدر اقبال نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد سنجیدگی سے کہا۔ "اور یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ سانپ کا زہر خورد و نوش کی کسی اشیا میں ملا کر اونکار ناتھ تک پہنچایا گیا ہوگا۔"

"اور اس میں پولیس کے عملے کے کسی آدمی کا ہاتھ بھی ضرور شامل ہوگا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا' میرے ذہن میں رہ رہ کر شنکر کا منحوس تصور ابھر رہا تھا۔ مجھے روپ نگر میں روکنے کی خاطر یقیناً" وہی میرے راستے مسدود کر رہا تھا اور جیسے جیسے لمحے گزر رہے تھے میری الجھنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ راکیش ورما اور آئی جی سے گفتگو کرنے کے بعد بھی میں اپنے اسی فیصلے پر قائم تھا کہ روپ نگر کو چار روز بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دوں گا لیکن اونکار ناتھ کی پولیس لاک اپ میں موت نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حالات کے پیش نظر اب اس وقت تک میرا رکنا ضروری ہو گیا تھا جب تک اونکار ناتھ کی موت کا معاملہ حل نہیں ہو جاتا' رامو کی لچھے دار اور معنی خیز گفتگو نے میرے ذہن میں شنکر کے خلاف اور بھی زہر بھر دیا تھا۔

دن بھر میں بدلتے حالات کے بارے میں سوچتا رہا' میں نے انسپکٹر بدر اقبال کے علاوہ پولیس چوکی کی باقی تمام نفری کو بھی سخت ہدایت کر دی تھی کہ رامو سپیرے پر کڑی نگرانی رکھی جائے اور اسے ایک لمحے کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ رام دیال چونکہ حشمت خان کیس کا انکوائری آفیسر تھا اس لیے وہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی پریشان تھا۔

میں شام کو دفتر سے گھر جانے کے لیے نکلا تو حسب دستور [illegible] اور موہن لال میرے ساتھ تھے' اس روز چونکہ ڈرائیور چھٹی پر تھا اس لیے گاڑی میں خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا' کچھ دیر تک راستہ خاموشی سے گزرا پھر موہن لال نے دبی زبان میں کہا۔

"یہ بیٹھے بٹھائے اونکار ناتھ کی موت ہمارے لیے مصیبت بن گئی۔"

"پولیس کی ملازمت میں اس قسم کے حادثات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔" میں نے سڑک پر نظریں جمائے جمائے کہا۔

"آپ کا شبہ کس پر ہے صاحب؟"

"کسی پر بھی نہیں......"

"آپ بڑے دیالو اور بھلے مانس ہیں جو ایسا کہہ رہے ہیں ورنہ......"

"ورنہ کیا......" میں نے وضاحت کی۔

"ہر محکمے میں کچھ کالی بھیڑیں بھی ضرور ہوتی ہیں سرکار جو دھن دولت کی لالچ میں آ کر اپنا دھرم ایمان سب کچھ بیچ دیتی ہیں۔"

"تمہارا اشارہ کس کی سمت ہے؟" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو لیکن اگر اونکار ناتھ کی

www.urdukorner.com

موت میں ہمارے کسی آدمی کا ہاتھ ہے تو وہ سپاہی رام پرشاد کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا......"

میں موہن لال کی بات سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا اس لیے کہ ڈیوٹی رجسٹر کے اعتبار سے جس وقت اونکار ناتھ کی موت واقع ہوئی تھی اس وقت رام پرشاد ڈیوٹی پر تھا۔

"تم اتنے یقین کے ساتھ رام پرشاد کا نام کیسے لے سکتے ہو؟" میں نے موہن لال کو کریدنے کی خاطر سوال کیا۔

"میں اسے دس سال سے جانتا ہوں مالک اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی رامو سپیرے کے ساتھ ہمیشہ بہت گاڑھی چھنتی ہے۔"

"آئی سی......" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھ سے جو بات کہہ دی ہے اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا ورنہ خواہ مخواہ آپس میں دشمنی ہوگی......"

"جیسا حکم سرکار۔" موہن لال نے نہایت فرماں برداری سے جواب دیا پھر راستے بھر ہمارے درمیان کوئی اور بات نہیں ہوئی۔

بنگلے پہنچ کر میں کمر سیدھی کرنے کے ارادے سے لیٹا ہی تھا کہ دھرم داس کا فون آ گیا' انہوں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں اونکار ناتھ کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میں نے حقیقت بیان کی تو بولے۔

"جو بھی ہوا اچھا نہیں ہوا......"

"میں سمجھا نہیں......"

"اونکار ناتھ کے گھر والے تمہارے خلاف باقاعدہ جلوس نکالنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں' ان کا خیال ہے کہ وہ مرا نہیں بلکہ اسے جان بوجھ کر مارا گیا ہے۔" دھرم داس نے مجھے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "لالہ بنارسی کے علاوہ دوسرے تمام لوگ بھی تمہارے خلاف زہر اگل رہے ہیں' بات اوپر تک جا پہنچی ہے' لوگوں میں سخت اشتعال پایا جاتا ہے' ڈر ہے کہیں فرقہ وارانہ فساد نہ پھوٹ پڑے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا میں نے اونکار ناتھ کو قتل کیا ہوگا۔"

"میرے سوچنے یا نہ سوچنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم روپ نگر کے لوگوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو' یہ تن کے اجلے ہیں تو من کے اتنے ہی کالے بھی ہیں۔ تمہیں شاید یاد ہو میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ روپ نگر کی فضا تمہیں راس نہیں آئے گی۔ یہاں کے مقامی ہندو اپنے اوپر کسی مسلمان افسر کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کی کرسی ہلانے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیتے ہیں' اونکار ناتھ کی موت ایک بڑے حادثے سے کم نہیں ہے' تحصیل کے سارے بڑے ہندو آپس میں سر جوڑے بیٹھے تمہارے خلاف دنگا فساد کھڑا کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں' خاص طور پر لالہ بنارسی اور منوہر لوگوں کو تمہارے خلاف بھڑکانے میں پیش پیش ہیں۔ اونکار ناتھ کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری تحصیل کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل رہی ہے' کچھ بڑے زمینداروں نے تو آئی جی تک بات پہنچا دی ہے۔"

"پھر آپ کا کیا مشورہ ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سے پہلے کہ آگ کے شعلے بلند ہوں تم روپ نگر سے دور نکل جاؤ؟"

"نہیں...... اب یہ ممکن نہیں ہے۔" میں نے دھرم داس کو راکیش ورما اور آئی جی سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں اگر میں یہاں سے چلا گیا تو لوگ مجھے مجرم سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے۔"

"میں آئی جی کے بارے میں تو یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا پر تو اتنا ضرور جانتا ہوں کہ روپ نگر میں تمہارا سب سے بڑا دشمن راکیش ورما ہے۔ اسی نے لوگوں کے دماغ میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ تم چونکہ مسلمان ہو اس لیے تم نے حشمت خان کی موت کا حساب چکتا کرنے کے لیے اونکار ناتھ کو راستے سے ہٹا دیا۔ صورت حال کسی وقت بھی باہر ہو سکتی ہے۔"

"لا اینڈ آرڈر کی پوزیشن پیدا ہونے کی صورت میں مجھے کچھ جوابی کارروائی تو کرنی ہوگی۔" میں نے اس بار ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"سپنوں کی بات مت کرو شہباز خان۔" دھرم داس نے تیزی سے کہا۔ "اول تو تمہارے پاس پولیس کی اتنی نفری نہیں ہے کہ تم کوئی جوابی کارروائی کر سکو اور اگر تمہارے عملے میں دو تین مسلمان ہیں بھی تو ان میں سے کوئی بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ تم کو شاید علم نہیں آج سے آٹھ دس سال پہلے بھی روپ نگر میں ایسا ہی ایک فساد ہوا تھا اور بلوائیوں نے بے شمار بے گناہ مسلمانوں کے گھر پھونک ڈالے تھے۔ ایک عرصے تک دونوں فرقوں میں تناؤ اور کھینچا تانی رہی تھی پھر کہیں جا کر بڑی مشکلوں سے حالات سازگار ہوئے تھے۔"

"ایسی پوزیشن میں تو ہنگامے کو ختم کرنے کی بس ایک ہی صورت ممکن ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"میں جلوس کے سامنے جا کر اس بات کا اقرار کر لوں کہ اونکار ناتھ کو میں نے ہی جان بوجھ کر قتل کیا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"جو لوگ مشتعل ہیں وہ میری تکا بوٹی کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں گے۔"

"حماقت کی بات مت کرو۔" دھرم داس نے کہا۔ "میں تمہارے پتا کا پرانا متر ہوں' اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو انہیں کیا منہ

www.urdukorner.com

دکھاؤں گا۔ ابھی تمہارے پاس سے باقی ہے۔ میرا کہا مانو اور خاموشی سے روپ نگر سے دور چلے جاؤ' بعد میں جو ہوگا اسے دیکھ لیا جائے گا۔"

"میں آپ کے مشورے کا شکر گزار ہوں مگر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ میں پٹھان ہوں۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "پٹھان اپنی زندگی تو داؤ پر لگا سکتا ہے لیکن اپنے بچاؤ کی خاطر دوسرے بے گناہوں کی موت کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"تم خاموشی سے اسی وقت میرے گھر آجاؤ۔"

"اور مجرموں کی طرح چھپ کر بیٹھ جاؤں......؟ نہیں دھرم داس جی' میں ایسا نہیں کر سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اب مجھے جو کچھ کرنا ہے وہ اپنی مرضی کے مطابق کروں گا۔"

میں نے اپنا جملہ مکمل کرتے ہی فون بند کر دیا اور ریسیور کو نیچے رکھ دیا تاکہ کوئی دوسری کال میری پریشانیوں میں مزید اضافہ نہ کرے۔ دھرم داس نے مجھے جو اطلاع دی تھی وہی میرے لیے کافی تھی' میرے ذہن میں ایک بار پھر شنکر کا منحوس تصور ابھر آیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل یہی گواہی دے رہا تھا کہ ان تمام ہنگاموں کی پشت پر اسی کی خباثت کام کر رہی ہے۔ وہ مجھے روپ نگر سے باہر جانے سے روکنا چاہتا تھا اسی لیے اس نے میرے چاروں طرف خاردار باڑھ کھینچ دی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر مجھے اونکار ناتھ کا قاتل نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا لیکن یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب مجھے اپنی صفائی کا موقع دیا جاتا' جلسے اور جلوسوں میں ہونے والی ہڑبونگ اس بات کی تمیز نہیں کرتی کہ کون مجرم ہے اور کون بے گناہ' جو بھی زد پر آجاتا ہے اسی کا صفایا کر دیا جاتا ہے۔ مشتعل افراد جب آتش فشاں کے لاوے کے مانند بپھر کر آگے بڑھتے ہیں تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ جب تک سچ اور غلط کے فیصلے کا وقت آتا ہے اس وقت تک ان گنت بے قصور افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

میں کسی زخمی درندے کی طرح اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا' روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہونے کے باوجود اس وقت مجھے دوسروں کی جان بچانے کے بجائے خود اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے' میں چاہتا تو دھرم داس کے مشورے پر عمل کر کے روپ نگر کی تحصیل سے نکل سکتا تھا لیکن میں چونکہ چور نہیں تھا اس لیے چوروں کی طرح پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کرنے کو آمادہ نہیں تھا۔ میرے ذہن میں گرم آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے' میرے کان خواب گاہ کی دہلیز پر لگے تھے جہاں سے کسی لمحہ بھی

میرا پرانا اور وفادار ملازم احمد علی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہو' مجھے یہ خبر سنا سکتا تھا کہ میری رہائش گاہ کو بلوائیوں نے پوری طرح اپنے نرغے میں لے لیا ہے اور تیل چھڑک کر اس پر اسے آگ لگانے کی تاک میں ہیں کہ میرے پاس بچاؤ کا راستہ نہ رہے اور میں بھڑکتی آگ کے شعلوں میں جل بھن کر خاک ہو جاؤں۔

موت کے تصور سے میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا' میں نے تیزی سے لپک کر اپنا سروس ریوالور اٹھا لیا۔ چیمبر میں پورے چھ گولیاں موجود تھیں' مجھے ایک لمحے کو طمانیت کا احساس ہوا پھر خود اپنے آپ پر ہنسی آگئی' ریوالور کی چھ عدد گولیاں کتنی دیر تک میری زندگی کا تحفظ کر سکتی تھیں' میں نے کچھ عجیب مضحکہ خیز نظروں سے لوہے کے اس بے جان کھلونے کو دیکھا پھر اسے واپس بستر کی جانب اچھال دیا۔

اچانک میری نظر خواب گاہ میں رکھی ہوئی راکنگ چیئر پر پڑی جو اس طرح آگے پیچھے جھول رہی تھی جیسے کوئی اس پر بیٹھا باقاعدہ لطف اندوز ہو رہا ہو' میں آسیب اور بھوت پریت کا قائل نہیں ہوں لیکن اس وقت کرسی کو جھولتا دیکھ کر ایک لمحے کو میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر کسی فوری جذبے کے تحت میں نے شوکیس کی جانب نظر اٹھائی تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں' کاکا کی مورتی اپنی جگہ موجود نہیں تھی' میرے ذہن میں گزشتہ رات خواب میں نظر آنے والی حسین دوشیزہ کا تصور جاگ اٹھا' وہ مجھے نظر نہیں آرہی تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ کاکا رانی ہی تھی جو راکنگ چیئر پر آگے پیچھے ہچکولے کھا رہی تھی۔ مجھے شنکر کے کہے ہوئے الفاظ یاد آگئے اس نے کہا تھا کہ کاکا جس کے قبضے میں ہوتی ہے وہ دنیا کا سب سے طاقتور شخص ہوتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ ہر حال میں پورا ہوتا ہے' دنیا کی کوئی طاقت اسے کبھی نیچا نہیں دکھا سکتی۔

میں کچھ دیر تک خالی کرسی کو آگے پیچھے ہوتا دیکھتا رہا پھر میں نے ہمت کر کے پوچھا۔

"کون ہو تم......؟"

"تمہاری کاکا۔" ایک مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی' میں اس آواز کو خواب میں سن چکا تھا۔

میرے سوال کے جواب کے ساتھ ہی خالی کرسی کی جنبش بند ہو گئی پھر میں نے کسی کے قدموں کی چاپ کو سنا جو میرے قریب آکر تھم گئی۔ خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا تو میں اپنی پریشانی کو یکسر بھول گیا' میرے ذہن کا سارا بوجھ پل بھر میں دور ہو گیا۔

"کیا تم میرے قریب موجود ہو۔" میں نے عالم تصور میں کاکا کو مخاطب کیا۔

"ہاں...... میں تمہارے بہت قریب موجود ہوں۔" ایک

www.urdukorner.com

سحر انگیز آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں...... ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ حالات کس طرح مجھے اپنے نرغے میں لے رہے ہیں۔"

"جب تک کاکا کی شکتی تمہارے ساتھ ہے تمہیں کسی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی خوابیدہ آواز نے مجھے تسلی دی۔ "گھبراؤ نہیں...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا تم اس جلوس کو روک سکو گی جو میرے خلاف نکالا جا رہا ہے۔"

"تمہاری خاطر میں گرتے ہوئے پہاڑوں کو بھی ایک اشارے سے روک سکتی ہوں۔" کاکا نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "تم کوئی چنتا مت کرو...... اب کوئی جلوس تمہارے خلاف نہیں نکلے گا۔"

"لیکن اونکار ناتھ کی موت......"

"اسے رام پرشاد نے میرے ہی اشارے پر کھانے میں زہر دیا تھا۔"

"کیا......" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"میں یہی چاہتی تھی کہ حالات خراب ہوں اور تمہارا آئی۔ جی وجے چندر خود یہاں دوڑا چلا آئے اور اب تم دیکھنا کہ وہ کس طرح ہاتھ باندھ کر تمہاری ہر بات کو مانے گا۔"

"اور وہ جلوس......؟"

"وہ اب نہیں نکلے گا۔" کاکا کی مترنم آواز ابھری۔ "رام پرشاد نے میرے اشارے پر اونکار ناتھ کے گھر جا کر اپنے جرم کو تسلیم کر لیا ہے' اس نے یہی کہا ہے کہ وہ زہر اس نے رامو سپیرے کے کہنے پر مرنے والے کے بھوجن میں ملایا تھا۔"

"اور اصلیت کیا تھی؟"

"اصلیت کے چکر میں مت پڑو۔" کاکا نے کہا۔ "کیول اتنا یاد رکھو کہ کاکا تمہارے اوپر مہربان ہے اور جب تک تمہیں اس کی سہائتا حاصل ہے دھرتی کی کوئی شکتی تمہیں کشٹ نہیں پہنچا سکتی۔"

"شنکر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کہا' پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اسی نے مجھے الجھنے کی خاطر۔"

"نہیں......" کاکا نے تیزی سے کہا۔ "وہ میرے مقابلے میں تمہارے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

"کیا میں اپنی والدہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کر سکوں گا؟" میں نے بے چینی کا مظاہرہ کیا۔

"صرف تم ہی سندر نہیں تمہارے اندر کا منش بھی بڑا بھولا اور سندر ہے۔"

"کیا مطلب......؟" میں نے یہ محسوس کرتے ہوئے پوچھا کہ کاکا مجھے بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی ہوگی۔

"مطلب یہ کہ جب تک کاکا تمہارے ساتھ ہے تم جو چاہو گے وہ اوش پورا ہوگا۔" کاکا کے لہجے میں پیار کی آمیزش تھی۔

"کیا رامو سپیرا حشمت خان کو کوڑیالے سانپ سے ڈسوانے کا اقرار کرے گا۔"

"ہاں...... تم دیکھنا' وہ پہلی پیشی پر ہی سب کچھ سچ اگل دے گا۔" کاکا نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا۔ "رامو اور رام پرشاد دونوں کو پھانسی کے پھندے پر لٹکنا پڑے گا۔"

"ایک بات پوچھوں......!" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"پوچھو......"

"کیا میں جب بھی تمہیں یاد کروں گا تم میرے پاس آجاؤ گی؟"

"ہاں...... پرنتو ایک بات کا خیال رکھنا' جب تک میں خود سے تمہارے سامنے نہ آؤں اس وقت تک مجھے دیکھنے کی ضد نہ کرنا۔"

"کوئی خاص وجہ......!"

"ابھی نہیں...... سمے کا انتظار کرو' آہستہ آہستہ تم سب کچھ جان لو گے۔" کاکا نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا پھر اس کے قدموں کی چاپ ابھر ابھر کر دور ہوتی چلی گئی لیکن اس کے جسم کی خوشبو ابھی تک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی!

اسی شام سات بجے بدر اقبال نے مجھے اس تمام صورت حال سے آگاہ کیا جو مجھے دھرم داس کی زبانی معلوم ہو چکی تھی۔ بدر اقبال کی اطلاع کے مطابق کانسٹیبل رام پرشاد کو اقرار جرم کے بعد گرفتار کیا جا چکا تھا' میرے خلاف جلوس نکالنے اور بلوا کرنے کا پروگرام بنا تھا اسے رام پرشاد کے بیان کے بعد ملتوی کر دیا تھا لیکن لالہ بہاری کی حویلی میں اس وقت بھی تمام بڑے بڑے سیٹھ ساہوکار اور ذمے دار افسران سر جوڑے بیٹھے میرے خلاف کسی نئی سازش کا جال بن رہے تھے' ان افراد میں ہمارے محکمے کا آئی جی وجے چندر بھی موجود تھا جو بدر اقبال کے کہنے کے مطابق ایک گھنٹا پیشتر ہی روپ نگر پہنچا تھا۔

میں نے فوری طور پر اپنا استعفیٰ تحریر کیا' لباس تبدیل کیا اور کاکا کی مورتی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے لالہ بہاری کی حویلی کے اس بڑے ہال میں پہنچ گیا جہاں سب لوگ جمع تھے۔ میری وہاں اچانک آمد چونکہ ان کی توقع کے خلاف تھی اس لیے ایک ثانیے کو سب ششدر رہ گئے پھر لالہ بہاری ہی نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"پدھاریے شہباز جی' بڑی لمبی عمر ہے آپ کی' ابھی ہم آپ ہی کو یاد کر رہے تھے۔"

www.urdukorner.com

"مجھے یاد کرنے کی کوئی خاص وجہ بھی ضرور ہوگی۔" میں نے ایک خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا' میں محسوس کر رہا تھا وجے چندر اور راکیش ورما کے علاوہ وہاں موجود باقی افراد بھی مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے۔

"آپ قسمت کی دھنی ہیں جو بیاری رام پرشاد نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا۔"

"ورنہ ......" میں نے جان بوجھ کر خشک لہجے میں سوال کیا۔

"پولیس لاک اپ میں کسی بھی قیدی کی ہلاکت کی تمام تر ذمے داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔" راکیش ورما نے خالص افسرانہ شان سے کہا۔ "اگر رام پرشاد اپنے جرم کا ......"

"اقرار نہ کرتا تو روپ نگر کے تمام بڑے ایک جھنڈے تلے اکٹھا ہو کر میرے خلاف جلوس نکالتے اور ہنگامہ آرائی کرتے۔" میں نے بھی دبنگ لہجے میں جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا پھر زہر خند لہجے میں بولا۔ "اور اس ہنگامہ آرائی کی ذمے داری بھی میرے سر تھوپ دی جاتی۔"

"مسٹر شہباز ......" آئی جی نے میرے لہجے کی تلخی کو محسوس کرتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔ "آپ کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ ایک ذمے دار آفیسر ہیں۔"

"کیا مجھ سے کوئی بھول ہو گئی ہے سر۔" میں نے براہ راست آئی جی سے دریافت کیا۔

"نہیں ...... لیکن اس کے باوجود آپ کو بات چیت کرتے وقت دوسروں کی پوزیشن کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"ہم سرکار کو پورا پورا محصول' چنگی' ٹیکس اور لگان ادا کرتے ہیں۔" ایک مقامی زمیندار نے آنکھیں لال پیلی کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارا شمار تو ہیچ لوگوں میں نہیں کیا جا سکتا۔"

"آپ اس ریاست میں ہماری خدمت کرنے کے لیے تعینات کیے گئے ہیں۔" دوسرے نے تیزی سے کہا۔ "ہم پر حکم چلانے کے لیے نہیں۔"

ان کی تعداد زیادہ تھی اس لیے جو کچھ ان کے منہ میں آیا کہتے چلے گئے' وہ متعصب لوگ تھے اس لیے اپنے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے' رام پرشاد کے اقراری بیان نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے تھے' ان کی حسرت چونکہ دل میں ہی رہ گئی تھی اس لیے وہ زبان سے کام لے رہے تھے لیکن میں نے ان کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ خاموش بیٹھا ان کی بکواس اور لن ترانیاں سنتا رہا پھر وہ خاموش ہوئے تو میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"مجھے روپ نگر میں اپنے عہدے کا چارج لیے ابھی بہت زیادہ دن نہیں ہوئے لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ لوگ یہاں میری تعیناتی سے خوش نہیں ہیں۔ ناخوش ہونے کی کیا وجہ ہے مجھے اس کا بھی کوئی علم نہیں اونکار ناتھ کی موت نے آپ حضرات کو قسمت سے میرے خلاف ہنگامہ آرائی کا ایک موقع عطا کیا تھا لیکن رام پرشاد کے اقرار جرم کر لینے کے بعد آپ لوگوں کو اپنی من مانی کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

"مسٹر شہباز۔" ایک مقامی ہندو زمیندار نے پہلو بدل کر کہا۔ "آپ ہمارے خلاف الزام تراشی کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔"

"میں یہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ آپ اپنی حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔" راکیش ورما نے حقارت سے کہا۔

"میں آپ کی رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا۔" میں نے راکیش ورما کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "میں کوئی سفارشی ٹٹو نہیں ہوں جو اپنے اختیارات سے پوری طرح باخبر نہیں ہوتا' میں نے یہ مقام مقابلے کا امتحان پاس کر کے حاصل کیا ہے اس لیے مجھے اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ میرے دائرۂ اختیار میں کیا کچھ آتا ہے۔ میں اپنی حدود سے بھی بخوبی واقف ہوں اس لیے جو کچھ میں نے کہا ہے مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار آئی جی وجے چندر نے مجھے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "کیا آپ کو اس بات کا بھی کوئی احساس نہیں ہے کہ اس وقت میں بھی یہاں موجود ہوں۔"

"مجھے اس بات کا احساس ہے سر ...... اسی لیے میں آپ کے نالج میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ روپ نگر کے بڑے یہاں میری پوسٹنگ سے خوش نہیں ہیں ...... شاید اس لیے کہ میں آنکھ بند کر کے کاغذات پر دستخط کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا تبادلہ فوری طور پر کہیں اور کر دیا جائے۔"

"کسی ایسی جگہ جہاں آپ کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی مل جائے۔" کیلاش نامی ایک زمیندار نے مجھ پر طنز کیا تو میں چپ نہ رہ سکا۔ میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کیلاش ...... تم نے بغیر کسی ثبوت کے ایک سرکاری افسر پر الزام لگانے کی کوشش کی ہے' میں اگر چاہوں تو تمہیں حراست میں لے کر تمہارے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ بھی کر سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لیے کہ تم جیسے لوگوں کے منہ لگنا میں اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔"

جواب میں کیلاش اٹھ کر کھڑا ہو گیا' اس کے تیور حد درجہ خطرناک نظر آ رہے تھے وہ مجھے کوئی سخت جواب دینے کے بارے میں الفاظ کا انتخاب کر رہا تھا کہ میں نے اس کے چہرے پر ایک سایہ لہراتے دیکھا پھر دوسرے ہی لمحے وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مجھے شما کر دو ...... میں بنتی کرتا ہوں ...... مجھے شما کر دو۔"

کمرے میں موجود تمام افراد کیلاش کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"بیٹھ جاؤ مسٹر کیلاش ......" میں نے بڑے دریا دلی سے کہا۔ "میں تمہاری گستاخی کو معاف کرتا ہوں۔"

ایک لمحے تک کمرے میں مکمل سکوت طاری رہا' کیلاش کے چہرے پر سائے کو لہراتے دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ کاکا رانی کی مہان شکتی حرکت میں آ چکی ہے۔

"مسٹر شہباز۔" آئی جی کی آواز سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔ "آپ کی خواہش ہے کہ آپ کا تبادلہ فوری طور پر روپ نگر سے کہیں اور کر دیا جائے۔"

"جی ہاں ......"

"اور اگر میں آپ کی درخواست منظور کرنے سے انکار کر دوں تو؟"

"ایسی صورت میں مجھے مجبوراً آپ کی خدمت میں اپنا استعفیٰ پیش کرنا ہوگا۔" میں نے بے فکری سے کہا اور جیب میں رکھا ہوا استعفیٰ نکال کر سامنے میز پر ڈال دیا۔

"استعفیٰ کی منظوری میں دفتری کارروائی ضروری ہے اور اس میں کچھ وقت بھی لگ سکتا تھا۔" آئی جی نے مجھے ذہنی طور پر پریشان کرنے کی خاطر کہا۔

"دفتری کارروائی تو ہوتی ہی رہتی ہے سر لیکن میں چار روز بعد اپنا چارج چھوڑ دوں گا۔"

"یہ آپ کا ذاتی فیصلہ ہوگا ...... سرکار کا نہیں۔" وجے چندر نے رعونت کا مظاہرہ کیا۔

"لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ آج اور ابھی میرے استعفیٰ پر اپنے آرڈر صادر فرما دیں گے۔" میں نے دل ہی دل میں کاکا کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "اور آپ کا فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔"

"ملازمت چھوڑنے کے بعد آپ کیا کریں گے؟" راکیش ورما نے پوچھا۔

"مکھیاں ماروں گا۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ راکیش ورما اپنی جگہ تلملا کر رہ گیا پھر اس نے آئی جی سے کہا۔

"ابھی عدالت میں کچھ ایسے کیس پڑے ہیں جس میں مسٹر شہباز کی موجودگی ضروری ہوگی۔"

"مثلاً ......؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ایک کیس تو حشمت خان کا ہے۔" راکیش ورما نے خباثت کا مظاہرہ کیا۔ "رام پرشاد کے اقرار کر لینے کے بعد نائب تحصیل دار کے قتل کا مسئلہ تو حل ہو گیا لیکن یہ طے ہونا ابھی باقی ہے کہ حشمت خان کو کس نے مارا تھا۔"

"اس قتل کا اقرار رامو سپیرا پہلی ہی پیشی پر کر لے گا۔" میں نے بڑے وثوق سے کہا۔ "تین روز بعد اس کیس کی پیشی ہے اور رامو کے اقرار جرم کر لینے کے فوراً بعد میں ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔"

"مسٹر شہباز ......" راکیش ورما نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کل کیا ہوگا یہ آپ وقت سے پہلے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"کسی زمانے میں مجھے پامسٹری کا شوق بھی رہ چکا ہے۔" میں نے راکیش ورما کا مضحکہ اڑاتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "رامو سپیرے کا ہاتھ دیکھنے کے بعد مجھے یہی اندازہ ہوا ہے وہ سچائی کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

آئی جی' وجے چندر میرا استعفیٰ ہاتھ میں لیے کسی گہری سوچ میں غرق تھا' انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو' کچھ دیر تک وہ اسی حالت سے دوچار رہا پھر اس نے جیب سے قلم نکالا اور میرا استعفیٰ منظور کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے آپ کا استعفیٰ تین روز بعد کی تاریخ سے منظور کر لیا ہے' رامو سپیرے کی پیشی بھگتانے کے بعد آپ انسپکٹر بدر اقبال کو چارج دے کر جا سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عرصے میں آپ کی جگہ کسی اور کی پوسٹنگ عمل میں آ جائے۔"

"شکریہ سر۔" میں نے سنجیدگی سے کہا' مجھے یقین تھا کہ وجے چندر نے وہ استعفیٰ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ کاکا رانی کی پراسرار شکتی کے زیر اثر منظور کیا ہے۔ کمرے میں جتنے لوگ موجود تھے وہ آئی جی کے فیصلے سے خوش نہیں نظر آ رہے تھے شاید انہیں اس بات کا دکھ تھا کہ ان کا شکار زخمی ہوئے بغیر ان کے جال سے بچ نکلا تھا۔

استعفیٰ کی منظوری کے بعد میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا خاموشی سے اٹھا اور صرف آئی جی کو سلام کرنے کے بعد حویلی سے باہر آ گیا' پھر وہی ہوا جو میری زبان سے نکلا تھا۔ تین روز بعد حشمت خان کا کیس عدالت میں پیش ہوا رامو نے بڑی دیدہ دلیری سے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس نے ذاتی رنجش کی بنا پر حشمت خان کو اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر کوبرا سانپ سے ڈسوا دیا تھا اور پولیس کو الجھن میں ڈالنے کی خاطر ریٹ سانپ لاش کے قریب چھوڑ گیا تھا۔ جس وقت رامو سپیرا اپنا

گھر بیٹھے بغیر استاد کی مدد کے
ملکی اور غیر ملکی زبانیں سیکھیے

جرمن فریز بک	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	90/-
فرنچ اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	90/-

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com

جان دے رہا تھا اس وقت میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ الفاظ غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے ادا ہو رہے تھے شاید کاکا کی ماورائی طاقت نے اس کے دل و دماغ پر اپنا تسلط جما رکھا تھا۔

حشمت خان کا کیس ختم ہوا تو میں نے چیمبر میں جا کر راکیش ورما کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ کو اس بات کا وشواس ہو گیا ہوگا کہ میں نے پامسٹری والی بات غلط نہیں کہی تھی۔"

راکیش ورما نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بڑی متعصب نظروں سے مجھے گھورا پھر میز پر پڑی فائلوں کو الٹنے پلٹنے لگا' میں وہاں رکا نہیں اور واپس گھر آگیا۔

وہ روپ نگر میں میری آخری رات تھی۔ دوسری صبح مجھے وہاں سے روانہ ہو جانا تھا' احمد علی نے میرے تمام سازو سامان کو پیک کر رکھا تھا' میں اس بات پر بہت خوش تھا کہ روپ نگر سے میری گلو خلاصی ہو گئی تھی' اس رات میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو دوسری جانب سے شنکر کی منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کل بھور سمے تم روپ نگر سے جا رہے ہو پر تو شنکر کی ایک بات کو ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔ کاکا کی مہان مورتی تمہارے پاس میری امانت ہے۔ میں بہت جلد وہ مورتی تم سے واپس لے لوں گا۔"

"کیا تم کو یقین ہے کہ تم سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ میری نظر کاکا کی مورتی پر جمی ہوئی تھی جو شوکیس میں رکھی ہوئی تھی۔

"تم اس چکر میں مت پڑو...." شنکر نے کہا۔ "جو منش اس مہان شکتی کا کھوج لگا سکتا ہے وہ ایک نہ ایک دن اسے حاصل کرنے میں بھی ضرور سپھل ہوگا۔"

"ایک بات پوچھوں شنکر۔"

"پوچھو۔"

"اگر سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے سے پہلے تم نے کاکا کی مورتی کو ہاتھ لگایا تو کیا ہوگا؟"

"تم ابھی بالک ہو.... ان بھیدوں میں الجھنے کی کوشش مت کرو۔"

شنکر سے گفتگو کا سلسلہ منقطع کرنے کے بعد میں سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ گیا۔ میری نگاہیں کاکا کی پراسرار مورتی پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کا حسن بے مثال تھا۔ میں نے ہرچند کہ شنکر سے اس بات کا وعدہ کر لیا تھا کہ وہ جب بھی چاہے اس مورتی کو واپس لے سکتا ہے لیکن میرے دل کے کسی اندرونی گوشے میں یہ تمنا مچل رہی تھی کہ کاش کاکا کی وہ مورتی کبھی میری ذات سے علیحدہ نہ ہو۔ وہ دھات کی بنی ہوئی ایک مورتی ہی تھی لیکن نہ جانے کیوں مجھے اس سے عشق ہو گیا تھا۔ میں اس سے ایک لمحہ کو بھی جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔

جب تک نیند کے خمار سے میرے بوجھل پپوٹے بند نہیں ہو گئے میں بڑی والہانہ نظروں سے کاکا کی مورتی کو دیکھتا رہا۔ ایک دلنواز تصور تھا جو میرے احساسات کو گدگدا رہا تھا' پھر جب نیند کی وادیوں نے مجھے اپنی آغوش میں لیا تو کاکا نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر ایک حسین پیکر کی صورت اختیار کر لی۔ اس کی مد بھری نظریں مجھے اپنے انگ انگ میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں' وہ میرے بہت قریب تھی اتنی قریب کہ میں اس کی گرم گرم سانسوں کا لمس اپنے گالوں پر محسوس کر رہا تھا۔ اس کے حسین اور گداز بدن کی خوشبو مجھ پر نشے کی کیفیت طاری کر رہی تھی۔ بہت دیر تک وہ ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتی رہی پھر اس کے یاقوتی ہونٹوں میں جنبش ہوئی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بہت ساری داسیوں کی نرم و نازک انگلیوں نے ستار کی تمام گھنٹیوں کو ایک ساتھ چھیڑ دیا ہو۔

"شہباز.... کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں...." میں نے خوابیدہ لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہارے قرب سے بے خبر نہیں ہوں۔"

"کل ہم روپ نگر کی سرحدوں سے دور نکل جائیں گے۔" کاکا کے لہجے میں افسردگی جھلک اٹھی۔

"کیا تمہیں روپ نگر چھوڑنے کا دکھ ہو رہا ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"تم ساتھ ہو تو پھر دکھ کس بات کا۔" اس نے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا پھر آسمان کے دور پار خلاؤں میں گھورتے ہوئے بولی۔ "کیا تم وشواس کرو گے کہ تم نے مجھے جس دلدل سے نکالا ہے وہاں میں چالیس سال سے رہ رہی تھی۔"

"نہیں.... تم شاید میرے ساتھ چھیڑ کر رہی ہو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔" اس نے پھر میری سمت سحر انگیز نظروں سے دیکھا۔ "میرا من تمہاری اس دھرتی اور اس پر رہنے والوں سے اچاٹ ہو گیا تھا اس لیے میں نے خود کو پہاڑی گپھا میں چھپا لیا تھا۔ تم نہیں جان سکتے کہ میری شکتی کو پراپت کرنے کے کارن اب تک کتنے پنڈت پجاری' سادھو اور مہاپرش اپنا جیون نشٹ کر چکے ہیں پرنتو میں ان سب کے جنتر منتر ...... شنکر بھی میرے پیچھے سات آٹھ سال سے لگا ہوا ہے۔ اس نے مجھے حاصل کرنے کی خاطر نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے ہیں۔ کیسی کیسی کٹھن تپسیا اور جاپ کیے ہیں۔ جنگل جنگل خاک چھانی ہے۔ مرگھٹ کی راکھ سے اشنان کرتا رہا ہے' شمشان گھاٹ پر منڈل کے اندر بیٹھا مہینوں میرے شبھ نام کی مالا جپتا رہا ہے۔ پرنتو مجھے اس پر بھی کوئی دیا نہیں آئی پھر ایک روز تمہارا سندر مکھڑا میرے سامنے آگیا.... وہ کاکا جسے پانے کے لیے بڑے بڑے منش اپنا جیون بلیدان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں وہ تمہیں دیکھ کر اپنا تن من دھن سب کچھ ہار بیٹھی' پھر میں نے شنکر کے من میں تمہاری یادوں کے دیپ جلا دیے۔ میں نے اسے سپنے میں کہی تھا کہ کیول تم ہی مجھے تلاش کر سکتے ہو اور اس روز سے شنکر نے تمہارا کھوج شروع کر دیا اور اب.... اب میں اپنے من کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارے پاس آگئی۔ میں نے شنکر کی آنکھوں کے سامنے سیاہ بادلوں اور گھنگھور گھٹاؤں کی چادر تان دی ہے۔ جب تک میں نہ چاہوں گی وہ ان بادلوں کے دوسری طرف نہیں دیکھ سکے گا۔"

"کیا.... کیا شنکر کبھی بھی اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو گا۔" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔ کیا وہ مجھے حاصل کر لے؟"

"نہیں...." میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں پا لیا ہے تو اب کھونا نہیں چاہتا۔"

"مجھے تمہارے من کا حال معلوم ہے لیکن کل کیا ہونے والا ہے تم یہ نہیں جانتے' بھوش کے لکھے کو دیوی' دیوتا' اوتار اور پیامبر کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔"

"مم.... میں سمجھا نہیں۔"

"من سے سمبندھ تن کے رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں لیکن منش سندرتا کا پجاری ہوتا ہے اس لیے اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں.... اور" کاکا نے مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تم بھی کوئی دیوتا یا اوتار نہیں ہو.... منش ہمیشہ منش ہی رہتا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"کل کیا ہوگا اور آنے والے برسوں میں کیا ہونے والا ہے یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتی.... سمن نکشتروں پر بھی آکاش کی طرف سے پابندیاں لاگو ہوتی ہیں لیکن میں تمہیں ایک بات ضرور بتا سکتی ہوں۔"

"وہ کیا......"

"اگر تم کاکا کو سارا جیون اپنے قریب دیکھنا چاہتے ہو تو تمہیں ایک بلیدان دینا ہوگا۔"

"میں ہر قربانی دینے کو تیار ہوں......"

"...... میں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم بھی کسی عام منش کی طرح کسی ناری کی سندرتا میں گم ہو کر سب کچھ بھول جاؤ۔"

"مجھے بتاؤ.... کیا کرنا ہوگا مجھے۔"

"اگر تم کاکا سے من کا گٹھ جوڑ قائم رکھنا چاہتے ہو تو پھر تم کو تمہیں سارا جیون اکیلے گزارنا ہوگا۔" کاکا نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم کبھی کسی سے وواہ نہیں کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری خاطر میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔" میں نے جذباتی لہجے میں جواب دیا تو کاکا مسکرا دی۔

"وچن دینا آسان ہے پر اس کا نبھانا مشکل ہے.... پر تم یاد رکھنا کہ جس روز تم نے کسی اور سندری کو من میں بسا لیا اس روز کاکا تم سے اپنے بندھن توڑ کر آزاد ہو جائے گی پھر تم مجھے کبھی نہ پا سکو گے۔" اس نے میرے بالوں میں اپنی نرم اور ملائم انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا۔ "کاکا کو تمہیں کھونے کا جتنا دکھ ہوگا تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے لیکن ایک بار بھاگ میں جو لکھ دیا جائے وہ ہر حال میں پورا ہوتا ہے۔"

"مجھے بتاؤ...... میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔"

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے.... اب سو جاؤ۔" کاکا کی مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی تو اس کا حسین وجود میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا لیکن میں اتنا ضرور محسوس کر رہا تھا کہ کوئی مجھے مدھر آواز میں لوری سنا رہا تھا۔ وہ آواز مجھے بہت دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی اور میں اس آواز کے سحر میں ڈوبتا جا رہا تھا پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا!

□

میں واپس گھر پہنچا تو میری والدہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا لیکن والد صاحب کو اس بات کا ملال ضرور تھا کہ میں نے جتنی تگ و دو اور محنت کے بعد مقابلے کا امتحان دے کر ملازمت حاصل کی تھی اسے اتنی جلدی چھوڑ دیا' ان کا خیال تھا کہ مجھے ملازمت چھوڑنے کے بجائے اپنا تبادلہ کسی اور جگہ کرا لینا چاہیے تھا۔ اپنے اس خیال کو ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے بڑے خوبصورت الفاظ میں کہا تھا۔

"شہباز بیٹے...... ہر پتھر اپنی جگہ بھاری ہوتا ہے۔ اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا جائے تو پھر اس کی قدر و منزلت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"آپ کا کہنا بجا ہے لیکن روپ نگر میں مجھے جو حالات درپیش تھے......"

"اس کے بارے میں دھرم داس نے مجھے بتایا تھا۔" والد صاحب نے کہا۔ "بہرحال جو گزر گیا اسے بھول جاؤ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے اب کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا لیکن آئندہ جو کچھ کرنا بہت سوچ سمجھ کر کرنا۔"

"اتنی جلدی کیا پڑی ہے۔" والدہ نے بڑی محبت سے کہا۔ "ابھی کچھ دن آرام کرو پھر کیا کرنا ہے یہ بعد میں سوچا جائے گا۔ تمہارے باپ کو تو بس ذرا ذرا سی بات پر جلال آ جاتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں...." میں نے والدہ سے پوچھا۔ "بات کیا ہے......؟"

"تمہارے والد نے اپنے ایک پرانے دوست نرنجن لال کو کاروبار شروع کرنے کے لیے ایک معقول رقم دی تھی۔" والدہ

www.urdukorner.com

www.urdukorner.com